ترجمہ کتاب

بدر الکبریٰ

المدینۃ والغزوۃ

ناشر

خادم علی شاہ بخاری فاؤنڈیشن۔ کراچی

بدر الکبریٰ

عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

الحاج سیّد خادم علی شاہ بخاریؒ

کی چوتھی برسی کے

موقعہ پر

خادمِ علی شاہ بخاری فاؤنڈیشن کراچی

کی جانب سے

نذرانۂ عقیدت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب	:	بدر الکبریٰ۔ شہر اور غزوہ
مصنف	:	ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی
مترجم	:	حافظ محمد ابراہیم فیضی، ایم۔اے، ایل ایل۔بی۔
تدوین و تہذیب	:	الحاج وقار احمد وقار صدیقی (ٹرسٹی)
طبع اوّل	:	۱۱ جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ
تعداد اشاعت	:	تین ہزار
کمپیوٹر کمپوزنگ	:	تیمور کمپوزر۔ ۱۱۲ عدیل شاپنگ سینٹر، کریم آباد۔ کراچی۔
پریس	:	پنجوانی پریس۔ کراچی
ھدیہ	:	صدقۂ جاریہ

ناشر

خادم علی شاہ بخاری فاؤنڈیشن کراچی (پاکستان)

۸۴۔بی، سندھی مسلم کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی
پی۔او بکس: ۱۰۵۲۶ کراچی۔۷۴۴۰۰، پاکستان

فہرستِ مضامین

۵۱ - ۵۷ - ۵۲

گذارش احوال

معزز ناظرین!

ہمارے ادارے کی طرف سے محترم ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی زید مجدہ کی تیسری کتاب کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔ اس سے قبل ہم نے کتاب "اپنی اولاد کو حب اہلبیت سکھاؤ" اور دوسری کتاب "اپنی اولاد کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا سبق دو" کی اشاعت کی سعادت حاصل کی۔ اب تیسری کتاب جو غزوہ بدر کے موضوع پر ہے آپ کے ذوق مطالعہ کی نذر کی جارہی ہے۔ اس موضوع پر بہت سی کتابیں عربی، فارسی، اور اردو کے علاوہ دوسری زبانوں میں بھی لکھی گئی ہیں۔ لیکن سابقہ کتابوں کے مطالعہ کے بعد آپ کو ڈاکٹر صاحب کے انداز تحریر کا اندازہ ہو گیا ہوگا اور جب آپ اس کتاب کا مطالعہ کریں گے تو ڈاکٹر صاحب کے محققانہ انداز بیان کو پڑھ کر آپ ہمارے انتخاب کو پسند فرمائیں گے۔

ناظرین کرام! کتاب کے مشمولات کے سلسلہ میں مجھے کچھ عرض نہیں کرنا یہ تو آپ کو مطالعہ کے بعد ہی معلوم ہوگا کہ ڈاکٹر صاحب نے خصوصیت کے ساتھ اس موضوع پر کیوں قلم اٹھایا اور اس کی ضرورت کیوں پیدا ہوئی یہ وجوہ آپ کو مطالعہ کے بعد ہی معلوم ہوں گی۔ یہ کتاب چندماہ قبل پیش کردی جاتی لیکن مرضی مولی از ہمہ اولیٰ۔ کے مطابق آپ کا خادم (وقار احمد صدیقی) بستر علالت سے یہ سطور اس امید پر لکھوا رہا ہے (یعنی میرے سعادت مند فرزند اورنگزیب میرے بولے ہوئے الفاظ کو لکھ رہے ہیں) کہ شافی مطلق میرے حال پر کرم فرمائے اور مجھے صحت عطا فرمائے تاکہ سابقہ تندہی کے ساتھ آپ کے ذوق مطالعہ کی تسکین کے لئے مزید کتابیں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرسکوں مجھے امید ہے کہ آپ کی مخلصانہ دعائیں بارگاہ قبول میں مستجاب ہوں گی۔ میں مفتی محمد اطہر نعیمی صاحب کا بھی شکر گذار ہوں جن کے مفید مشورے مجھے حاصل رہے ہیں۔

جذبات تو مجھے مجبور کررہے ہیں کہ میں بھی جہاد اور غزوہ بدر کے سلسلہ میں مخالفین کے اعتراض کے سلسلہ میں کچھ لکھواؤں۔ لیکن شاید علالت میرے جذبات کی راہ میں حائل ہو لیکن ان لوگوں جنہوں نے اپنی جانیں رضائے حق کے لئے قربان کیں ان کا تذکرہ میرے مصائب میں ازالے کا سبب ہو۔

یہ سطور پیش کررہا ہوں اگر جملے غیر مربوط ہو جائیں تو میری علالت پر محمول کرتے ہوئے درگزر فرمائیں گے۔ یہاں آپ یہ سوچیں گے کہ میں نے کسی جملہ میں خامی کے بارے میں کیوں نہیں لکھوایا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے اپنی راسخ العقیدگی پر پورا بھروسہ اور اطمینان ہے اور یہ یقین اور ایمان ہے کہ میری زبان سے

کوئی جملہ ایسا نہیں نکلے گا جو دینی نقطہ نظر سے محل نظر ہو۔

میں ادارہ بنام خادم علی شاہ بخاری فاؤنڈیشن کراچی اور اس کے سربراہ اسم باسمی جناب خادم علی شاہ بخاری کی شخصیت کے بارے میں "تاریخ مزارات بخارا" کے مقدمہ میں کچھ لکھ چکا ہوں اور فاضل مصنف کی دو کتابوں جو اپنی اولاد کو محبت رسُول صلی اللہ علیہ وسلم اور حب اہلبیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تعارف کے طور پر لکھا جا چکا ہے میں الحاج سید ناصر علی بخاری صاحب کا شکر گذار ہوں یہ کتابیں ان کے ذاتی دینی جذبہ اور شوق کا نتیجہ ہیں اگر میرے ہر قدم پر ان کی معاونت شامل نہ ہوتی تو میں یہ کتابیں آپ کے مطالعہ کے لئے پیش نہ کر سکتا تھا ان کلمات تشکر کے بعد میں کتاب کے تعارف کے سلسلہ میں چند باتیں اور کہنا چاہوں گا۔

دشمنان اسلام کا ابتدا سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ ہر موقع پر اسلام کو بدنام کرنے کے لئے کوئی جواز پیدا کرنے کی جستجو میں رہتے ہیں۔ انہیں میں سے ایک موقع یہ بھی ہے کہ ان معترضین نے غزوہ بدر کے بارے میں کہا کہ یہ تو لوٹ مار کا شاخسانہ تھا جس نے جنگ کا رنگ اختیار کیا اگر تاریخ کے تناظر میں اس واقعہ کا جائزہ لیا جائے تو اس کی حقیقت آشکار ہو گی اس کی تفصیلات میں جائے بغیر صرف اتنا عرض کروں گا کہ جب مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے تو مکہ کے کافروں کو مسلمانوں کا سکون و اطمینان سے زندگی گذارنا بہت ناگوار گزرا۔ مسلمانوں کے اطمینان کے سبب ان کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگے تو انہوں نے اہل مکہ کے مشترکہ سرمایہ سے تجارتی قافلہ ترتیب دیا اور یہ طے کیا کہ اس قافلہ کے مال تجارت میں جو منافع ہو گا اس کو مسلمانوں کی ایذا رسانی پر خرچ کیا جائے گا۔ یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ مکہ کے تجارتی قافلے جو شام جایا کرتے ان کا راستہ مدینہ منورہ کے قریب سے تھا۔ تاریخ کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جناب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر سے پہلے عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ گئے تھے وہاں ان کی ابو جہل سے تلخ کلامی ہوئی تھی تو جناب سعد نے ابو جہل سے فرمایا تھا تم لوگوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا اور اب بھی مسلمانوں کی ایذا رسانی سے باز نہیں آتے یاد رکھو اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم (مسلمان) تمہاری شام سے واپسی کے راستہ کو بند کر دیں گے اور جب تمہیں معاشی بدحالی کا سامنا ہو گا اسوقت تمہیں اپنی زیادتیوں کا احساس ہو گا۔ اور جیسا کہ جناب سعد نے فرمایا تھا وہ موقع سامنے آگیا مکہ والوں کا قافلہ جو مال مکہ سے لے گئے تھے اور وہاں سے سامان لے کر آ رہے تھے اور یہ سوچ رہے تھے کہ اس کثیر منافع سے اب مسلمانوں کے سکون و آرام کو تاراج کیا جائے گا۔ لیکن قضاء و قدر کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ جب ابو سفیان اپنے تجارتی قافلہ کے ساتھ مکہ واپس ہو رہے تھے تو مخبروں نے خبر پہنچائی کہ مدینہ منورہ کے قریبی علاقہ میں قافلہ کو مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا اس لئے وہ راستہ

بدل کر مکہ کی جانب چلا گیا اِدھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں نثاروں کو ساتھ لے کر قافلہ والوں کو یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ اب مسلمان ویسے نہیں جیسے کہ مکہ میں تھے۔ اب ان پر فضل الٰہی کی بارشیں ہو رہی ہیں۔ یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے قافلہ کو لوٹنے کا پروگرام تھا کیا بے سر و سامان اس قافلہ کو جن کے ساتھ مسلح محافظ کثیر تعداد میں موجود تھے اس لئے یہ کسی طرح بھی قرین قیاس نہیں۔ اس موضوع پر ڈاکٹر یمانی صاحب نے کیا کچھ لکھا ہے وہ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہو گا۔ میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ اس سلسلہ میں مزید کچھ اضافہ کر سکوں البتہ ایک بات ضرور عرض کرنا چاہوں گا کہ اس علاقہ کے جغرافیائی حالات کی وجہ سے اب جدہ اور مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آنے والے زائرین شاہرہ ہجرت سے سفر کرتے ہیں بدر والا راستہ زائرین کی آمد و رفت کے لئے استعمال نہیں ہوتا پہلے بھی بدر سے تقریباً دو میل دور سفر ہوتا تھا البتہ بعض زائرین خصوصی طور پر مقام بدر ہوتے ہوئے جاتے تھے لیکن اب وہ بھی میسر نہیں اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اب زائرین کو بدر کے متعلق بہت کچھ پتہ چلے گا۔ اور وہ بدر حاضر ہو کر اپنے ماضی سے مستقبل کی بہتر انداز میں منصوبہ کر سکیں گے۔ گفتگو طویل ہو گئی اب میں صحت کی دعاؤں کی درخواست کرتے ہوئے رخصت ہوتا ہوں۔ والسلام

وقار احمد وقار صدیقی

بدر۔ مخزن اسرار لفظ

یوم بدر، یوم بدر کیا ہے؟

آرزوؤں کا ماہِ کامل......

سعی و عمل کا ماہِ کامل......

عزم و ہمت کا ماہِ کامل......

صدق و یقین کا ماہِ کامل......

عہد و بیعت کا ماہِ کامل......

وفا و جاں نثاری کا ماہِ کامل......

جاں سپاری اور فداکاری کا ماہِ کامل......

بہادروں اور شہ زوروں کا ماہِ کامل......

خلوص و محبت کا ماہِ کامل......

نصرت و کامرانی کا ماہِ کامل......

حق و باطل میں امتیاز کا ماہِ کامل......

ہر دور کے لئے سربلندی کا مثالی ماہِ کامل......

قوموں کی زندگی کے لئے روشن مینار......

اس کی شعاعیں گردش لیل و نہار تک ضوفشاں رہیں گی......

ہر دور میں اس کی یاد تازہ رہے گی......

اور ہر عظیم واقعہ اسی کی ترازو میں تولا جائے گا......

عدیم النظیر حوادث

اسی محکم بنیاد سے نمو پاتے ہیں۔
اسی کی مثال سے دشواریاں چھٹتی ہیں۔
اسی کی گود میں اقوام وامم کے حوصلے پروان چڑھتے ہیں۔
پھر یہ عظیم حوادث وواقعات تاریخ انسانی کے سنگ میل قرار پاتے ہیں۔
ظلم کی اندھیری راتوں اور مصائب کے ہجوم میں عقل ووجدان اسی سے رجوع کرتے ہیں۔
پھر عزائم بلند ہوتے ہیں، زخم مندمل ہوتے ہیں۔
اور ہمتیں جواں ہو کر ازسرِ نو صف بندی کرتی ہیں۔
یہیں مثالی جراءت ہے۔
اور یہیں آرزوؤں کی برومندی ہے۔
بدر کا واقعہ اہل اسلام کی زندگی کا اچھوتا واقعہ۔
ان کے لئے شدت وتنگی کے سامنے سینہ سپر ہونے کی تاباں مثال۔
حصول مقصد کے لئے کردار سازی کی تلقین وترغیب
ایسا مستحکم رشتہ جس نے ان کے قلوب واذہان کو ثابت قدمی سے مربوط اور ہواؤ ہوس سے دور کردیا
نصرتِ الٰہی، نورِ یقین اور امدادِ الٰہی کے فیضان سے جگمگاتی کہکشاں
ایسا پرامید روز جس نے اہلِ ایمان کو اساسی استحکام اور ہمہ وقت چوکس وتیار رہنے کا مثالی درس دیا۔
ایسی پاکیزہ سچائی جو صدقِ وعدہ سے مزین تھی۔
بیعت اور جاں سپاری کے عہد وپیمان نے جس کی آبیاری کی۔
ایک بے مثال تجربہ جس نے خلوص و وفا کے حسین چہروں کی نقاب کشائی کی۔
ایسی عمیق محبت جس کی لہریں فداکاری کی آئینہ دار تھیں
"بدر" ایسا میدان ہے جس کے اطراف وجوانب میں جی داری کے خزانے مدفون ہیں اور
جس کی خاک پاک کا ہر ذرہ مردانگی کا نقطۂ آغاز ہے۔

"بدر" اعصاب شکن جنگ میں الفت و محبت کی پاکیزہ رم جھم
ایسا معرکہ جس نے نوعِ بشر کے خود ساختہ پیمانوں کو بدل دیا اور دلی مراد نے فتح و نصرت کی تصویر پائی۔
حق و باطل کے مابین فیصلہ کن دن، جسے قرآن مجید نے "یوم الفرقان" کا نام عطا کیا۔
ہر دور میں ہر فتح و نصرت اور فوز و فلاح کے لئے ضرب المثل۔
مذکور الصدر ہر ہر وجہ "بدر" کے مخزن اسرار لفظ ہونے کی شاہد عدل ہے۔

آیئے دل و دماغ کے بند دریچے کھول کر شعور و حواس کی بیداری کے ساتھ ایام رفتہ کی غلام گردشوں میں اس دلآویز داستان کا پس منظر ملاحظہ کریں۔

وہ دن یاد کریں جب صحابہ کرام اپنے کریم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور قریش کی ستم رانیوں، تعذیب، خوف و ہراس اور اپنی بے بسی پر شکوہ سنج ہوئے تو آپ نے نصرت الٰہی پر اعتماد، اللہ کے وعدہ پر غیر متزلزل یقین اور مستقبل میں امن و سکون کی امید سے سرشار لہجے میں یوں ارشاد فرمایا:

"بخدا اللہ تعالیٰ ضرور اس کام کو پورا فرمائے گا............ لیکن تم جلد بازی کر رہے ہو"۔
"بدر" در حقیقت اسی امید کا غیبی عنوان تھا۔

وہ دن یاد کریں جب اہلِ ایمان کوہِ صفا کے پاس دار ارقم میں اپنے نبی ہادی کے گرد جمع ہوتے ہیں، آپ انہیں اپنے دیدار سے شاد کام فرماتے ہیں، ان کا تزکیہ فرماتے ہیں، انہیں علم و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کی تربیت فرماتے ہیں، اور ان میں سے ہر صاحبِ ایمان رازداری سے یہ پیغام اپنے دوست یا قریبی تعلق دار تک پہنچاتا ہے۔ اسے اسلام کی دعوت دیتا ہے اور رب رحمان کے لشکر میں شامل کر دیتا ہے، اور اللہ کا یہ لشکر اس دن کے لئے تیار ہونے لگتا ہے جس دن انہیں دشمنانِ اسلام سے جہاد اور مقابلے کی اجازت مرحمت ہوتی ہے......
"بدر" اس اجازت کی حسین تعبیر اور اس جہد مسلسل کا ثمرہ تھا۔

اور وہ دن یاد کریں جب مشرکوں نے اہلِ اسلام پر تعذیب اور ظلم و ستم کی انتہا کر دی۔ اسلام کا اعلان کرنے والے ہر مرد اور عورت کو خواہ وہ غلام ہو یا آزاد، قتل، قید، جبر یا اذیت کا تختۂ مشق بنا دیا اور انہیں کئی سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شعب ابی طالب میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا اور وہ تنہائی، محصوری، بھوک پیاس اور دل دوز مصائب کا شکار رہے، یہ سب "بدر" جیسے پر امید دن کی تیاری تھی۔ ان مصائب اور آلام سے ان کی ثابت قدمی، صبر اور استقامت کو مہمیز ملتی رہی۔

ان ایام کو یاد کریں جب اہل ایمان وطن، اہل و عیال اور خویش و اقارب کو چھوڑ کر پہلے حبشہ اور پھر مدینہ منورہ کو ہجرت کر گئے۔ اور ان میں سے ایک (حضرت صہیب بن سنان ؓ) نے اپنی تمام جمع پونجی اس شرط پر مشرکوں کے حوالہ کر دی کہ وہ ان کے اور ان کی ہجرت کے درمیان حائل نہ ہوں۔ اللہ پر بھروسہ اور وعدہ الٰہی پر یقین کامل کی دولت سے مالامال صہیب کی تعریف میں قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ	اور کوئی شخص ایسا ہے کہ خدا کی خوشنودی حاصل
ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ	کرنے کے لئے اپنی جان بیچ ڈالتا ہے۔ اور خدا
رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾	بندوں پر بہت مہربان ہے ﴿۲۰۷﴾

(سورۃ البقرہ آیت : ۲۰۷)

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا	جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے۔
الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ	اُن سے خدا کا وعدہ ہے کہ اُن کو ملک کا حاکم بنادیگا جیسا اُن
كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَ	سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور اُنکے دین کو جسے اُس نے
لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ	اُنکے لئے پسند کیا ہے مستحکم و پایدار کریگا اور خوف کے بعد اُن کو امن
وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ	بخشے گا۔ وہ میری عبادت کرینگے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک
يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْــًٔـا ؕ وَمَنْ	نہ بنائیں گے۔ اور جو اسکے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ
كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾	بدکردار ہیں ﴿۵۵﴾

(سورۃ النور آیت : ۵۵)

صہیب (ؓ) ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ان الفاظ میں فوز و فلاح کی بشارت دیتے ہیں: "ابو یحییٰ نے نفع بخش تجارت کی...... ابو یحییٰ نے نفع بخش تجارت کی"۔

"بدر" اس یقین محکم اور ان پر خلوص مہاجرین و انصار کے عزم و حوصلہ کی روشن علامت اور ان ایام کی واضح نشانی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کو دار الامن قرار دے رہے تھے، مہاجرین اور انصار کے درمیان رشتہ اخوت قائم فرما رہے تھے، مدینہ منورہ کے ارد گرد رہائش پذیر قبائل سے صلح کے معاہدے فرما رہے تھے، دشمنوں کے عزائم سے باخبر رہنے کے لئے مسلمانوں کی متعدد چھوٹی بڑی جماعتوں کو ان کی نقل و حرکت کی نگرانی کے لئے روانہ فرما رہے تھے اور ان کے قافلوں کی ناکہ بندی کا حکم صادر فرما رہے تھے تاکہ اہلِ

ایمان پر عرصہ حیات تنگ کرنے والوں اور انہیں مالی طور پر تہی دست کرنے والوں کے مظالم کا حساب چکایا جائے۔

یہ سب ایک عظیم میدان اور جی دار سورماؤں کی تیاری کا نقش اول تھا۔

"بدر" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انہیں اہداف اور حکیمانہ طرز عمل کا بھرپور اظہار تھا۔

اس دن کو یاد کریں جب ایام حج میں اوس و خزرج کے چند افراد رات کی تاریکی میں چھپتے چھپاتے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات حاصل کرتے ہیں اور آپ سے نصرت، دفاع، جان و مال کی قربانی کا عہد کرتے ہیں، اور ان کے وعدہ کی سچائی عقبہ کے شیطان کے اضطراب میں بے انتہا اضافہ کر دیتی ہے اور وہ رات کو چیخ چیخ کر اہل شرک کی نیندیں حرام کر دیتا ہے کہ کسی طرح یہ بیعت، یہ عہد و پیاں ختم کر دیا جائے۔

یہ بیعت دراصل اس جہاد کا عہد تھا جسے "بدر" نے حقیقت کا روپ دیا۔

اور اس دن کو یاد کریں جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اور اس کے رسُول کے انصار، پیکرانِ وفا سے رائے طلب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لوگو! مجھے قریش کے لشکر اور قریش کے قافلے کے متعلق مشورہ دو" تو انصار کا با اعتماد نقیب صدق و وفا کا ترجمان بن کر کھڑا ہوتا ہے، بیعت عقبہ کے پاکیزہ عہد کی تجدید کرتے ہوئے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے صدق و وفا کا ان الفاظ میں اظہار کرتا ہے۔

> "یا رسُول اللہ! ہم آپ پر ایمان لائے، ہم نے آپ کی تصدیق کی اور ہم نے اس پر آپ سے پختہ عہد و پیمان کئے ہیں آپ ہماری طرف سے جس سے چاہیں صلح فرمائیں اور جس سے چاہیں جنگ کریں، ہمارے اموال میں سے جو چاہیں لے لیں اور جو چاہیں چھوڑ دیں۔ آپ جو کچھ لیں گے وہ ہمیں چھوڑے ہوئے سے زیادہ محبوب ہوگا، ہم آپ کے ساتھ رہ کر کل دشمن سے مقابلہ کرنے کو ناپسند نہیں کرتے، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپ ہمیں سمندر کے پاس لے جائیں اور خود اس میں داخل ہو جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ سمندر میں داخل ہو جائیں گے اور ہمارا کوئی فرد بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم گھمسان کی جنگ میں صبر کرنے والے ہیں، دشمن سے دوبدو مقابلہ میں سچائی کا اظہار کرنے والے ہیں، ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے وہ کچھ

دکھائے گا جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی"۔

اس عہد وفا کی پاسداری پر "بدر" کا ہر مجد گواہ ہے، بدر کے میدان میں انصار نے اس کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے دشمنانِ خدا کی مبارزت طلبی پر حق کی خاطر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ ایمان پر فداکاری کے لئے اپنے اشراف کو پیش کر دیا۔ لیکن اہلِ شرک کے ناخداوں نے انصار کی پیش کش مسترد کر دی اور اپنے ہم قبیلہ قریشی اہلِ ایمان کو مقابلے کی دعوت دی۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بنو ہاشم کے مردِ میدان آپ کے عم محترم شیرِ خدا حضرت حمزہ اور آپ کے عم زاد بھائی عبیدہ بن الحارث بن المطلب اور علی بن ابی طالب حیدر کرار لشکرِ اسلام پر اپنی جانیں نچھاور کرنے کے لئے مقابلہ کا چیلنج قبول کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ قریبی عزیز اور سرداران قبیلہ سچی فداکاری اور عزم محکم کی بدولت کفر کے سرغنوں کو خاک و خون میں لوٹا دیتے ہیں۔ اور ان کا پلٹ پلٹ کر حملے کرنا "بدر" کی فتح کا عنوان بن جاتا ہے۔

اس دن کا منظر چشمِ تصور میں لایئے حضرت عبدالرحمان بن عوف کے دائیں بائیں انصار کے دو نو عمر جوان صف بستہ ہیں حضرت عبدالرحمن ان کی کم سنی اور لڑائی میں عدم مہارت کا سوچ کر اپنے دائیں بائیں دو کڑیل، جنگ آزما جوانوں کی تمنا کرتے ہیں، کہ وہ دونوں اس امت کے فرعون اور کفر کے امام ابو جہل کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ اب عبدالرحمن پر یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ نو عمری اور کمسنی کے روپ میں وہ کتنے بلند ہمت شہ زوروں کے درمیان کھڑے ہیں اور بے ساختہ ان نازک بدن نوجوانوں کے متعلق کہہ رہے ہیں "میں نے ایسا محسوس کیا کہ میں دو پہاڑوں کے درمیان ہوں" "بدر" کے بہادروں کی یہی تصویریں اور سراپا تھے۔

دیدۂ بینا سے اس وقت کا نظارہ کریں سواد بن غزیہ کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا ہے، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پیٹ پر چھڑی کی ہلکی سی ضرب لگا کر فرماتے ہیں "سواد برابر ہو جاؤ" سواد کہہ رہے ہیں یا رسُول اللہ! آپ نے مجھے تکلیف دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے مجھے بدلہ چاہیے۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواد کے سامنے اپنے شکم مبارک سے قمیص ہٹا دیتے ہیں تاکہ وہ بدلہ لے لے، سواد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم اطہر سے لپٹ جاتا ہے اور بوسے لینے لگتا ہے، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرماتے ہیں، سواد یہ کیا؟ سواد عرض کرتے ہیں یا رسُول اللہ ﷺ! آپ کو معلوم ہے اس وقت میدانِ جنگ میں سربکف کھڑا ہوں میری تمنا تھی کہ میری آپ سے آخری ملاقات اس طرح ہو کہ میرا

جسم آپ کے جسم اطہر سے مس ہو جائے" ایسی لاثانی محبت کی پردہ کشائی "بدر" ہی کی مرہونِ منت ہے۔

وہ دن جب تین سودس کے قریب انسان جن کی بڑی تعداد اسلحہ سے محروم تھی سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مقابلے میں ڈٹی ہوئی تھی۔ ان میں صرف ایک گھڑ سوار تھا اور صرف ستر افراد کو زرہیں نصیب تھیں، سامنے ایک ہزار کے قریب کیل کانٹے سے لیس مشرکین کا لشکر صف آرا تھا، دونوں لشکروں میں اتنے واضح فرق کے باوجود نصرت الٰہی نے کم تعداد نہتے لشکر کو کثیر تعداد مسلح لشکر پر فیصلہ کن فتح عطا فرمائی...... سو "بدر" کا دن فتح مبین اور نُصرت الٰہی کا دن ہے۔

"بدر" سے پہلے معاملہ شک میں تھا لوگ متردد تھے کفر پھلتا پھولتا نظر آتا تھا، باطل بظاہر سر بلند دکھائی دیتا تھا، یہاں وہاں کے قبائل اور لوگ تصویر حیرت بنے ہوئے تھے، ان کی قیاس آرائیاں دشمنانِ دین کی یقینی فتح سے آگے اور کچھ نہیں دیکھتی تھیں۔ یہود نامسعود مسلمانوں کی تباہی و بربادی کی آس لگائے بیٹھے تھے کہ "بدر" کا دن آگیا۔ حجت واضح ہوگئی، شکوک و شبہات اپنی موت مر گئے، اہلِ ایمان نصرت الٰہی سے شاد کام ہوئے، ایک فیصلہ کن اور تاریخ ساز معرکہ قرآنی الفاظ میں "یوم الفرقان" بن گیا۔ "بدر" کے دن نے حق اور باطل کے درمیان انمٹ امتیازی لکیر کھینچ دی۔

واقعہ بدر پر صدیاں گذر چکیں اب بھی جب کبھی اہل اسلام مصائب و آلام اور دشمنانِ اسلام کی ریشہ دوانیوں کا شکار بنتے ہیں انہیں یوم بدر ہی کی یاد آتی ہے، اور جب کبھی فتح و نصرت سے ہمکنار ہوتے ہیں تو یوم بدر کی مثال کا ذکر کبھی نہیں بھولتے اور جب بھی کسی کٹھن منزل تک رسائی کا ارادہ کرتے ہیں "بدر" کے ولولہ انگیز لمحات سے ولولۂ تازہ حاصل کرنا نہیں بھولتے۔

مسلمانوں کی طویل تاریخ میں عزت و کرامت کے ایسے کتنے ایام ہیں کہ جب وہ "بدر" کے ماہِ محترم، ماہِ رمضان میں دشمنوں سے مقابلے کے لئے نکلے، واقعہ بدر کا ہر پہلو اُن کی نظروں میں سمارہا تھا، وہی سچے جذبے اور وہی تازہ ولولے تھے، نتیجۃً نصرتِ الٰہی ان کی دستگیری کو آئی، حطین اور عینِ جالوت جیسے کفر و اسلام کے معرکے اس کی روشن مثالیں ہیں۔ "بدر" کی مثالوں نے انہیں عزت و کرامت سے سرفراز کر دیا اور ان کی آنکھوں پر پڑے غفلت کے پردے سرک گئے۔

ہم جب کبھی یہ معطر ذکر کرتے ہیں اور عزت و فرحت سے ہمکنار ہوتے ہیں ہمارے قلوب و اذہان میں نصرتِ الٰہی کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و توقیر اور مسلمانوں کی قدر و

منزلت فزوں تر ہو جاتی ہے۔ اس روشن و تاباں تاریخ سے ہمارے دل راحت آشنا ہوتے ہیں، ہمارے دل و دماغ شرف و کرامت سے لبریز ہو جاتے ہیں اور ہمارے سر فخر سے بلند ہو جاتے ہیں۔

ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم "بدر" سے سبق حاصل کریں، اپنے ماحول کو بدری ماحول میں رنگیں، اپنی اولاد کو "بدر" کے ہر پہلو سے روشناس کریں اور "بدر" کے فضائل کو ہمہ وقت پیش نظر رکھیں جیسا کہ شاعر کہتا ہے :

"بدر کا بار بار ذکر کرو شاید کہ اس کی رونق نصیب ہو اور اپنے دنوں کو اس دن جیسا بناؤ"

بدر کی پکاروں سے اپنی روح کو لبریز کر لو اور اسی کی رہنمائی میں عزت و وقار حاصل کرو۔

بدر کا بار بار ذکر شاید کہ ہمیں بدر جیسی عزت عطا کر دے اور ہمارے نفوس کو صبر کی دولت مل جائے۔

اللہ ہی عزائم و ارادوں کا پشتی بان ہے اور اسی کی ذات صراطِ مستقیم کی ہادی ہے۔

محمد عبده يماني

۱۷ / رمضان ۱۴۱۳ھ

بدر

اس کتاب کی تکمیل کے بعد میں نے سوچا کہ میں بدر کے متعلق حتی الوسع جامع معلومات فراہم کروں، بدر کے شہر کا محل وقوع، اس کی تاریخ، غزوہ بدر کا سبب، بدر کی موجودہ حالت، بدر کے آثار قدیمہ، تاکہ کتاب کے وہ قاری جن کے لئے اس مبارک شہر کی زیارت ممکن نہیں ہے ان کو تمام ممکنہ معلومات فراہم کر دی جائیں اور وہ بدر کے محل وقوع، بدر کی وجہ تسمیہ، غزوہ بدر کے لئے اس کے انتخاب، قرآن مجید میں بدر کے اذکار جیسی بعض اہم اور بنیادی باتوں سے واقف ہو جائیں، اور انہیں معلوم ہو جائے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام کہاں تھا اور یہ کہ آتے جاتے وقت آپ نے کون سے راستوں سے سفر فرمایا وغیرہ۔

اس سلسلہ میں میرا متعدد بار "بدر" میں جانا ہوا اور میں نے ہر قابل ذکر جگہ کی تصویر کشی کی اور اسے محترم قاری کی آسانی کے لئے الفاظ اور تصاویر کی مدد سے واضح کرنے کی کوشش کی۔ مثلاً "عدوۃ الدنیا" کہاں ہے، اس کی طبیعی ساخت کیا ہے؟ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "العدوۃ الدنیا" میں کہاں قیام پذیر رہے، "کثیب الحنان" کہاں ہے، اور "العدوۃ الدنیا" سے اس کی کیا نسبت ہے؟۔ "العدوۃ القصویٰ" کیا ہے۔ اور بدر میں اس کا محل وقوع کیا ہے؟ "العدوۃ القصویٰ" کی طبیعی ساخت کیسی ہے؟

"العقنقل" کہاں ہے؟ لشکر قریش کا پڑاؤ کہاں تھا؟ معرکہ کہاں ہوا؟ وہ کنوئیں کہاں تھے جنہیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پاٹ دیا گیا؟ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ حوض کہاں تیار کرایا تھا جس سے صحابہ کرام جنگ کے دوران اپنی پیاس بجھاتے رہے؟ وہ کنواں کہاں تھا جس میں قریش کے مقتولین کے جسم پھینکے گئے؟

وہ سائبان (عریش) کہاں تھا جہاں سے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان جنگ کا منظر ملاحظہ فرماتے رہے، آج کل اس عریش کی کیا کیفیت اور حالت ہے۔

صرف یہی نہیں میں نے "بدر" کے شہر کی فضائی تصاویر لیں اور وہاں کے ہر نقش کو اجاگر کیا، دقتِ نظر سے اہلِ اسلام کے لشکر کی قیام گاہ کی تعین کی، اسی طرح لشکر قریش کی جائے قیام، میدان جنگ، مبارزت طلبی کا مقام، گھمسان کی جنگ، تابڑ توڑ حملوں اور قریش کے فرار کے راستے، نیز تیر اندازوں کی جگہ اور دونوں

لشکروں کی مڈبھیڑ کے مقام کے تعین میں ہر ممکن کوشش کی۔

پھر میں نے موجودہ شہر بدر کی فضائی تصاویر لیں، بدر کے متعلق بنیادی معلومات فراہم کیں، شہر کا محل وقوع، آبادی، علاقے کی طبعی ساخت، توسیع اور پھیلاؤ، معدنیات، شہر کے باشندوں کا مزاج، پانی کی فراہمی کے ذرائع و وسائل، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی بدر میں تشریف آوری کے وقت یہاں رہائش پذیر قبائل اور آج کل یہاں رہائش پذیر قبائل کا ذکر اور ان کی تعیین۔

اس کے بعد میں نے معرکہ کی تفاصیل قلم بند کی ہیں۔ اور پوری تندہی سے موضوع سے متعلق تمام امور کو شرح و بسط سے واضح کرنے کی کوشش کی ہے، ان اسباب کو بیان کیا ہے جن کے باعث رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے قریش کے قافلہ کا ارادہ فرمایا، قریش مکہ کو خوف میں مبتلا کیا اور اس کارروائی سے انہیں پیغام دیا کہ اہل ایمان مدینہ طیبہ میں کمزور اور خوف زدہ افراد نہیں۔ قریش انہیں لقمۂ تر نہ سمجھیں اور پہلے کی طرح اس غلط فہمی کا شکار نہ ہوں کہ وہ ہجرت سے قبل مسلمانوں سے جس طرح سلوک کرتے رہے ہیں اب بھی انہیں مسلمانوں کے ساتھ دست درازی کی اجازت دی جائے گی۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی مجاہدین اسلام کے ساتھ یہ روانگی جنگی نقطہ نظر سے نہایت اہم اور وقت کی ضرورت تھی۔

میں نے توفیق الٰہی سے اس پر سیر حاصل بحث کی ہے اور ان لوگوں کے سامنے حالات کی صحیح اور سچی تصویر پیش کی ہے جو اپنی کورباطنی، تنگ نظری اور تعصب کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی اس کارروائی کو غلط انداز میں پیش کرتے ہیں اور اسے پرامن قافلہ پر ایک طرح کا ڈاکہ قرار دینے کے درپے ہیں۔ وہ اس نقل و حرکت کا پس منظر اور پیش منظر قطعی طور پر نظر انداز کر جاتے ہیں، وہ اہل مکہ کے ہاتھوں مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے تمام مظالم کو فراموش کر دیتے ہیں۔ قریش مکہ نے مسلمانوں پر ظلم و ستم کا ہر حربہ آزمایا، دعوت اسلام کو محدود کرنے کی ہر ممکن سعی کی، بالآخر مسلمانوں کو ہجرت پر مجبور ہونا پڑا۔

الحمد للہ میں نے اس غزوہ کے تمام شواہد اور دواعی وغیرہ کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے "بدر" کی طرف مسلمانوں کے خروج کو فتح مبین بنا دیا۔

اب اس پیارے شہر کے بارے میں بعض بنیادی معلومات پیش خدمت ہیں۔

بدر کی وجہ تسمیہ

مشہور قول کے مطابق غزوۂ بدر "مقام بدر" کے نام سے موسوم ہے۔ چونکہ یہ غزوہ "بدر" کے مقام پر ہوا اس لئے اسے غزوۂ بدر کہا جاتا ہے۔ "بدر" عرب کے معروف بازاروں میں سے ایک ہے، اہل عرب عموماً اور شام کی طرف سے آنے اور جانے والے قافلے خصوصاً یہاں سے گذرتے اور قیام کرتے تھے، یہاں ہر سال ذی قعدہ کے ابتدائی آٹھ دنوں میں بازار لگا کرتا تھا۔

روایات کے مطابق یہ جگہ بدر بن مخلد بن النضر کی نسبت سے "بدر" کہلاتی ہے۔ بدر کا تعلق کنانہ سے یا ایک اور روایت کے مطابق بنو ضمرہ سے تھا، بدر نے یہاں سکونت اختیار کی تھی جس کی وجہ سے بعد ازاں اس جگہ کا نام بدر پڑ گیا، یہ کم آبادی والی ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہاں بدر بن قریش نے کنواں کھودا تھا یہ کنواں اپنے مالک بدر کے نام سے مشہور ہو گیا پھر پورا علاقہ بدر کہلانے لگا اور بدر کے پانی کے نام سے مشہور ہوا۔ جس شخص نے یہاں کنواں کھودا وہ بنو حارث بن مخلد سے قریش کا ایک فرزند تھا۔ یہ شخص قریش کے قافلوں کی رہنمائی کرتا تھا اور غلہ کی بہم رسانی میں ان کی مدد کرتا تھا۔ اسی کے نام سے یہ علاقہ بدر کے نام سے مشہور ہوا۔

معجم البلدان میں یاقوت حموی "بدر" کے متعلق لکھتے ہیں "بدر" مکہ اور مدینہ کے درمیان، وادی صفراء کے نچلی جانب مشہور پانی (کا چشمہ) ہے۔ اس پانی اور ساحل سمندر کے درمیان ایک دن کا سفر ہے۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں "بدر" مشہور بستی ہے۔ یہ بدر بن مخلد بن النضر بن کنانہ یا بقول دیگر بدر بن الحارث کے نام سے منسوب ہے۔

اس سلسلہ میں اور بھی کئی روایات ہیں، آج کل یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بدر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہاں شفاف پانی کا کنواں تھا۔ چاندنی راتوں میں اس کے پانی میں چاند کا عکس پوری رعنائی کے ساتھ نظر آتا تھا، اسی لئے اسے بدر کے نام سے شہرت ملی (بدر چودھویں رات کے چاند کو کہتے ہیں)

بہر حال یہ مختلف روایات تھیں جو ذکر کر دی گئیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اسماء میں وجہ تسمیہ کا خیال

نہیں کیا جاتا، بدر، غزوہ بدر سے قبل بھی اسی نام سے موسوم اور مشہور تھا لیکن غزوہ بدر کے بعد اس کی شہرت کو چار چاند لگ گئے اور تاریخ کے اوراق میں اسے اہم ترین مقام حاصل ہو گیا۔ "بدر" ہی میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نصرت و کامیابی عطا فرمائی، اپنا وعدہ پورا فرمایا، اپنے لشکر کو فتح یاب فرمایا اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کو عزت و کرامت سے نوازا، شرک اور اہل شرک کو ذلیل و رسوا کیا، تب سے بدر کی شہرت آسمان کی بلندیوں کو چھونے لگی اور اس کا ذکر اسی شرفِ عظیم کے حوالے سے کیا جانے لگا اور انشاء اللہ تا قیامت اسی حوالے سے بدر کا ذکر برابر جاری رہے گا۔
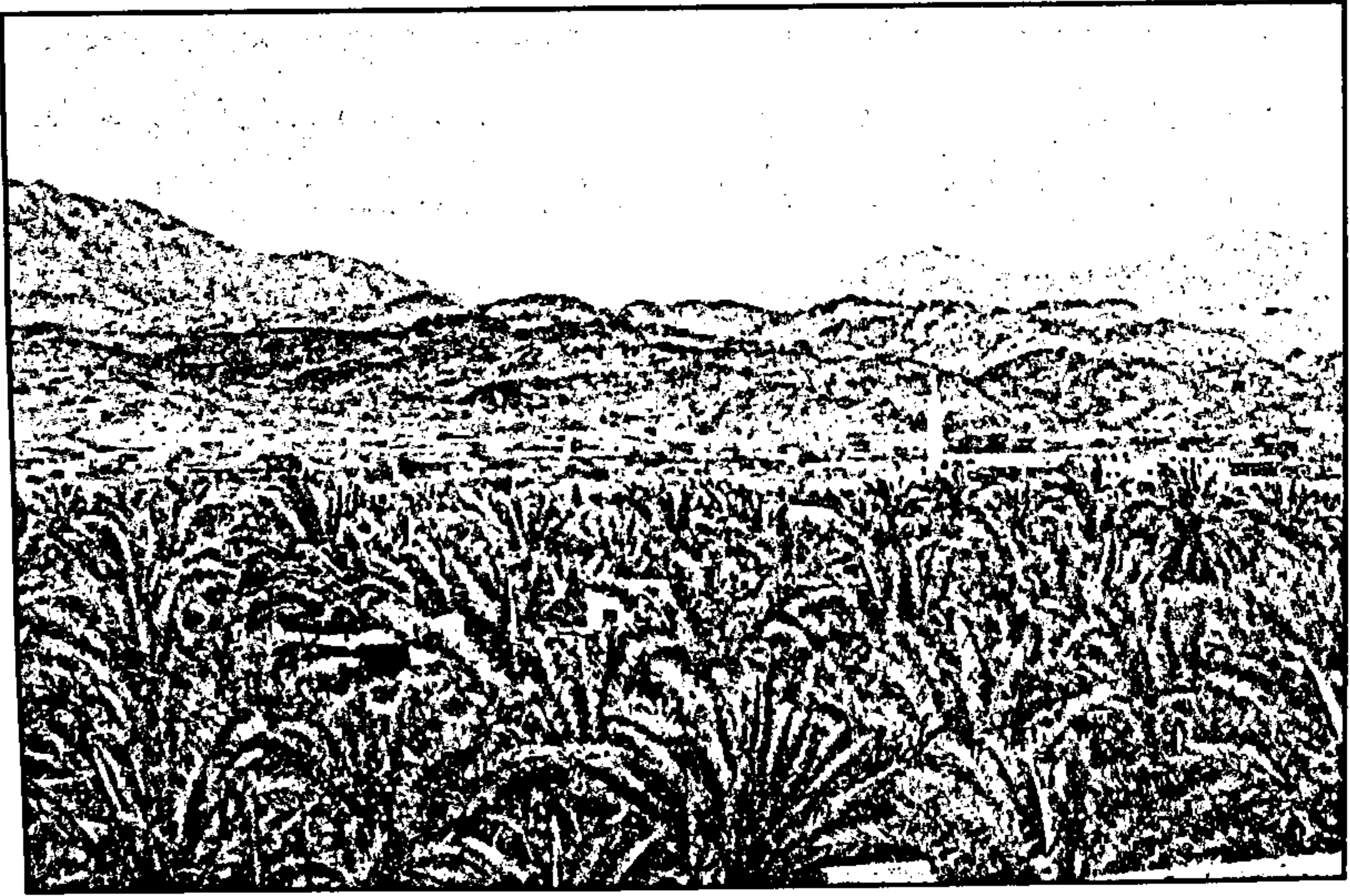
نخلستان کے پیچھے بدر کا شہر

شاہراہ مکہ سے بدر میں داخلے کا راستہ
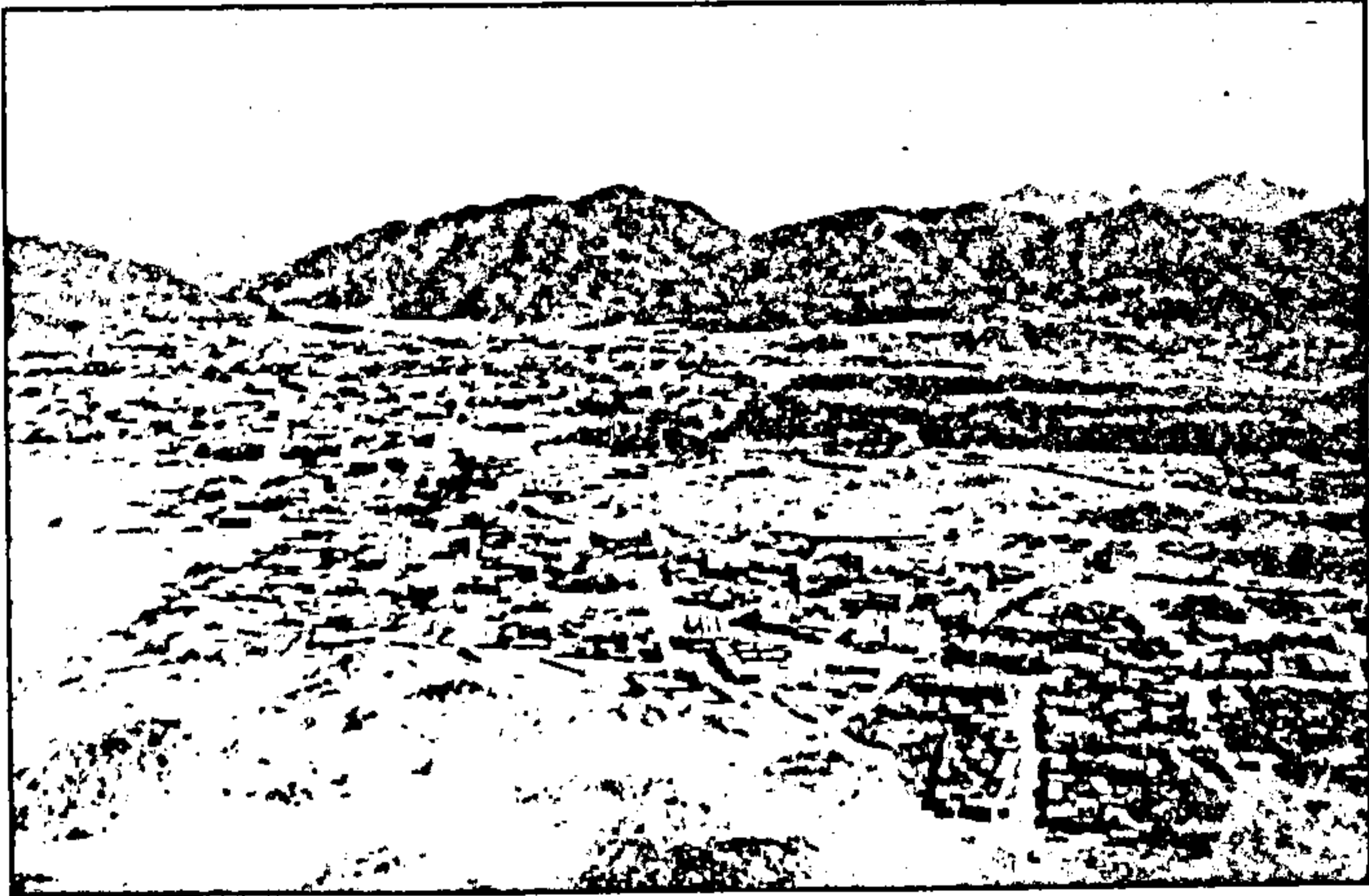
بدر کا فضائی منظر

"بدر" کا موجودہ محل وقوع

بدر کا شہر جدہ کو مدینہ منورہ سے ملانے والی شاہراہ پر واقع ہے، بدر مدینہ منورہ سے جنوب مغرب میں ۱۵۳ کلو میٹر کے فاصلہ پر اور مکہ مکرمہ سے ۳۰۰ کلو میٹر شمال میں ہے۔

یہ شہر پوری وادی بدر اور وادی صفراء کا مرکز ہے اور مکہ مکرمہ، جدہ اور ینبع جانے والی شاہراہوں کے سنگم پر واقع ہے۔ تفصیل کے لئے شہر بدر کا نقشہ نمبر ا ملاحظہ فرمائیں۔

جو شخص بدر میں داخل ہوتا ہے اسے وادی بدر کے میدان میں ایک پر سکون شہر نظر آتا ہے، مدینہ منورہ کا قدیم راستہ یہیں سے گذرتا ہے، مملکت کے شمال کی طرف اور ینبع وغیرہ کی جانب سفر کرنے والوں کے لئے یہ علاقہ خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ جب آدمی اس شہر کے وسط میں کھڑا ہوا سے مسجد العریش نظر آتی ہے۔ یہ نہایت خوبصورت مسجد ہے اسے ٹھیک اسی جگہ تعمیر کیا گیا ہے جہاں غزوہ بدر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سائبان بنایا گیا تھا۔ یہاں سے انسان شمال کی طرف دیکھے تو "العدوۃ الدنیا" اور اس کے سامنے بلند وبالا "کثیب الحنان" کا نظارہ کر سکتا ہے۔ مسجد العریش سے کثیب الحنان کا فاصلہ ۴ کلو میٹر ہے۔ مسجد العریش اور "العدوۃ القصویٰ" کے کثیب العققل کا فاصلہ ۶ کلو میٹر ہے۔ یہ کثیب (ٹیلہ) جبل کراش کے دامن میں ہے۔ یہاں سے "العدوۃ القصویٰ" اور اس کے سامنے "کثیب العققل" صاف نظر آتے ہیں۔ یہ جگہ بدر کے جنوب مغرب میں ہے۔ لشکر قریش کا پڑاؤ یہیں تھا۔
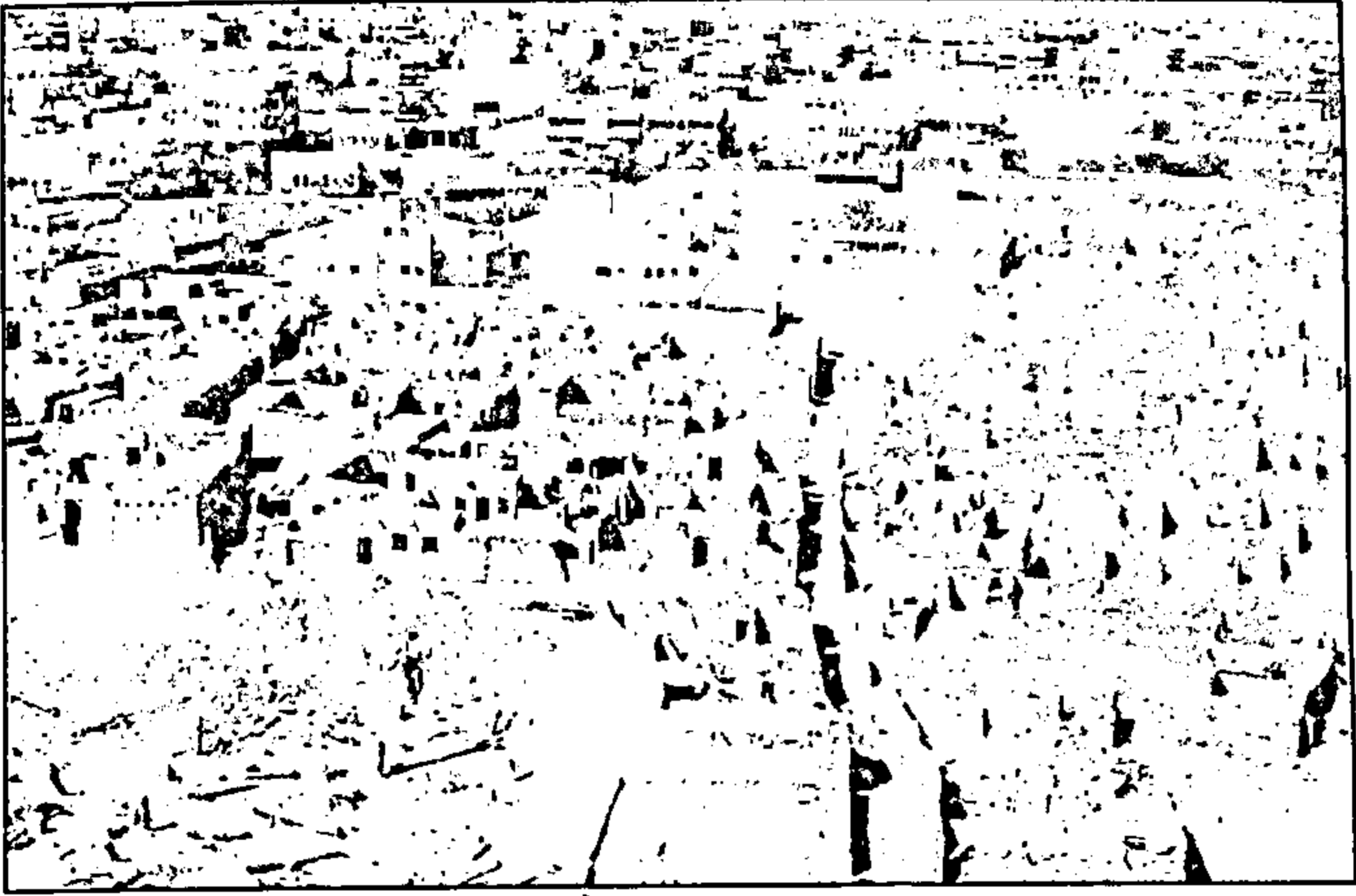
بدر کا پرانا شہر، پیچھے نیا شہر نظر آرہا ہے۔
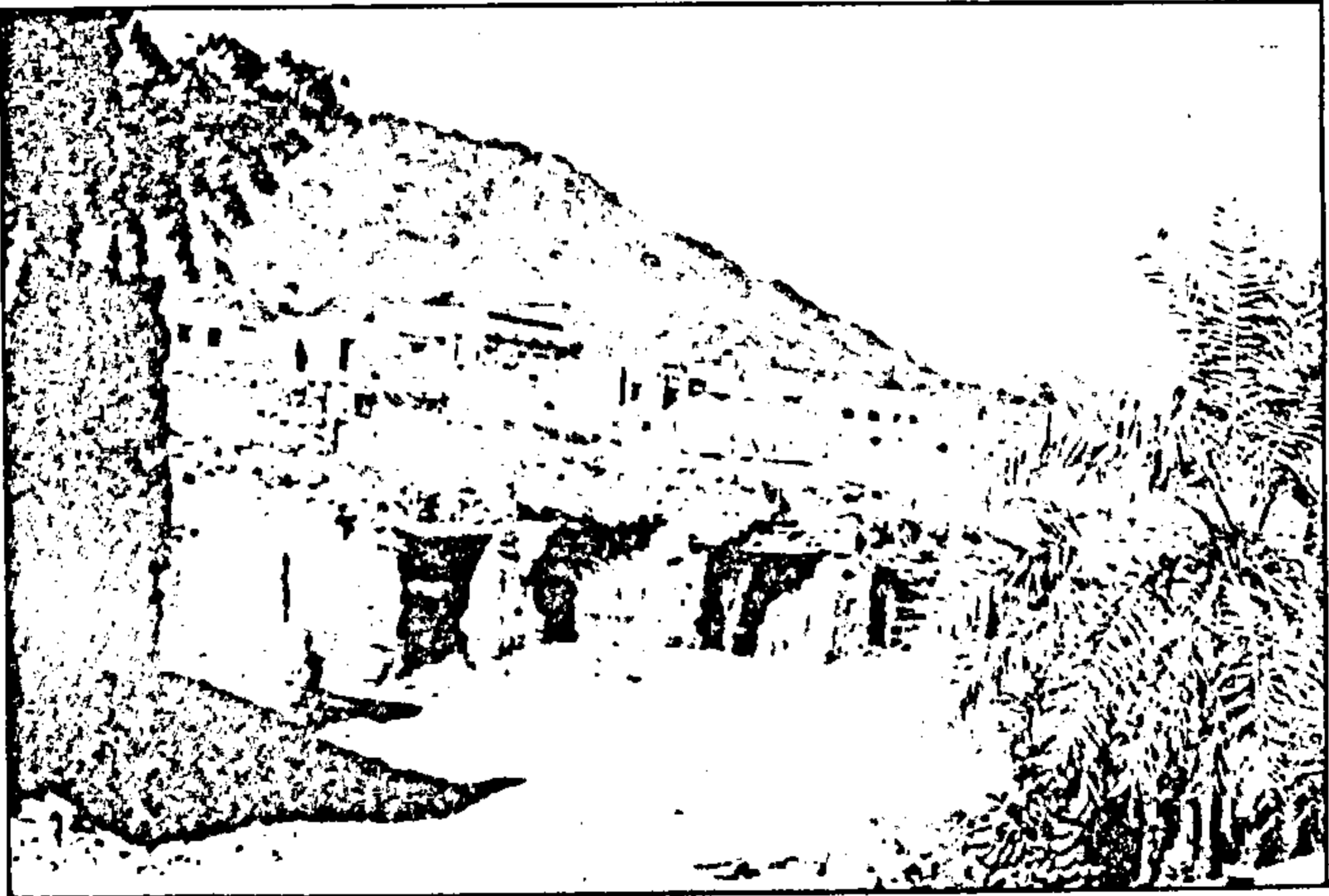
بدر کے قدیم شہر کا ایک حصہ
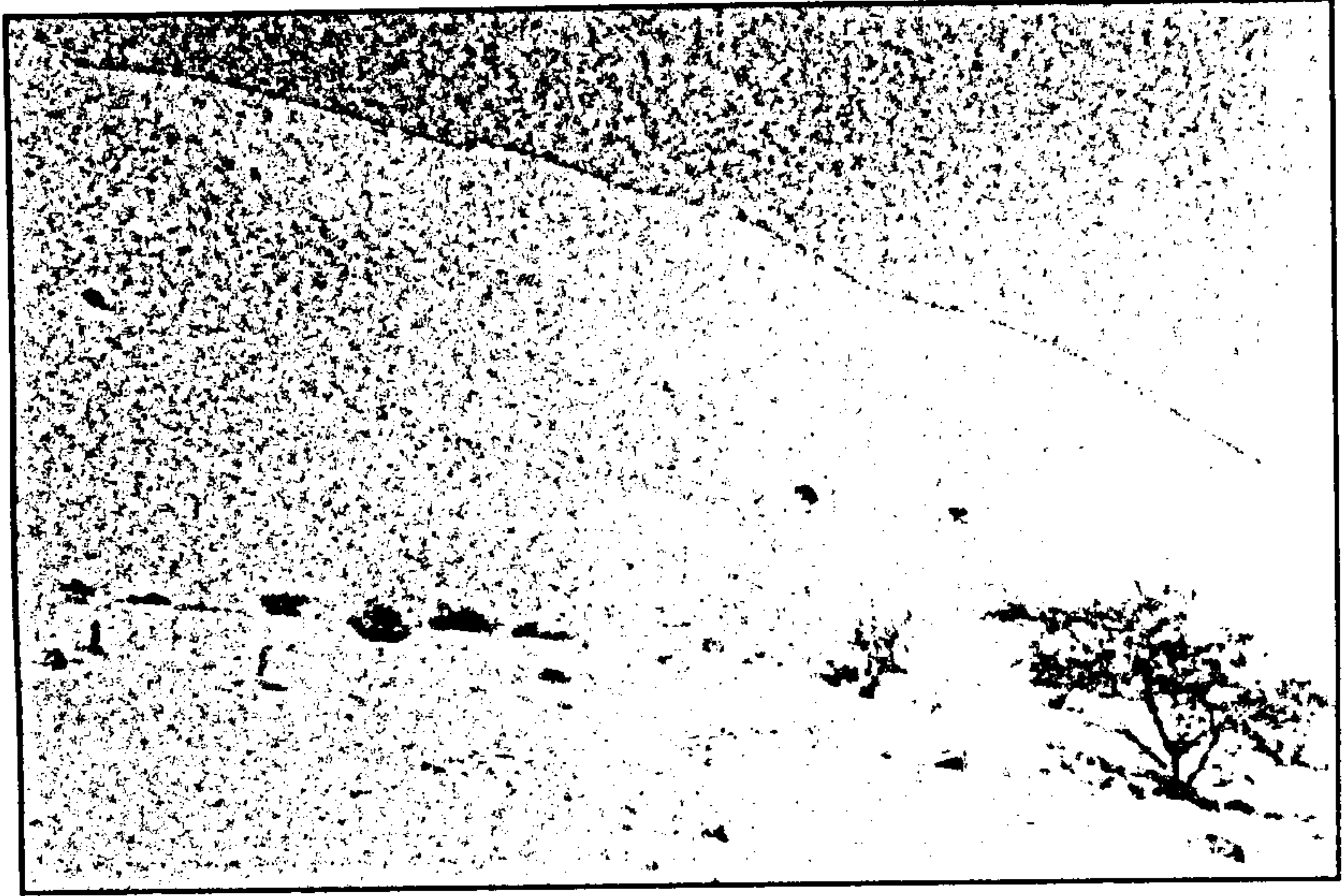
الحنان
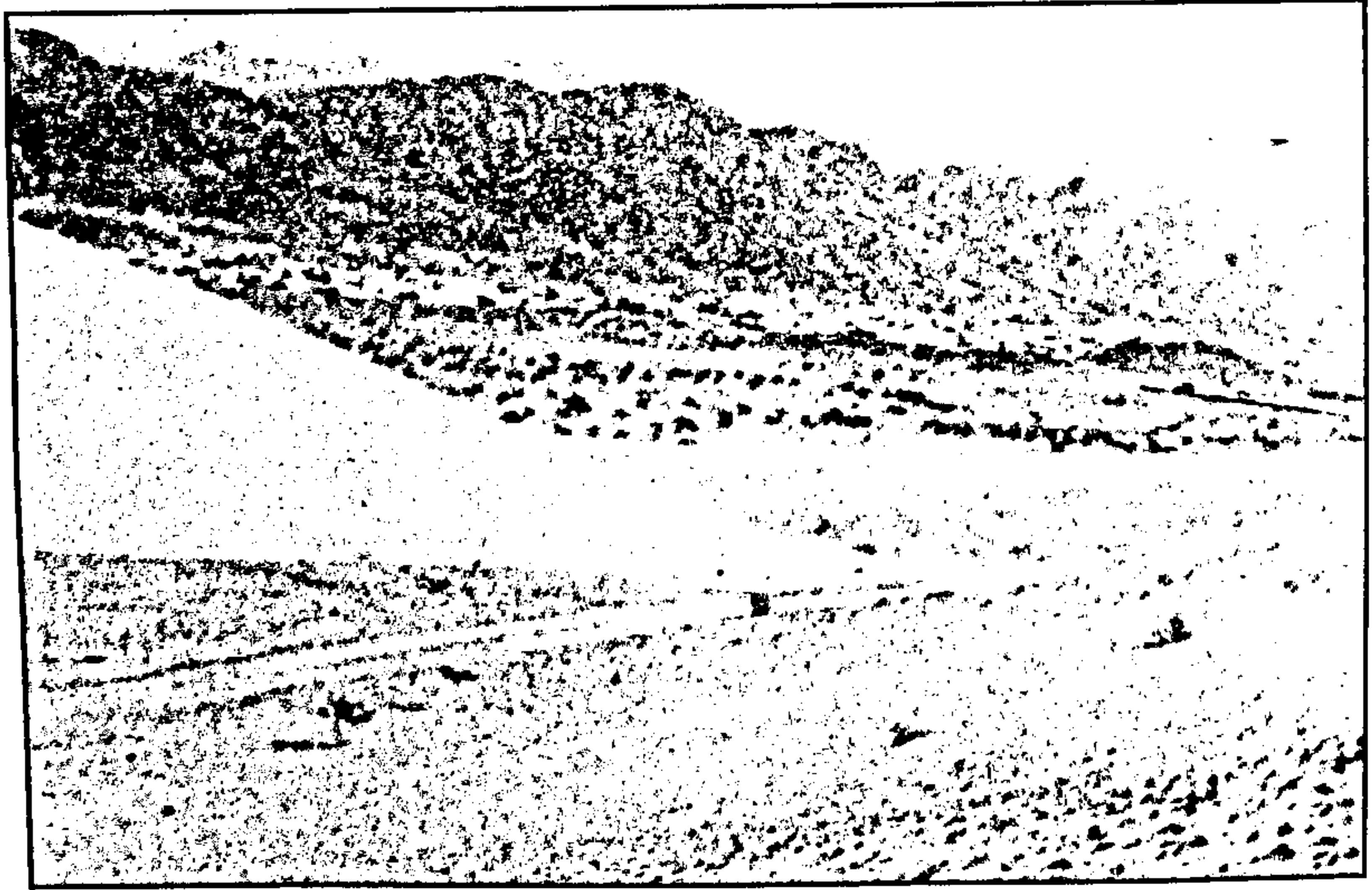
الحنان کی طرف سے بدر کا منظر
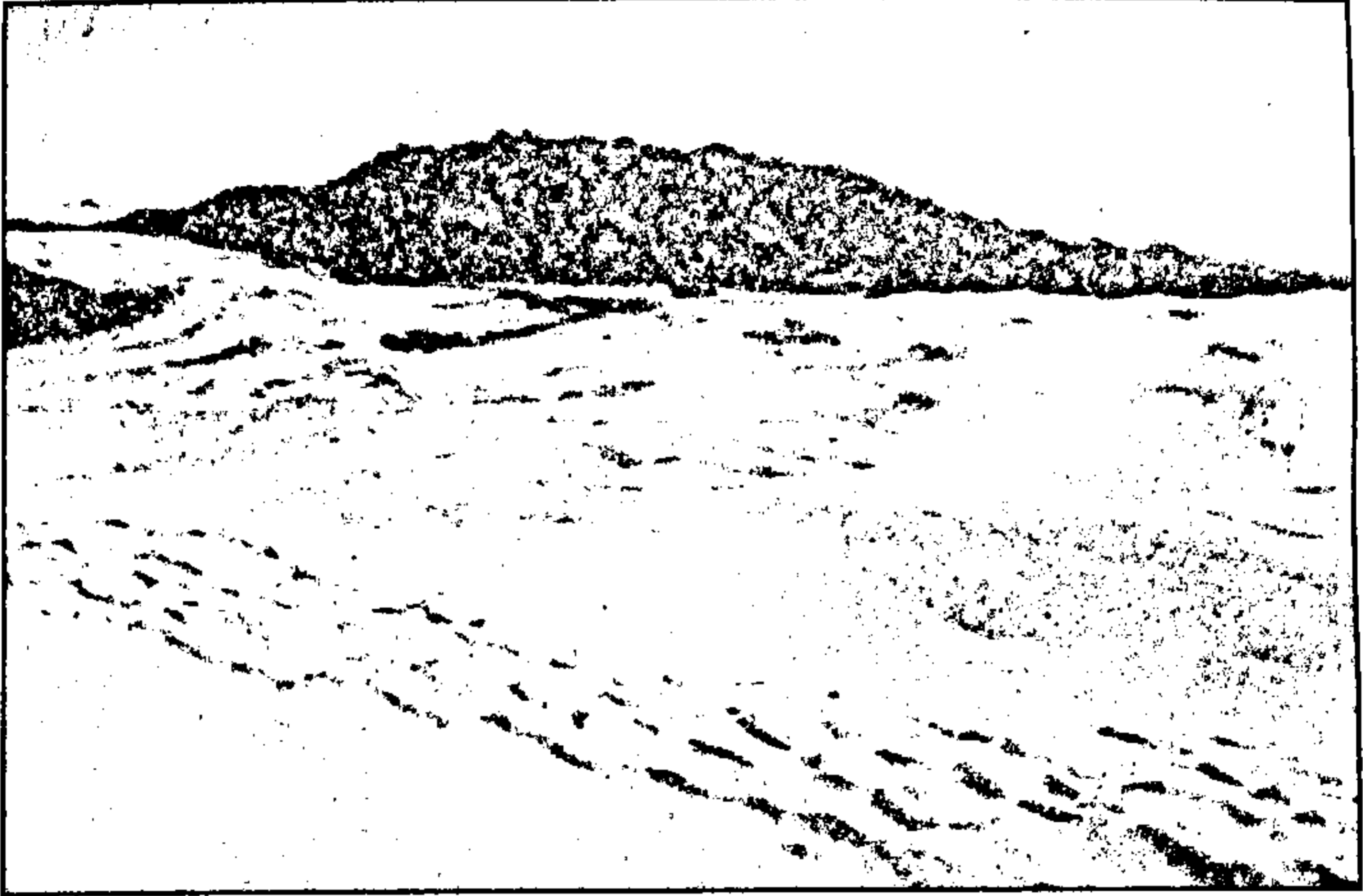
جبل قراش اسود اور عقنقل کا منظر اس کے آخری کنارے پر مشرکین کا پڑاؤ تھا
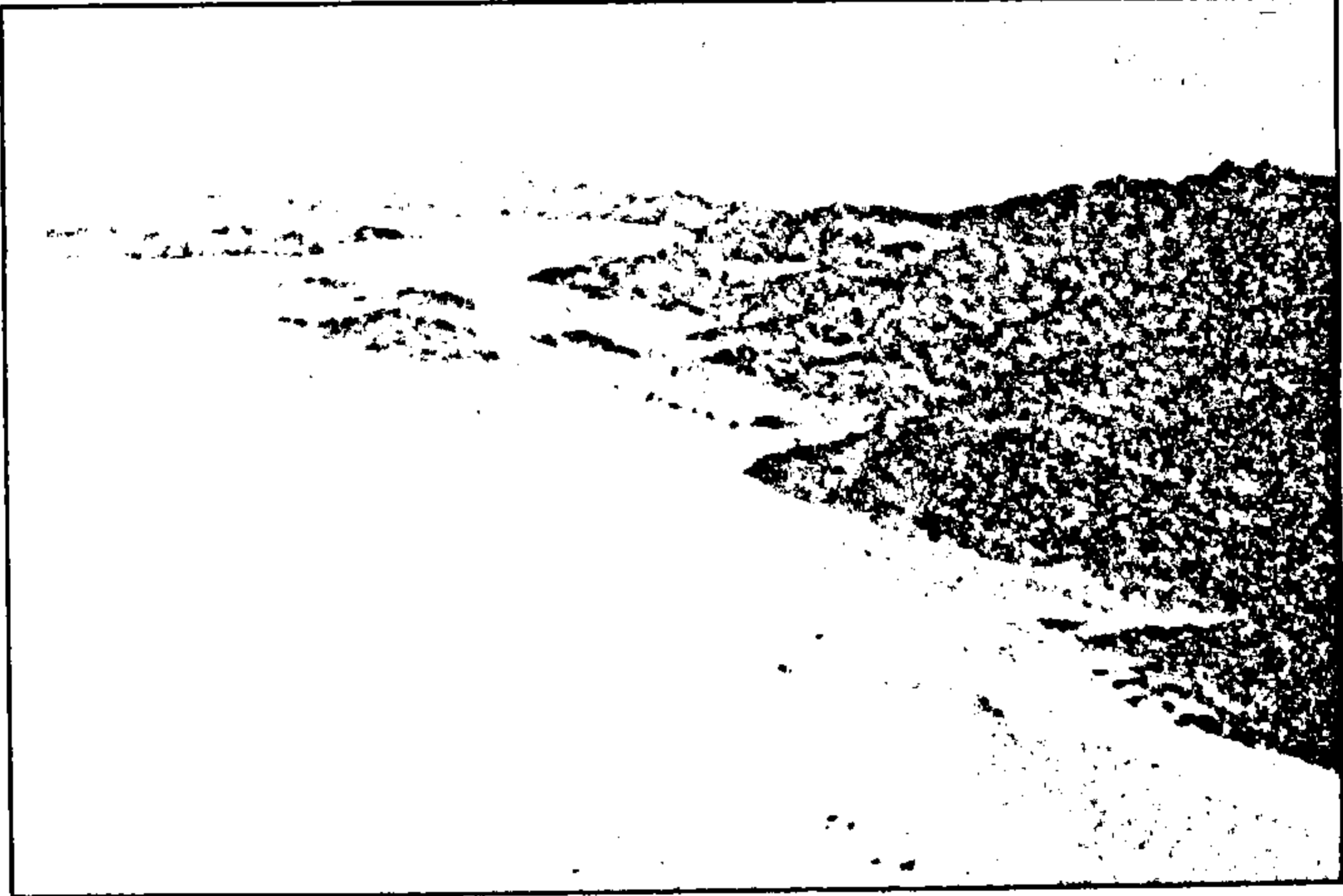
عقنقل کا منظر
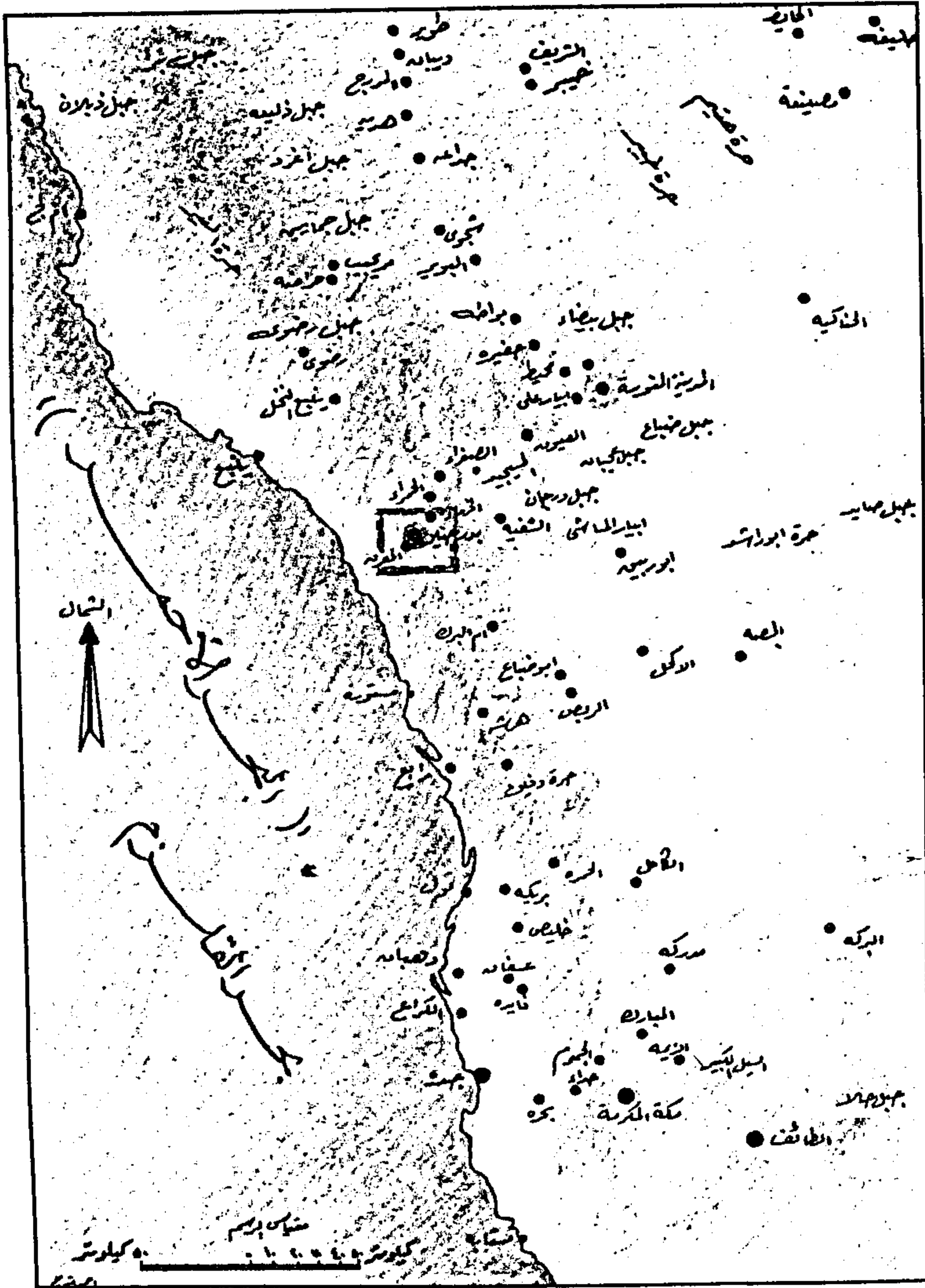
نقشہ نمبر ا۔ جس میں شہر بدر کی نشاندہی کی گئی ہے

عقنقل کا ابتدائی حصہ۔ قریش کے پڑاؤ کا مقام
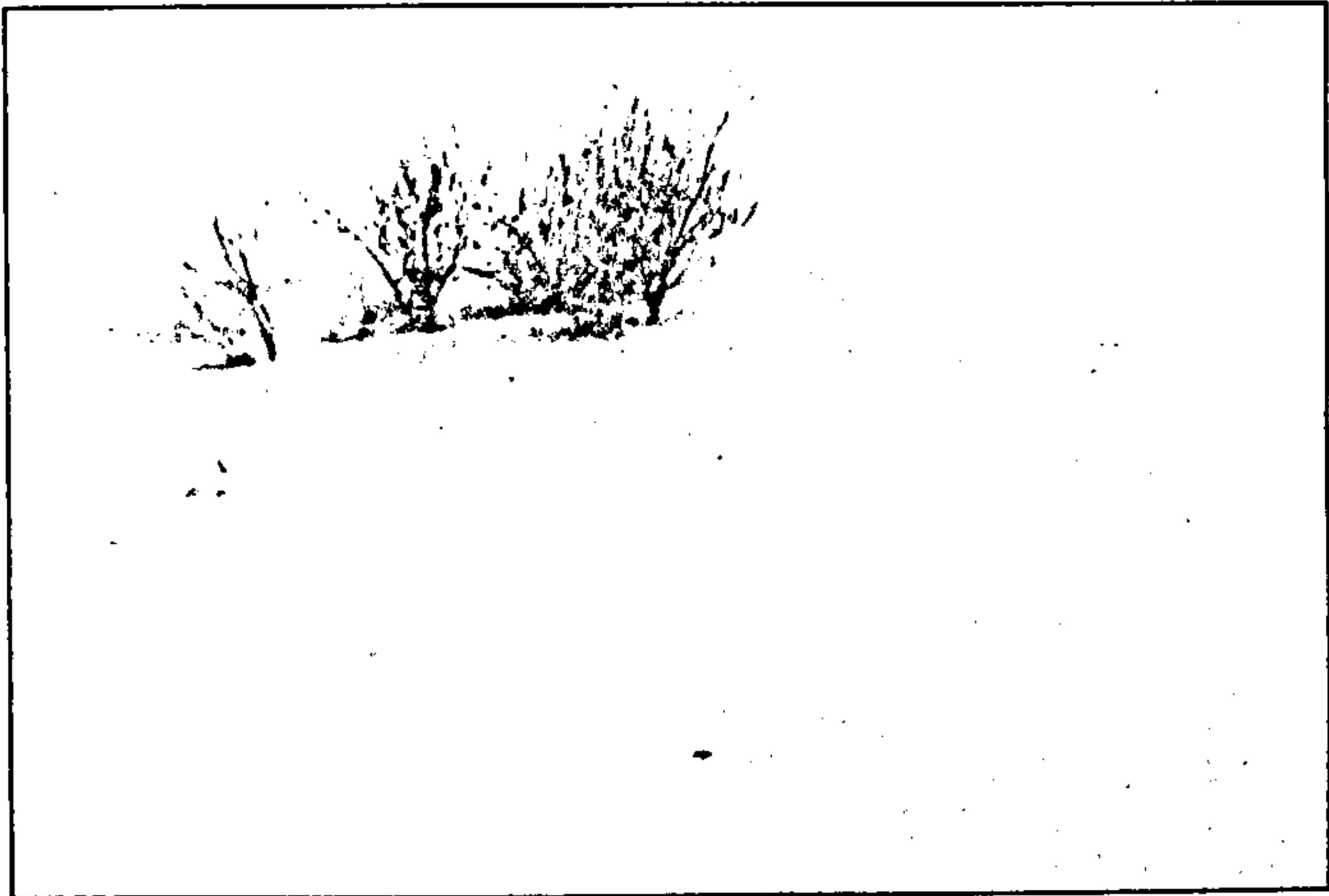
العدوۃ القصویٰ کے درمیان ببول کے درخت

بدر کے انتخاب کی وجہ

بدر میں علم الٰہی اور تقدیر خداوندی کے مطابق پہلا غزوہ ہوا۔ تقدیر الٰہی یہی تھی ورنہ جیسا کہ آپ کو علم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے ارادہ سے نہیں نکلے تھے، تفصیل انشاء اللہ عنقریب آ رہی ہے۔

جب ہم مقام بدر کا گہری نظر سے مطالعہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ بدر کا پانی اہلِ عرب میں ایک معروف اور مشہور مقام تھا۔ یہاں عرب کے بازاروں میں سے ایک بازار لگتا تھا۔ تجارتی قافلے یہاں سے گذرا کرتے تھے۔ شعر و سخن کی مجالس منعقد ہوتی تھیں۔ ذی القعدہ کے اوائل میں یہاں لگنے والے بازار میں اور اس کے بعد یہاں شعر و شاعری اور رقص و سرود کی محافل کا انعقاد ہوتا تھا۔ جس سے اس مقام کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ سے روانگی جنگی حکمت عملی کے مطابق تھی، آپ قافلے سے مڈبھیڑ چاہتے تھے اور قریش کو مرعوب کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اور اہلِ مکہ نے مُسلمانوں کے جن مال و اسباب اور ذرائع معاش کو لوٹ لیا تھا اس کی تلافی کا خیال رکھتے تھے۔ لیکن مراد الٰہی یہ تھی کہ قافلہ ابو سفیان کی رہنمائی میں مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جائے۔ چنانچہ ابو سفیان راستہ بدل کر بحر احمر کے ساتھ ساتھ بڑی تیزی سے سفر کرتے ہوئے قافلہ کو بچالے گیا۔ ورنہ عین ممکن تھا کہ بغیر جنگ کئے قافلے پر قبضہ کر لینے سے قریش کی معاشی خوشحالی زبوں حالی کا شکار ہو جاتی اور ان کی تاجرانہ شوکت کی کمر ٹوٹ جاتی اور یہ خبر پورے عرب میں پھیل جاتی جس سے گرد و نواح میں اور خود اہلِ مکہ میں مدنی لشکرِ اسلام کی قوت و شوکت کی دھاک بیٹھ جاتی۔

دوسری جانب ابو جہل "بدر" تک پہنچنے کے لئے بضد رہا وہ "بدر" میں قیام کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ تاکہ اپنی طاقت و قوت کا مظاہرہ کرے اور مسلمانوں کو کم ہمت اور بزدل ثابت کر سکے۔ چنانچہ جب اسے قافلے کے بچ نکلنے کی خبر مل گئی تب بھی اس کا یہ اصرار رہا کہ انہیں ہر حالت میں بدر تک جانا چاہئے اور اپنی قوت و طاقت کا بھرپور مظاہرہ کرنا چاہئے اور اس نے اپنے وہ مشہور جملے کہے جن جملوں نے اسے اور اس کی قوم کو ہلاکت اور رسوائی سے ہمکنار کر دیا۔ اس نے کہا: "بخدا ہم ہرگز واپس نہیں ہوں گے ہم بدر کے پانی پر جائیں گے وہاں

تین دن قیام کریں گے، اونٹ ذبح کریں گے، طعام و شراب کی مجالس منعقد کریں گے اور گانے بجانے کی محافل سجائیں گے، اہلِ عرب ہماری آمد اور اجتماع کی خبریں سنیں گے اور پھر انہیں کبھی بھی ہمیں خوف زدہ کرنے کی مجال نہ ہو گی"۔(۱)

قرآن مجید میں اس کی حکمت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔

إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ وَلَٰكِن لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۴۲﴾

جس وقت تم مدینے سے قریب کے ناکے پر تھے اور کافر بعید کے ناکے پر اور قافلہ تم سے نیچے (اتر گیا) تھا۔ اور اگر تم (جنگ کیلئے) آپس میں قرارداد کر لیتے تو وقت معین (پر جمع ہونے) میں تقدیم تاخیر ہو جاتی لیکن خدا کو منظور تھا کہ جو کام ہو کر رہنے والا تھا اُسے کر ہی ڈالے تاکہ جو مرے بصیرت پر (یعنی یقین جان کر) مرے اور جو جیتا رہے وہ بھی بصیرت پر (یعنی حق پہچان کر) جیتا رہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ خدا سنتا جانتا ہے ﴿۴۲﴾

(سورہ الانفال۔ آیت ۴۲)

میدان بدر کا انتخاب اور یہاں معرکہ آرائی اور جنگ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قافلے کی تلاش میں نکلے...... اور قریش قافلے کے بچاؤ اور مسلمانوں پر رعب ڈالنے اور شان و شوکت کے اظہار کے لئے نکلے تاکہ چند دن "بدر" میں قیام کر کے اور رقص و سرود کی مجلسیں سجا کے شراب و کباب سے دل بہلا کے وہ پورے علاقے پر اپنی ہیبت کا سکہ بٹھا سکیں اور پھر گردنیں تانے مکہ مکرمہ کو لوٹ جائیں۔

لیکن ارادہ الٰہی نے وقت اور جگہ کی تعیین فرمادی، دونوں لشکروں کے باہم ٹکرانے اور فیصلہ کن جنگ کو لازم فرمادیا۔ اور پھر نتیجہ سابق علمِ الٰہی کے عین مطابق بر آمد ہوا۔ اس غزوہ کے لئے میدان بدر کا انتخاب اللہ تعالیٰ کے اختیار سے تھا اور اللہ تعالیٰ ہی نے میدان بدر کو اس غزوہ سے شرفِ امتیاز عطا فرمادیا۔

---

(۱) سیرت ابن ھشام ج ا صفحہ ۶۱۸

بدر میں سکونت پذیر قدیم قبائل

بدر میں زمانہ قدیم میں کون سے قبائل آباد تھے، خصوصاً غزوہ بدر سے قبل یہاں کن قبائل کی رہائش تھی؟ اکثر مورخین کہتے ہیں یہ غِفار کا علاقہ تھا یہاں غِفاری قبائل آباد تھے اور یہاں کا پانی غِفار کا تھا۔

مورخ ہمدانی متوفی ۳۴۴ھ لکھتا ہے کہ "بدر" جُہینہ کی سرزمین ہے اور یہ جُہینہ کے علاقوں سے متصل ہے۔(۱) لیکن جیسا کہ ہم قبل ازیں ذکر کر چکے ہیں اکثر مورخین اسے غِفار کا علاقہ قرار دیتے ہیں۔

مورخ البکری متوفی ۴۸۷ھ کہتا ہے عبداللہ بن جعفر بن مصعب زبیری، مصعب بن عبداللہ سے نقل کرتے ہیں کہ قریش بن بدر بن حارث بن مخلد بن النضر بن کنانہ، بنو کنانہ کے تجارتی قافلوں کی رہنمائی کے فرائض سر انجام دیتا تھا اور کہا جاتا تھا "قریش کا قافلہ آیا ہے" "قریش کا قافلہ چلا گیا ہے، اسی کے نام پر قریش کو قریش کا نام دیا گیا۔ یہ بدر کا مالک تھا جہاں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی قریش مکہ سے معرکہ آرائی ہوئی۔ بدر نے یہاں کنواں کھدوایا اور یہ کنواں بدر ہی کے نام سے منسوب ہوا۔

زکریا، شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ شعبی نے کہا "بدر" کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قبیلہ جہینہ کے بدر نامی ایک شخص نے یہاں کنواں کھودا تھا۔ اور یہ کنواں بدر کے نام سے مشہور ہوا۔ واقدی کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن جعفر اور محمد بن صالح کو یہ روایت بتائی تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا اور کہنے لگے اگر یہ بات ہے تو "صفراء کا نام صفراء کس لئے ہے اور "الجار" کو یہ نام کیوں ملا ہے؟ سیدھی سی بات ہے "بدر" اس جگہ کا نام ہے۔ واقدی بیان کرتے ہیں میں نے یہ بات یحییٰ بن نعمان غفاری سے بیان کی تو انہوں نے کہا میں نے اپنے قبیلہ کے بزرگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ "بدر" ہمارا پانی اور ہماری اقامت گاہ ہے اور بدر نامی کوئی شخص کبھی اس کا مالک نہیں رہا، اس کا تعلق جہینہ کے علاقوں سے بھی نہیں بلکہ یہ غفاریوں کا علاقہ ہے، واقدی کہتے ہیں ہمارے ہاں یہی معروف اور مشہور ہے۔(۲)

علامہ فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ کہتے ہیں "بدر" (باء کی زبر اور دال کی جزم کے ساتھ) کنوئیں کا نام ہے، اسے بنو غفار کی شاخ بنو النار کے ایک شخص نے کھودا تھا۔(۱) ایک قول یہ ہے کہ یہ بنو ضمرہ کا ایک شخص

---

(۱) صفۃ جزیرۃ العرب ص ۳۲۱، تحقیق محمد بن علی الاکوع، مطبوعہ منشورات دار الیمامہ للبحث والنشر، ریاض ۱۹۷۴ء

(۲) معجم ما استعجم من اسماء البلاد والمواضع، ج ۱ صفحہ ۲۳۱، تحقیق مصطفیٰ السقاء۔ مطبوعہ عالم الکتب بیروت۔

تھا جو یہاں رہائش پذیر رہا۔ کنواں اسی کے نام سے منسوب ہوا پھر کنوئیں کا نام ہی بدر پڑ گیا۔(۲) اس کے بعد علامہ فیروز آبادی نے البکری کی گذشتہ روایت ذکر کی ہے۔

یاقوت حموی نے سابقہ روایات ہی ذکر کی ہیں۔ البتہ انہوں نے جہینہ والی روایت نہیں لی اور یہ ذکر نہیں کیا کہ بدر کس قبیلہ سے منسوب ہے۔(۳)

"بدر" کی غفَار سے نسبت اور اس کے غفَار کا علاقہ ہونے کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے ابن ھشام نے "السیرۃ النبویہ" میں نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صفراء کے قریب پہنچے جو دو پہاڑوں کے درمیان ایک بستی ہے اور آپ نے ان دو پہاڑوں اور ان کے ناموں کے بارے میں دریافت فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا ان میں سے ایک پہاڑ کو "مسلح" اور دوسرے کو "مخریٰ" کہا جاتا ہے، پھر آپ نے دریافت فرمایا یہاں کون لوگ رہتے ہیں؟ عرض کیا گیا بنو غفار کے دو قبیلے "بنو النار" اور "بنو حراق" یہ مکروہ نام سماعت فرما کر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان سے گذرنے کو ناپسند فرمایا۔(۴)

ان تمام روایات سے واضح ہوتا ہے کہ سرزمین معرکہ "بدر" بنو غفَار کا علاقہ تھا خیال رہے نجران کے قریب جزیرہ میں اس نام کے اور بھی کئی مقام پائے جاتے ہیں۔

سابقہ معلومات کا خلاصہ یہ ہے کہ وادی صفراء اور اس سے متصل بدر میں قبیلہ غفَار آباد تھا، اسلام کی آمد سے قبل بھی یہی لوگ یہاں رہائش پذیر تھے، جن حضرات نے اسے جہینہ سے منسوب کیا ہے ان کے بارے میں ظن غالب یہ ہے کہ جہینہ یہاں سے پانی حاصل کرتے ہوں گے یا سفر کرتے ہوئے بدر سے گذرا کرتے ہوں گے لیکن یہ بدر کے باشندے نہ تھے یہ مسافرت یا تجارت کے چند ایام یہاں گذارتے ہوں گے۔ (اسی وجہ سے بعض مورخین نے انہیں بدر کا رہائشی قرار دیا)۔

---

(۱) حمد الجاسر اس روایت کے حاشیہ میں رقمطراز ہیں "اصل کتاب میں یہی مرقوم ہے لیکن میں نے غفار کے نسب میں "النار" نام کے قبیلے کا ذکر نہیں دیکھا اس میں بدر بن احیمس بن غفار نام مذکور ہے۔ "التاج" میں ہے واقدی نے بنو غفار کے شیوخ سے بدر کی قریش کی طرف نسبت سے انکار نقل کیا ہے اور ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "ہمارے پانی اور علاقے کا کوئی دوسرا مالک نہیں ہوا، دوسرے مقامات کے ناموں کی طرح بدر بھی اس علاقے کا نام ہے" (ص ۵۱)

(۲) المغانم المطابة فی معالم طابة (قسم المواضع) ص ۵۱۔ تحقیق حمد الجاسر۔ طبع اول ۱۹۶۹ء، ۱۳۸۹ھ مطبوعہ منشورات دار الیمامہ للبحث (الترجمة والنشر الرياض)

(۳) معجم البلدان ج ۱ صفحہ ۳۵۷۔ دار صادر، بیروت

(۴) سیرۃ النبویہ ج ۲ صفحہ ۶۱۴، بہ تحقیق السقاء، الابیاری، شلبی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔ ۱۹۸۵ء

بدر میں موجودہ رہائش پذیر قبائل

آج کل بدر میں رہائش پذیر محترم قبائل میں صبح اور الظواھر ہیں، ساتھ ساتھ الحوازم، الحامید، الاحامدہ، الرحلۃ، الحلۃ، بنو محمد اور جہینہ کے بعض قبائل بھی یہاں آباد ہیں۔(۱)

عاتق البلادی نے ذکر کیا ہے کہ موجودہ دور میں بدر کے باسی بنو سالم بن حرب کے قبیلہ صبح سے تعلق رکھتے ہیں۔(۲) اور ان کے ساتھ اشرافِ بدر اور الردنہ کے سادات بھی یہاں سکونت پذیر ہیں۔(۳)

---

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں۔ "معجم قبائل الحجاز" تصنیف عاتق البلادی ص ۲۶۰، ۴۱۴، نسب حرب ص ۹۲، ۹۳۔ امیر شکیب ارسلان کی کتاب "الارتسامات اللطاف فی خاطر الحاج الی اقدس مطاف۔ ص ۲۷۴۔ حرمین کے قبائل کے ذکر میں کہتے ہیں "قبیلۂ صبح" بدر میں آباد ہے اور اس کا سردار ابن حصانی الصبحی ہے۔

(۲) ملاحظہ کریں عاتق البلادی کی کتاب "معجم قبائل الحجاز" شکیب ارسلان کی "الارتسامات اللطاف" ص ۲۷۴۔ شکیب ارسلان کہتے ہیں بدر میں اشراف (سادات) کی ایک شاخ بھی رہائش پذیر ہے جن کے شیخ "الشریف محمد بن سالم بن عبداللہ بن نامی" ہیں۔

(۳) "معجم قبائل الحجاز" عاتق البلادی۔ ص ۱۷۸، ۴۱۴۔

بدر کا جغرافیہ اور جغرافیائی خصوصیات

(Topography)

محل وقوع : بدر کا شہر (میدان جنگ اور اس کا گرد و نواح) ایک وسیع کھلی وادی پر مشتمل ہے جس کے اردگرد سوئی چٹانیں ہیں۔ اس کے جنوب اور مغرب میں بدر اصغر کے پہاڑ اور چونے کھریا کی سخت چٹانیں ہیں۔ اس کے شمال مغرب میں کثیب الحنان اور ریت کے ٹیلوں جیسی باریک ریتیلی پہاڑیاں ہیں۔ اس کے شمال اور شمال مشرق میں الصدماء کا پہاڑی سلسلہ ہے، مشرق میں جبل دقیقہ ہے۔ یہ پہاڑی سلسلے آتشی اور میگمائی چٹانوں پر مشتمل ہیں۔

یہ پہاڑ خصوصاً ان کا شمالی حصہ سخت خشک سطح مرتفع کی خصوصیات کا حامل ہے اور یہ بلندی میں بدر الاصغر کے پہاڑی سلسلہ جیسے ہیں۔ جنوبی اور شمالی مغربی سلسلہ ہائے کوہ کی بلندی اور پستی درمیانہ ہے۔

بدر کا میدان جنگ جنوب سے شمال مغرب کی طرف پھیلی ہوئی ایک پٹی پر مشتمل ہے جو سامنے کے بلند پہاڑوں پر ختم ہوتی ہے۔ بدر کی فضائی تصویر میں اسے بخوبی دیکھا جاسکتا ہے۔ اس تصویر میں منطقہ بدر کے تین اطراف میں موجود پہاڑی سلسلوں اور ان کی بلندی اور پستی کو بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

میدان بدر اور اس کے اردگرد کے نقشوں اور تصاویر میں منطقہ بدر کے متعلق دستیاب جیولوجیکل مواد سے مدد لی گئی ہے۔

بدر کی وادیاں اور پانی کے مصادر

منطقہ بدر اس حیثیت سے امتیازی وصف کا حامل ہے کہ اس میں بہت سی چھوٹی بڑی وادیاں پائی جاتی ہیں، قریبی پہاڑوں سے شروع ہونے والی وادیاں پتھریلی ہیں، یہاں کی بڑی بڑی وادیاں مغرب میں بحر احمر کے ساحل تک چلی گئی ہیں۔ یہ وادیاں مختلف سمتوں سے ہوتی ہوئی ساحل تک پہنچتی ہیں، یہاں کی سب سے بڑی وادی "وادی الصفراء" ہے۔ اس وادی کے شمال مغرب اور مغرب میں "العدوۃ القصویٰ" ہے۔ اس کے مشرق اور جنوب میں بدر کا شہر ہے، اس وادی کی متعدد شاخیں بدر کے میدان کو عبور کرتی دکھائی دیتی ہیں۔
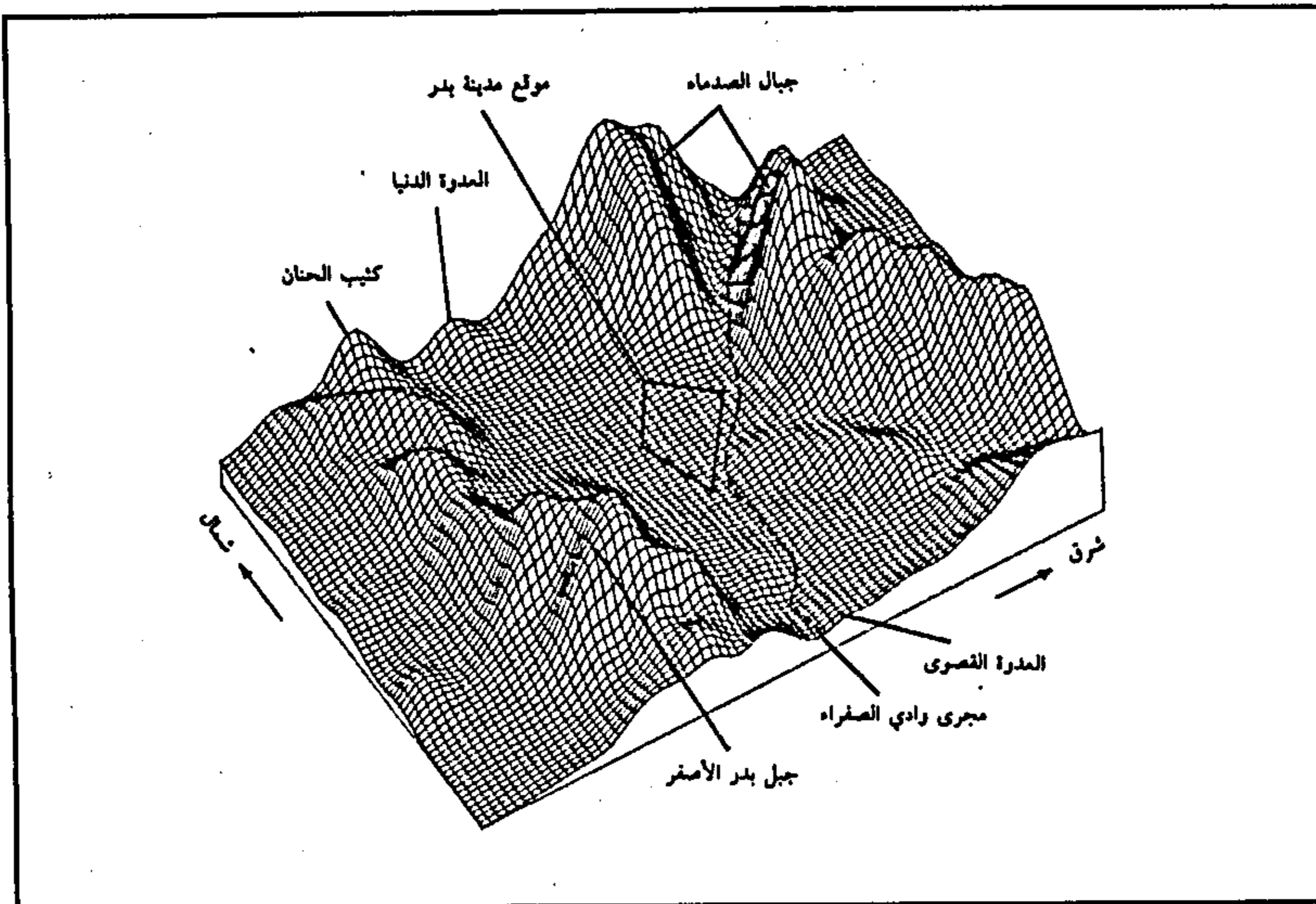
بدر کا جغرافیائی نقشہ
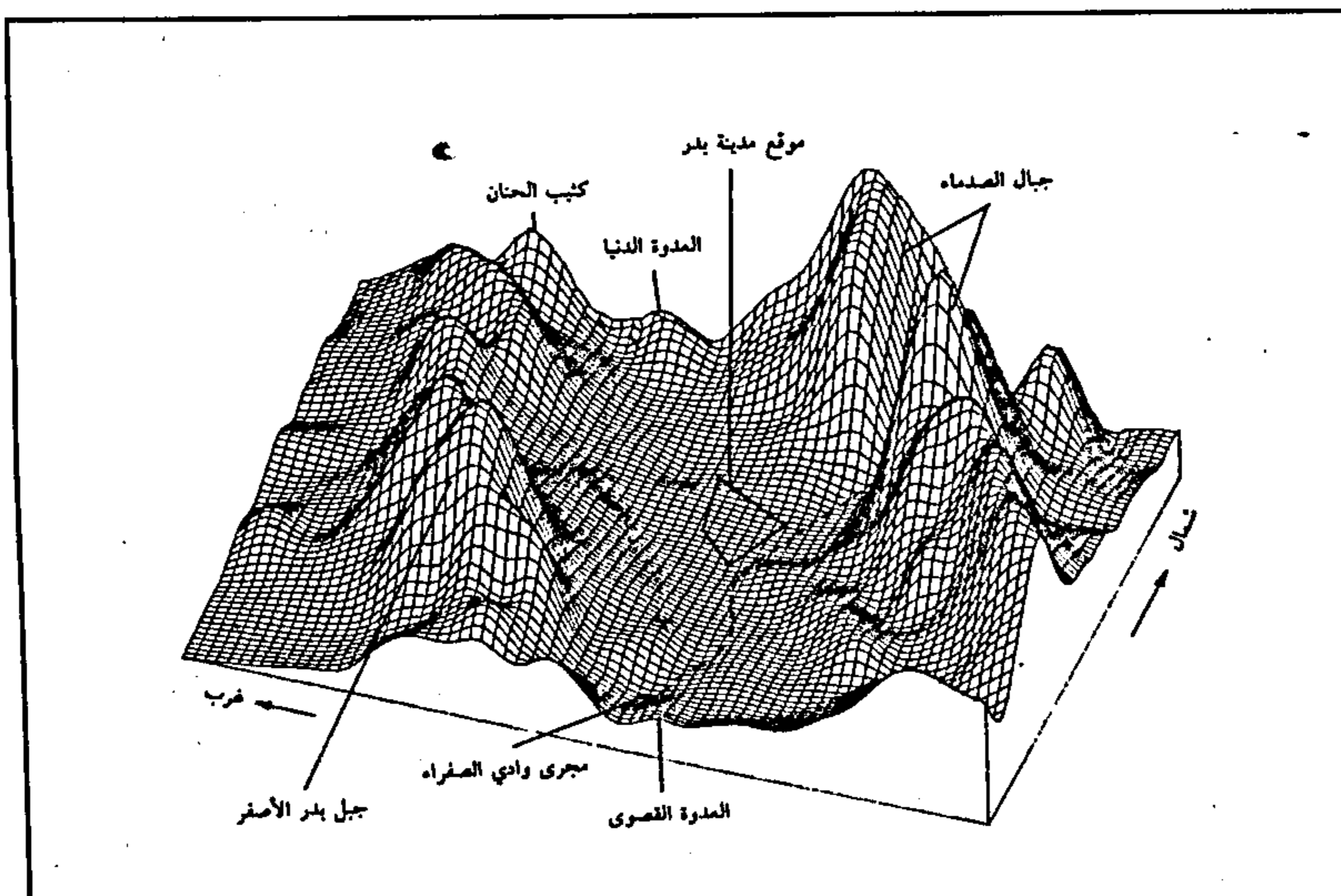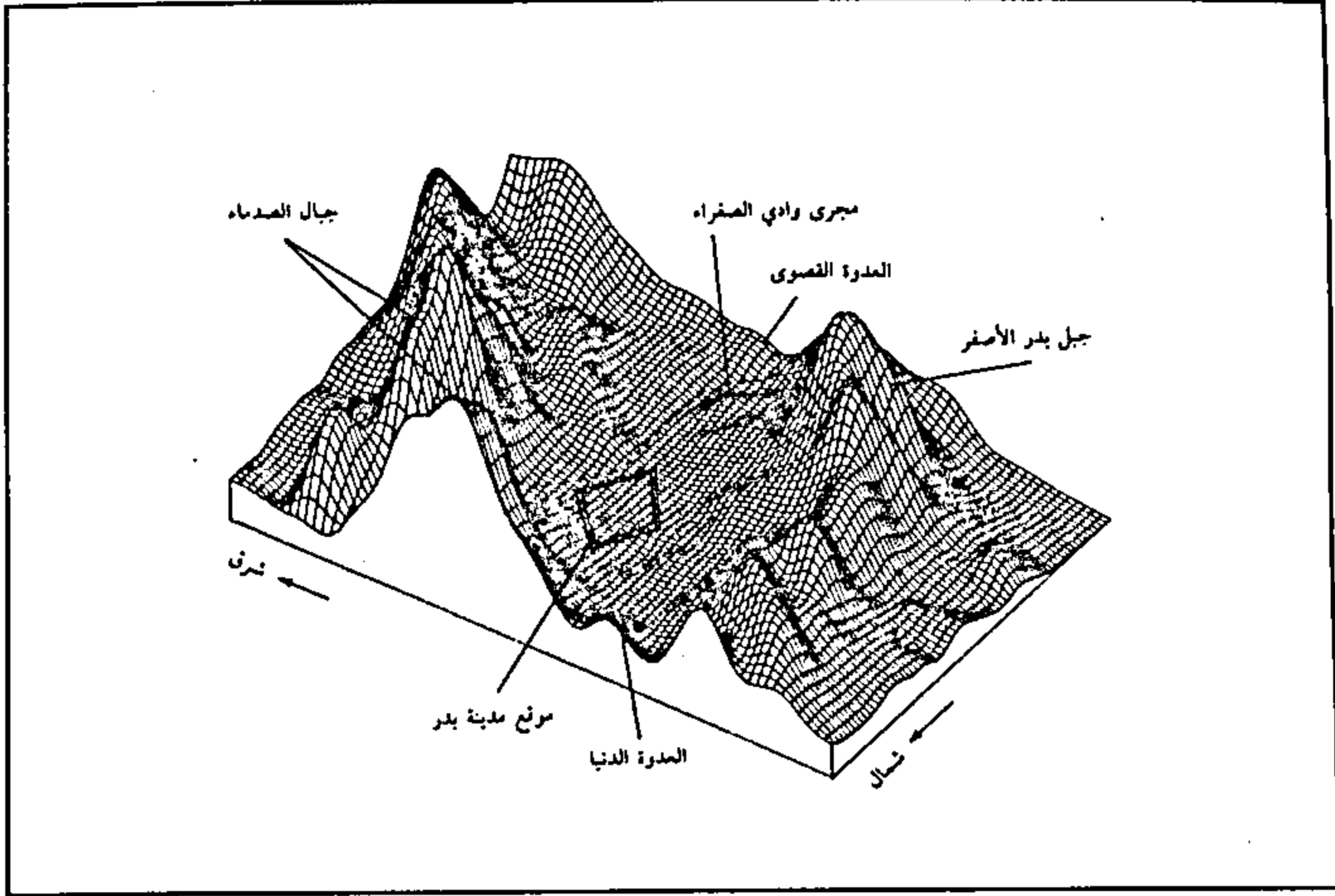
بدر کا جغرافیائی نقشہ
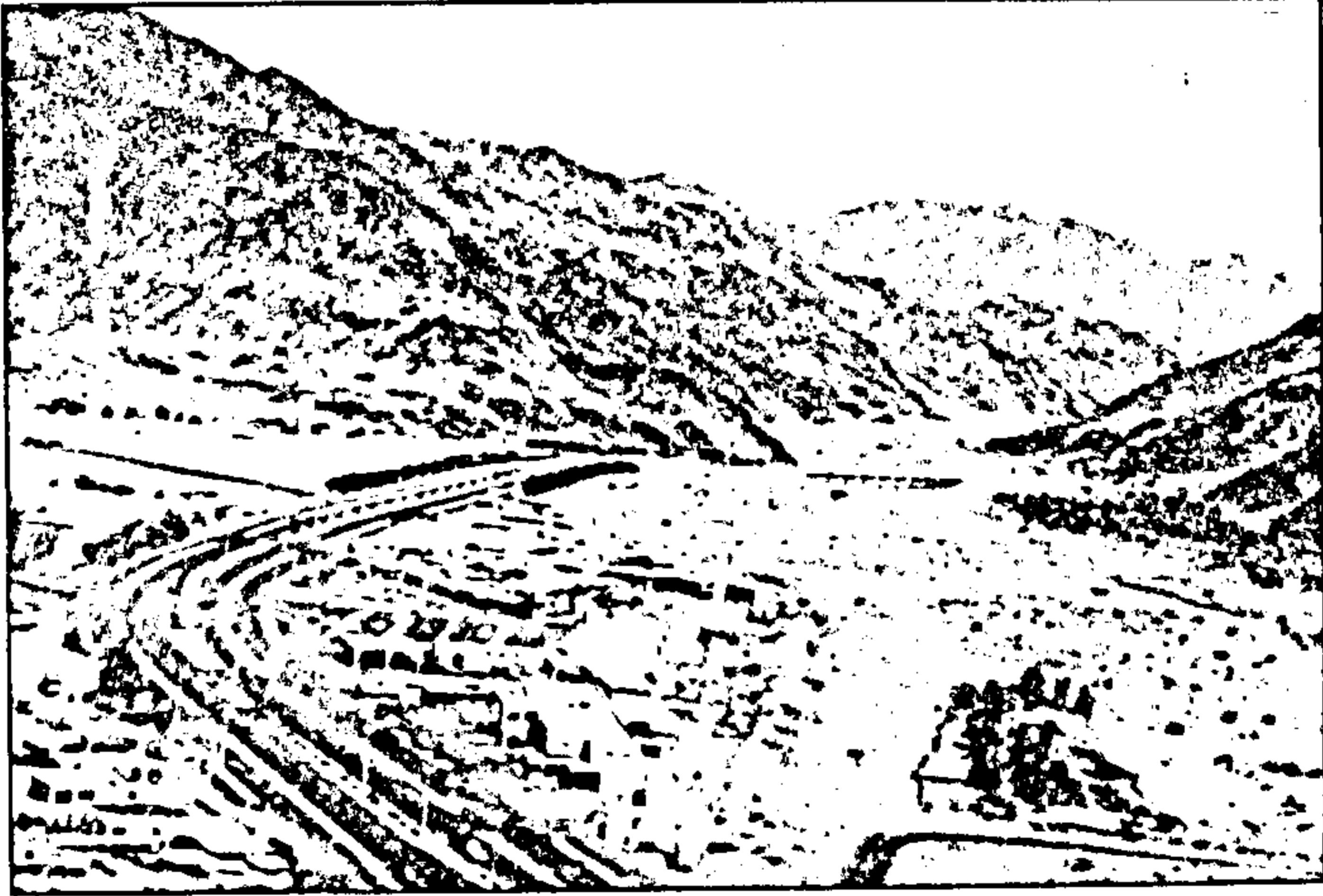
مشرقی اور مغربی الصدمہ کے پہاڑ
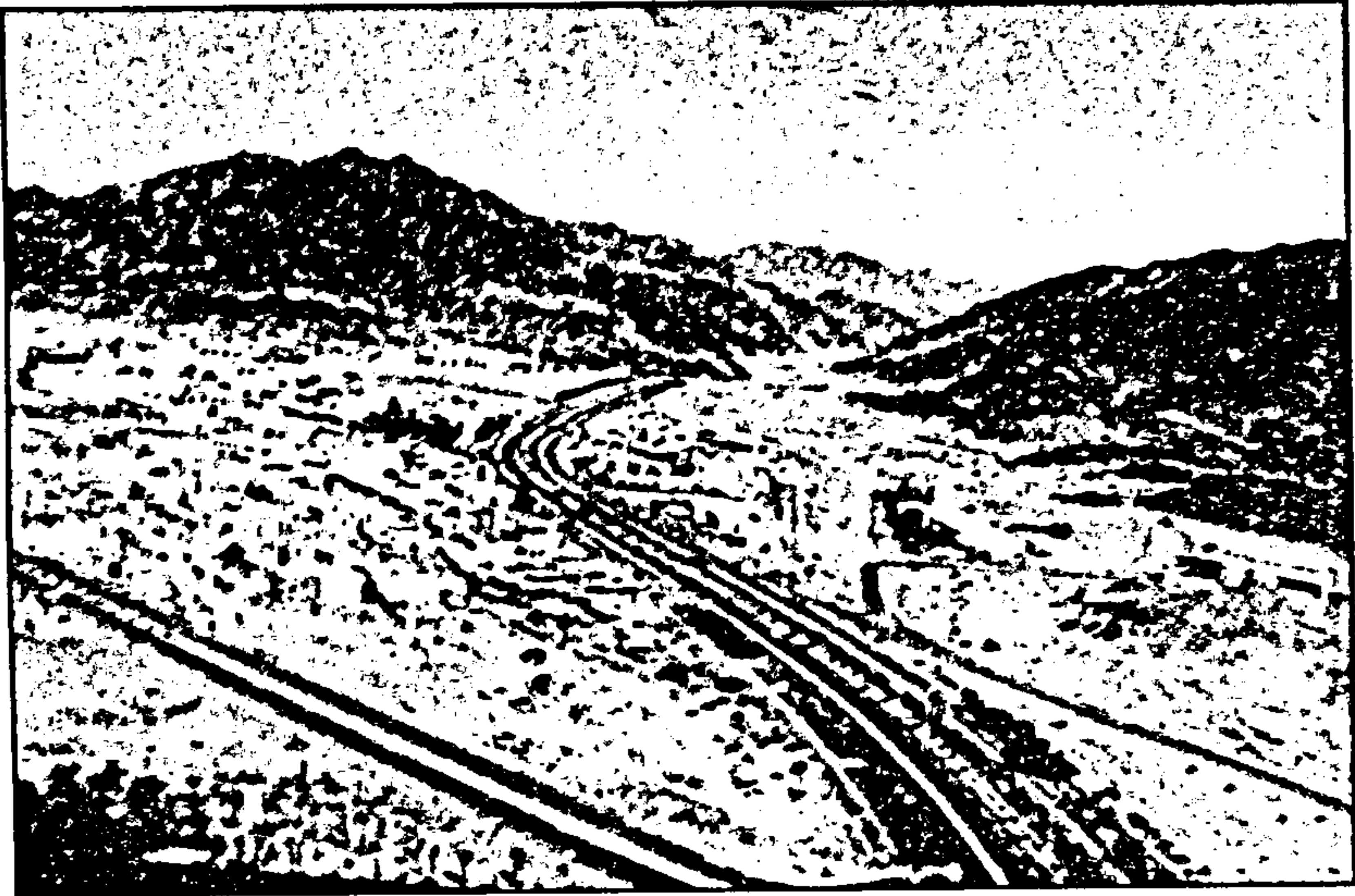
مشرقی اور مغربی الصدمہ کے پہاڑوں کے درمیان رسول اللہ ﷺ کی بدر سے مدینہ منورہ کو واپسی کا راستہ

سرزمین بدر...... ارضیاتی ساخت

وادی الخشبی:

یہ وادی شمال سے جنوب کی سمت دراز ہوتے ہوئے معرکہ بدر کے میدان سے گذرتی ہے۔اس وادی کے مغرب میں "العدوۃ الدنیا" ہے۔اس کی چند شاخیں شہداء بدر کے مقابر کے قریب "وادی الصفراء" میں شامل ہو جاتی ہیں۔

وادی الدمان:

یہ وادی جنوب مشرقی پہاڑوں کی ڈھلان سے شروع ہوتی ہے اور شمال مغرب میں وادی الصفراء سے مل جاتی ہے۔

وادی الدقیقہ:

یہ وادی "العدوۃ القصویٰ" کے مشرق میں واقع جبال الدقیقہ کی مشرقی ڈھلانوں سے شروع ہوکر مغرب میں وادی الدمان سے جاملتی ہے۔

ان کے علاوہ یہاں متعدد چھوٹی بڑی وادیاں موجود ہیں، منطقہ بدر کے مشرق، شمال مشرق اور شمال میں واقع بعض وادیوں کے نام یہ ہیں، ذبران ،العش، الوجاء ،واسطہ ،ام الطبقات، دِمدِم، شعب اور النجیل۔

آبی وسائل:

بدر میں حصولِ آب کا سب سے بڑا ذریعہ بارشیں ہیں۔بارشوں سے بدر میں زیر زمین پانی کی سطح بلند ہو جاتی ہے اور وادیوں کے کنوئیں پانی سے لبریز ہو جاتے ہیں ان وادیوں میں مختلف مقامات پر ان کنوؤں سے انسانی استعمال اور زراعت کے لئے پانی حاصل کیا جاتا ہے۔

بدر کی اہم زرعی پیداوار کھجوریں ہیں۔مدینہ منورہ کی طرح یہ علاقہ بھی کھجوروں کی پیداوار میں شہرت کا حامل ہے۔بعض مخصوص علاقوں میں غلہ اور سبزیاں بھی کاشت کی جاتی ہیں۔
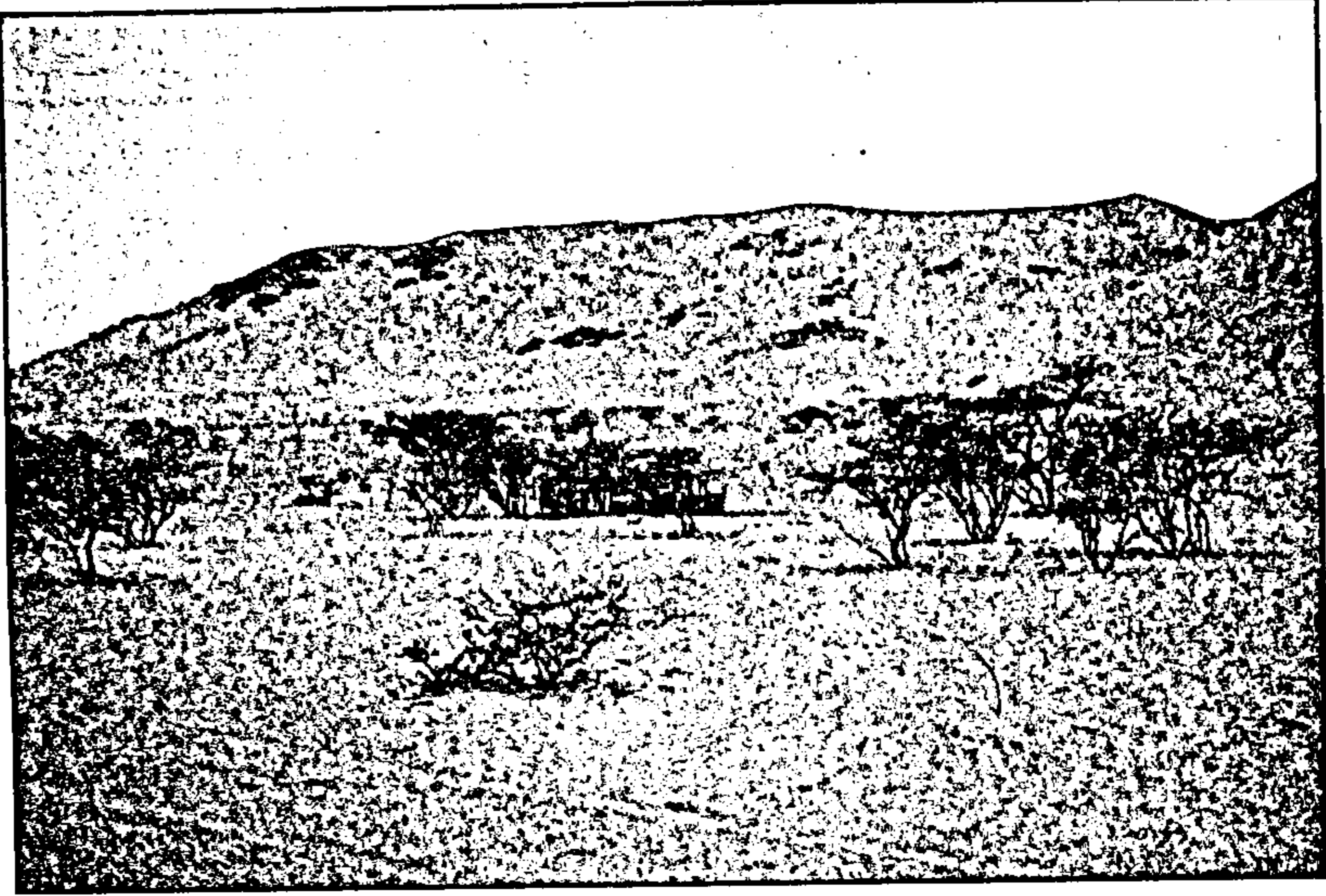
منطقہ بدر میں ببول کے متفرق درخت

یہاں خشک علاقوں میں پائے جانے والے پودے اور درخت پائے جاتے ہیں۔ان وادیوں میں عموماً دو قسم کے پودے اور درخت ملتے ہیں۔(۱) سدا بہار پودے،(۲) موسمی پودے۔

سدا بہار پودوں میں بیری، ببول، کیکر، بغیر کانٹوں کے پودے، حرمل (کالا دانہ) سلم (ایک درخت جس کے پتوں سے چمڑے رنگے جاتے ہیں) بشام (ایک خوشبودار درخت جس کی لکڑی سے خلال بناتے ہیں) مرخ (جلدی آگ پکڑنے والا ایک درخت) اور عرفج (نرم زمین میں اگنے والا ایک درخت) وغیرہ شامل ہیں۔

موسمی پودوں میں القطب، العشرق، الدیدمان، الخفیر، الاتوبل اور القبۃ شامل ہیں۔ (یہ سب برسات کے موسم میں پہاڑوں پر اگنے والے موسمی پودے اور گھاس ہیں)

حیوانات اور حشرات الارض :

منطقہ بدر میں خشکی کے جانوروں میں ہرن، بھیڑیے، بجو، لومڑیاں، پہاڑی بکرے، جنگلی خرگوش جیسے ممالیہ (دودھ پلانے والے جانور) ورل (گوہ کی جنس کا ایک رینگنے والا جانور جس کی دم لمبی اور پتلی ہوتی ہے) اژدھے اور گوہ جیسے رینگنے والے جانور، شہد کی مکھی، بچھو، پتنگے اور ٹڈیوں جیسے حشرات الارض پائے جاتے ہیں۔

بدر کی آبادی :

بدر شہر اور اس کے گردونواح میں آباد باشندوں کی تعداد پچیس ہزار تک ہے، اس شہر سے منسلک دیگر بستیوں کے رہائشیوں کی تعداد بیس ہزار افراد پر مشتمل ہے۔ بدر اور گردونواح میں غیر سعودی باشندوں کی تعداد تین ہزار سات سو ہے۔

اہلِ بدر کے اہم پیشے تجارت، زراعت، اور گلہ بانی ہیں۔ بعض لوگ بدر کے قریب واقع بحر احمر کے ساحل پر ماہی گیری کرتے ہیں۔ یہاں بعض سرکاری ملازمین کے عزیز و اقارب بھی رہائش پذیر ہیں۔

منطقہ بدر کی ارضیاتی (Geolegical) ساخت

ارضیاتی ساخت کے اعتبار سے بدر کا شہر الحمراء اور بدر و حنین کے منطقوں جیسا ہے، یہاں چھ چٹانیں سلسلے ہیں جو سب کے سب الحمراء کے چٹانی سلسلوں سے ملتے جلتے ہیں علم طبقات الارض کے ماہرین نے ان کی قدامت کے اعتبار سے انہیں مندرجہ ذیل چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ بدر۔

۲۔ الفرع۔

۳۔ الحسینیہ۔

۴۔ الخرماء۔

۵۔ الغرلبہ۔

۶۔ الصفراء۔

بدر شہر کے اردگرد مختلف قسم کی چٹانیں ہیں یہاں بدر اور الفرع کے پہاڑی سلسلوں کا غلبہ ہے، یہ چٹانیں میگما سے بنی ہوئی ہیں۔ ان کی ڈھلوانیں مختلف قسم کے آتش فشانی مواد پر مشتمل ہیں۔ ان میں بتدریج کیمیائی اور معدنی مواد بڑھتا جاتا ہے۔ یہاں بعض ایسے چٹانی سلسلے ہیں جن میں سنگ مرمر اور نرم ریتیلے پتھر ہیں۔

ان چٹانوں کے وسطی حصے اور بدر و فرع کے منطقوں کی ساخت سمران اور عیص کے پہاڑی سلسلوں جیسی ہے۔ یہ تمام سلسلے رسوبی چٹانوں پر مشتمل ہیں۔ گذشتہ ماہرین ارضیات کی تحقیق یہی ہے، الحمراء، منطقہ ۶ بدر کے شمال میں واقع العیص، اور جنوب مشرق میں واقع سمران کی چٹانوں کے متعلق بھی ان کی یہی تحقیق ہے۔

منطقہ ۶ بدر کے شمال مشرق میں بالکل نئے چٹانی سلسلے موجود ہیں، یہاں کمزور رسوبی چٹانیں بھی پائی

جاتی ہیں اور الخرماء کے چٹانی سلسلہ جیسی طویل اور مضبوط چٹانیں بھی موجود ہیں۔

منطقہ ۶ بدر میں مختلف قسم کی آتشی چٹانیں بھی موجود ہیں بعض "الجابر" کی طرح قدیم اور بعض الجرانیت" کی چٹانوں کی طرح جدید ہیں۔ان کے درمیان کئی قسم کی معدنی اور کیمیائی چٹانیں ہیں۔

یہاں کے بعض پہاڑی سلسلے الحمراء کے پہاڑی سلسلوں سے جا ملتے ہیں۔ یہاں کی آتش فشانی چٹانوں کی رنگت اور ہیئت قدیم آتشی چٹانوں کی طرح سیاہ ہے اور الفرع کے پہاڑی سلسلوں کی ہم رنگ ہے۔ یہ منطقہ بدر خصوصاً شہر بدر کی ارضیاتی ساخت کا مختصر اور محدود تذکرہ تھا۔

بدر میں معدنیات

سابقہ سطور میں منطقہ بدر کی ارضیاتی ساخت کے متعلق آپ پڑھ چکے ہیں کہ یہاں کے پہاڑی سلسلے میگما سے وجود یافتہ ہیں۔ "الجوسان" کے نام سے مرتب کردہ نقشوں اور دیگر دستیاب معلومات کا خلاصہ یہ ہے کہ بدر کی پہاڑیاں زیادہ تر کالی، سیاہی مائل، سرخ، زرد اور سیاہی مائل زرد ہیں ان کی رنگت سے معدنیات کی موجودگی کے اشارے ملتے ہیں۔ یہاں گھٹیا مائع لوہے کے نشانات نیچے خام معدنیات پر دلالت کرتے ہیں۔ ابتدائی تحقیقات کے نتیجہ میں یہاں تانبا اور رانگا جیسی بعض معدنیات کے اجزاء ملے ہیں، عمومی طور پر منطقہ بدر معدنیات سے خالی ہے۔ یہاں مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ خصوصاً "الجوسان" کے علاقوں میں معدنیات کا کھوج لگانے کے لئے مکمل سروے کی ضرورت ہے۔ اگرچہ یہاں قیمتی معدنیات کی موجودگی مشتبہ ہے۔ خصوصاً مذکور الصدر علاقوں میں، تاہم کوشش کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔
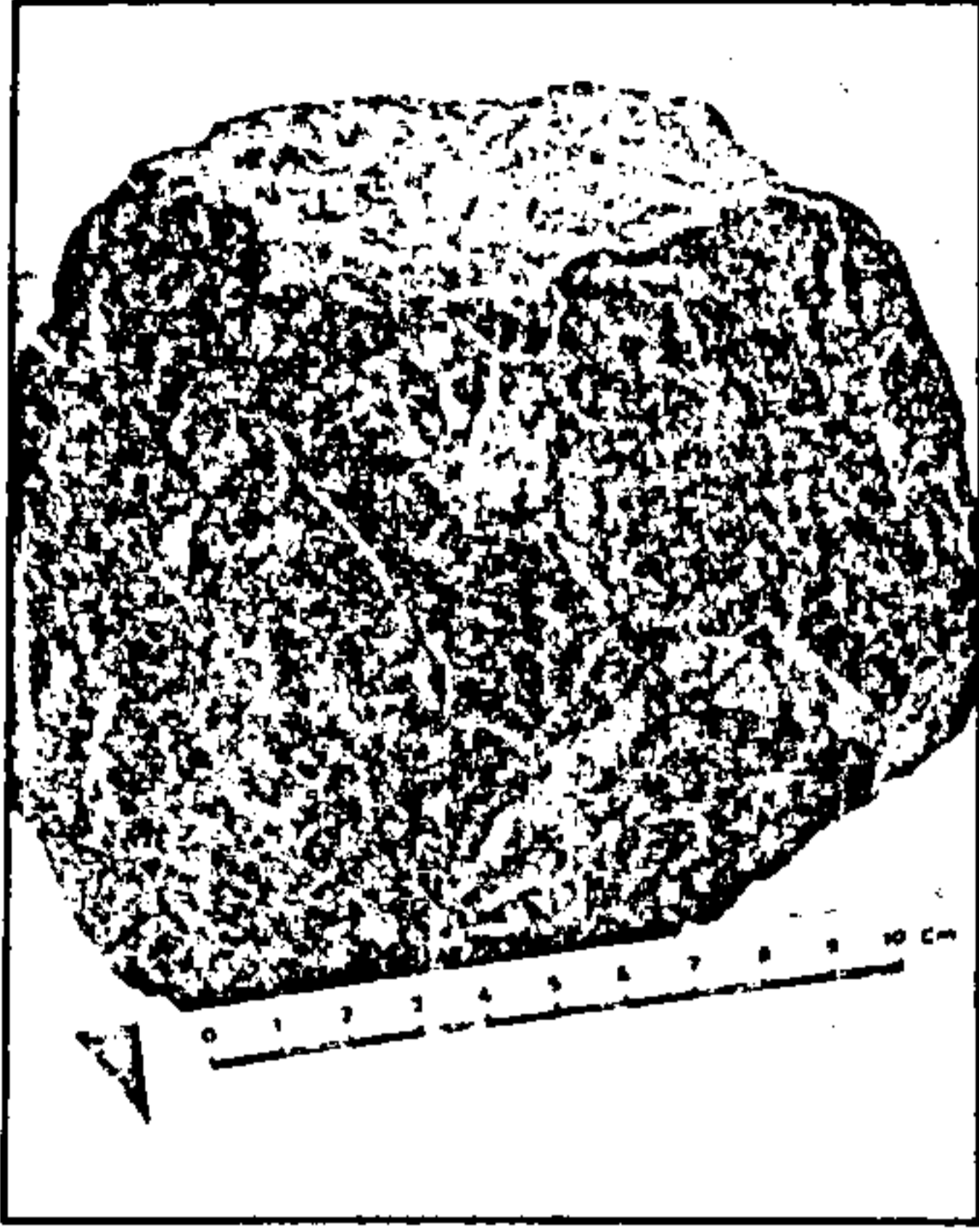
بدر کے معدنی پتھر کا ایک اور نمونہ
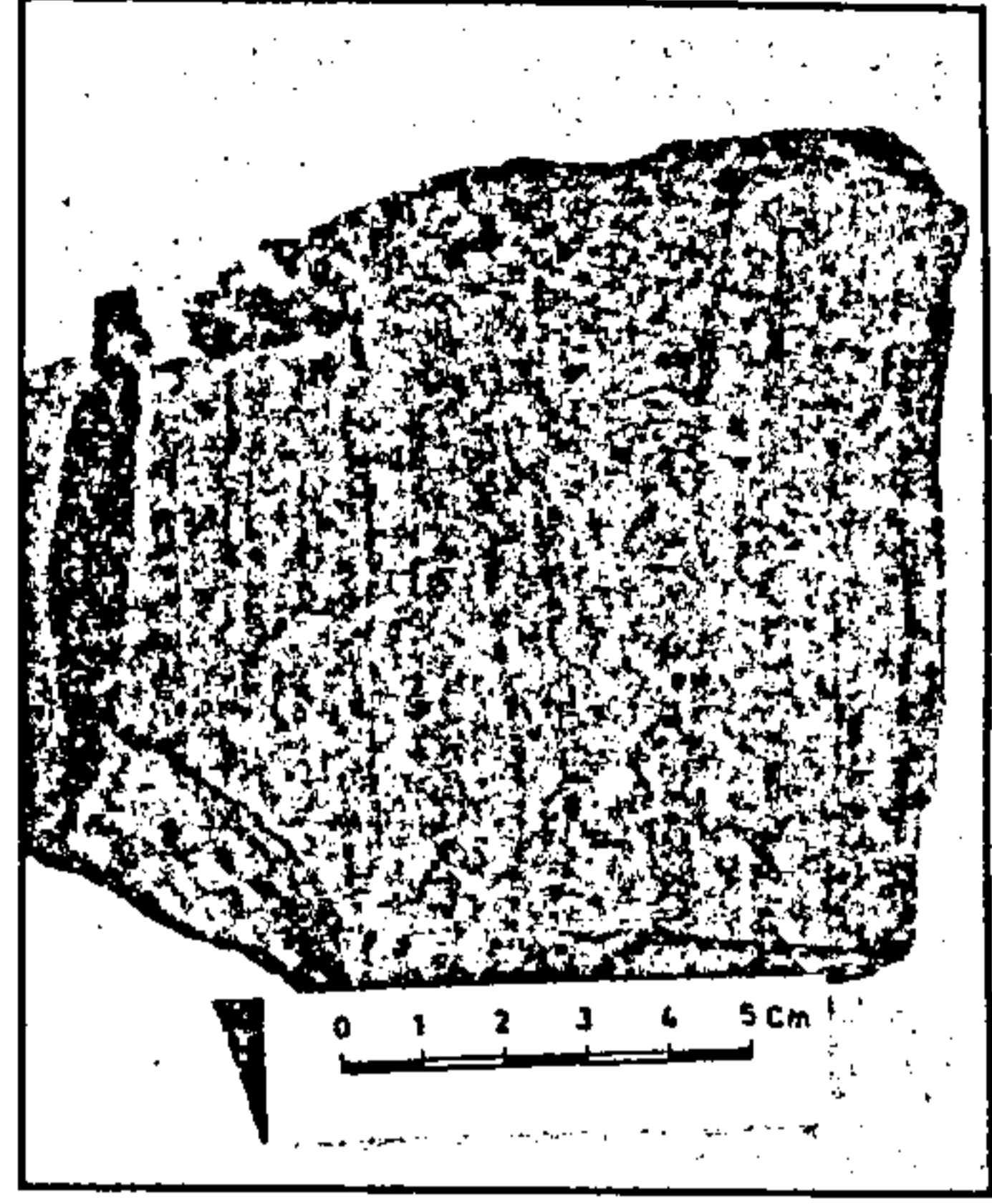
الصفراء کا معدنی پتھر
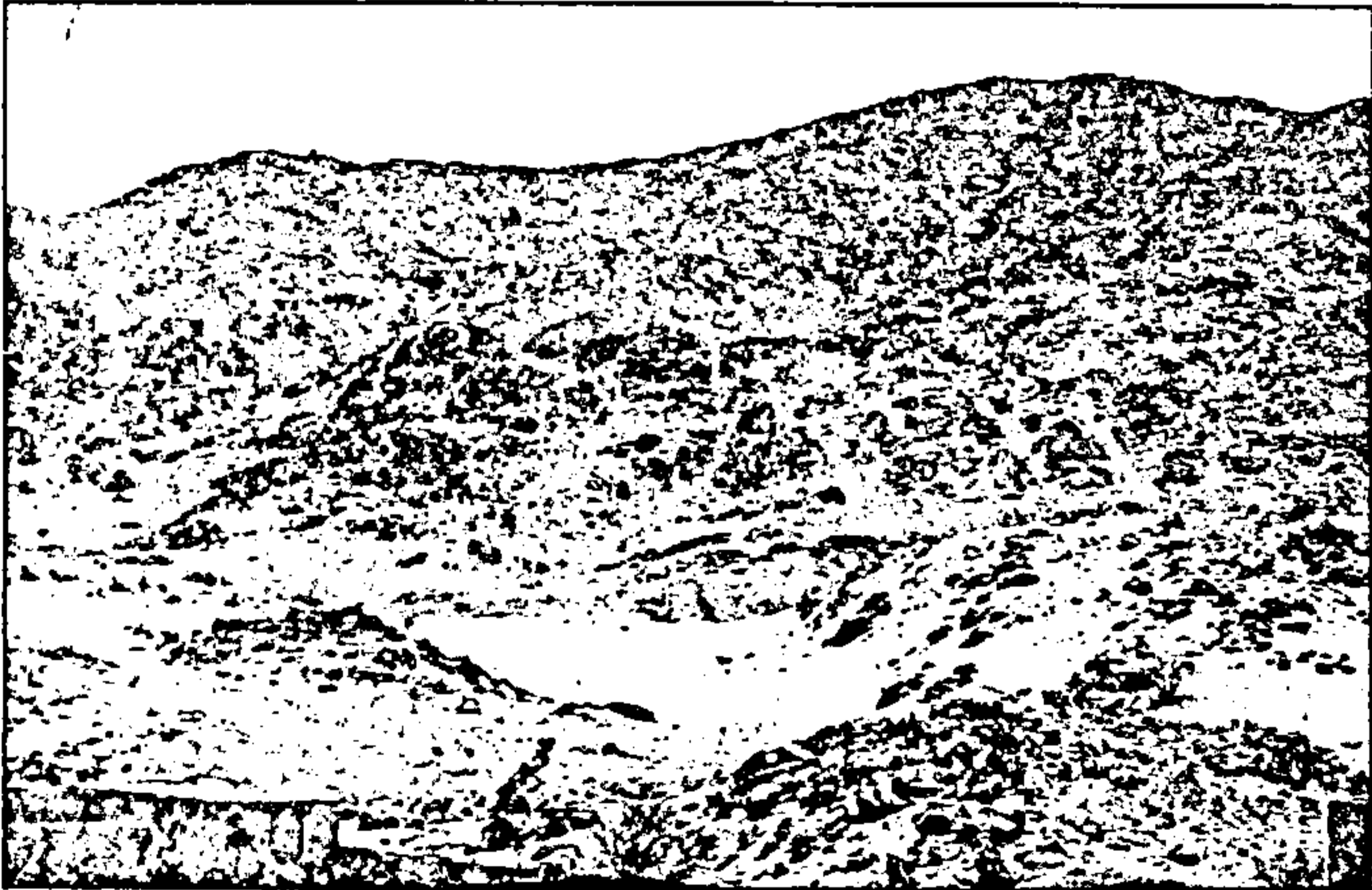
منطقہ بدر کی چٹانوں کی ایک اور جھلک

اسباب و محرکات

جب ہم غزوہ بدر کے حقیقی اسباب و محرکات کا کھوج لگانا چاہیں تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اس معاملے کو شروع سے لیں اور وہ پس منظر پیش نظر رکھیں جس کا نتیجہ "بدر" کی صورت میں رونما ہوا۔ یہ قضیہ اسی لمحہ سے شروع ہو گیا تھا جب غار حراء میں پہلی مرتبہ نور ہدایت کے سوتے پھوٹے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی مبارکہ کا پہلا لفظ "اقرء" نازل ہوا۔ وحی کا سلسلہ دراز ہوتا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علی الاعلان دعوت اسلام دینے، اپنے عزیز و اقارب کو عذاب الٰہی سے ڈرانے کا حکم عطا ہوا یہیں سے اس چکر کا نقطۂ آغاز ہوا اور پہلی مرتبہ حسد اور کینے کے شرارے شعلوں کی شکل اختیار کرنے لگے، جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کی طرف سے اپنے نبی مرسل ہونے کا اعلان فرمایا تو ابو لہب نے مذاق اڑاتے ہوئے اپنا یہ مشہور جملہ کہا:

"تیرے لئے ہلاکت ہو تو نے ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا"۔

پھر ابو لہب اور اس کی قوم آپ کی دعوت اور پیغام کا برابر مذاق اڑاتے رہے، اہانت امیز سلوک کرتے رہے، تبلیغ اسلام کی راہ میں مشکلات پیدا کرتے رہے، دشمنی اور عداوت کے تلخ بیج بوتے رہے اور اسے حسد، کینہ اور تعصب کے پانی سے پروان چڑھاتے رہے۔ اسے تکبر و خود نمائی سے غذا فراہم کی گئی، شیطان اور اس کے حواریوں نے اس عداوت کی قیادت کا علم اٹھالیا۔ اس حسد کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو یہ شرف کیوں عطا ہوا، بنو ہاشم کا ایک فرد اس عظیم منصب پر کیوں فائز ہوا؟ اس سے ان کے عزت و شرافت کے خود ساختہ پیمانے چکنا چور ہو گئے تھے۔ خودداری، خودرائی اور قیادت و سیادت کے خود ساختہ محل ریت کے گھروندوں کی طرح زمیں بوس ہو رہے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ابو جہل نے اس کا یوں اظہار کیا:

"ہم کھلاتے تھے اور تم بھی کھلاتے تھے، ہم پلاتے تھے اور تم بھی پلاتے تھے، ہم لوگوں کے لئے جانور ذبح کرتے تھے تم بھی کرتے تھے، جب ہم مقابلے کے دو گھوڑوں کی طرح برابر ہو گئے تو تم نے کہا ہم میں نبی ہے، لات و عزیٰ کی قسم یہ کبھی بھی نہیں ہو سکتا"۔

اس سے عداوت، ترک تعلق اور زبردست مزاحمت شروع ہو گئی، مکروفریب کے جال پھیلائے جانے لگے اور نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باہم مشورے ہونے لگے جو ان کے بتوں کو رسوا کرتے تھے اور ان کے ان معبودوں کو سرِ عام حماقت کا نتیجہ قرار دیتے تھے۔

اسی دوران جبریل علیہ السلام وحی ربانی لائے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے سورۃ المدثر کی یہ آیات پڑھیں:

يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ①	اے (محمد) جو کپڑا لپیٹے پڑے ہو ①
قُمْ فَأَنذِرْ ②	اٹھو اور ہدایت کردو ②
وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ③	اور اپنے پروردگار کی بڑائی کرو ③
وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ④	اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو ④
وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ⑤	اور ناپاکی سے دُور رہو ⑤

(المدثر۔ آیت نمبر ۱ تا ۵)

پوشیدہ تبلیغ کے تین سال بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

فاصدع بما تؤمر — پس جو حکم آپ کو ملا وہ (لوگوں کو) سنادو۔

اب علی الاعلان تبلیغ رسالت کا کام شروع ہوا اور جواباً سخت مزاحمت کی بنیاد پڑی، حالات لحہ بہ لحہ بدلنے لگے۔ انتظار اور بے قراری کی گھڑیاں ختم ہوئیں۔ جدوجہد اور صبر کے ایام شروع ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضروری ہو گیا کہ خود کو اس سخت، بے رحم جنگ کے لئے تیار کر لیں جس کا مشرک اور فسادی لوگ عنقریب اعلان کرنے والے تھے، مصلحت کیش لوگوں کی خواہش یہ تھی کہ حالات جوں کے توں رہے بتوں کی پرستش ہوتی رہے۔ شیطان کی پیروی جاری رہے۔ انسان، انسان کو نشانۂ ستم بناتا رہے اور بدی اسی طرح پھلتی پھولتی رہے۔ قبل ازیں ورقہ بن نوفل آپ سے عرض کر چکے تھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے آپ اس امت کے نبی ہیں۔ آپ کے پاس وہی ناموس اکبر (جبریل علیہ السلام) آیا ہے۔ جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا، لوگ یقیناً آپ کو جھٹلائیں گے۔ آپ کو نکال دیں گے اور آپ سے جنگ کریں گے۔ اگر میں اس دن تک زندہ رہا تو ضرور اللہ کے دین کی مدد کروں گا۔ ورقہ نے یہ بڑی اہم بات کہی تھی۔ انبیاء کرام کے بارے میں یہی سنت الٰہی رہی ہے۔

---

(۱) سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۲۳۸۔

رازداری کا مرحلہ

رازداری کے مرحلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریب ترین افراد کو اسلام کی دعوت دی یہ حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں جو پندرہ سال پہلے آپ کے سامنے سر تسلیم خم کر چکی ہیں۔ انہوں نے مکہ مکرمہ کے معزز افراد کے پیغامات کو مسترد کر کے آپ کے حبالہ عقد میں آنے کی رغبت کا اظہار کیا تھا، انہیں آپ کی امانت، صداقت، پاکدامنی، بلند ہمتی پر مکمل اعتماد تھا۔ آج وہ آپ سے کیسے انحراف کر سکتی تھیں جب کہ آپ انہیں رسالت کے عظیم شرف سے مشرف فرمائے جانے کی خبر دے رہے تھے۔

یہ آپ کے چچازاد بھائی علی بن ابی طالب ہیں۔ اپنے کثیر العیال، مفلس چچا کا بوجھ کم کرنے کے لئے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سایہ عاطفت میں لے لیا ہے، جس نے جاگتی آنکھوں سے آپ کا لطف و کرم، صداقت اور بے مثال اخلاقی برتری ملاحظہ کی ہے۔

کیا علی آج آپ کے دعویٰ کی تصدیق میں تردد کر سکتا ہے؟ انہوں نے آج سے پہلے کبھی بھی آپ کو پور کے برابر حق اور سچائی سے ہٹا ہوا نہیں دیکھا پھر آپ جو پیغام لائے ہیں وہ تو فطرت سلیمہ کی پکار ہے۔

اور یہ آپ کا غلام زید بن حارثہ ہے جس نے آپ کی معیت کو اپنے والدین اور عزیز و اقارب پر ترجیح دی ہے۔ سب کو چھوڑ کر صرف آپ کا ہو چکا ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بیٹا بنالیا ہے اور بھری محفل میں اس کا اعلان فرما چکے ہیں اور اسے بیٹوں سے متعلق تمام حقوق دیئے جاچکے ہیں تاآنکہ آیت کریمہ "ادعو هم لا بائهم" (انہیں ان کے باپوں کے نام سے پکارو) کا نزول ہوتا ہے۔ زید آپ کے سایہ عاطفت میں عزت و وقار اور محبوبیت کی زندگی گذار رہا ہے آپ کے بے نظیر اخلاق، بے مثال خصائل کا شاہد ہے، ایسے اخلاق و خصائل کہ زبان جس کے وصف کے بیان سے بلکہ وہم و خیال جس کے تصور سے عاجز ہیں۔

پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا پیغام اپنے سب سے عزیز اور قریبی دوست عبداللہ بن ابی قحافہ (جو بعد ازاں ابوبکر صدیق کے نام سے جانے پہچانے گئے) تک پہنچاتے ہیں۔ ان کا آپ کے ہاں آنا جانا رہتا ہے وہ اپنے قریبی دوست محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق کے دل کی گہرائیوں سے معترف ہیں۔ آپ کے دل و دماغ کی

طہارت اور حسنِ اخلاق سے خوب آگاہ ہیں، یہ ساری باتیں انہیں دعوتِ حق کے پیغام پر لبیک کہنے پر آمادہ کرتی ہیں۔ اس پیغام سے ان کے قلب و نظر کے دریچے وا ہو جاتے ہیں گویا وہ اس پیغام کے انتظار میں تھے وہ نہ صرف اس پیغام کو قبول کرتے ہیں بلکہ حیات فانی کے آخری لمحہ تک ان کی زندگی کا مشن ہی یہی پیغام بن جاتا ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم، دعوتِ اسلام کے ابتدائی مراحل کا جب بھی ذکر فرماتے تو ارشاد ہوتا "میں نے جس کسی کو اسلام کو دعوت دی اس نے سوچ بچار اور تردد سے کام لیا سوائے ابوبکر بن قحافہ کے" "میں نے جونہی انہیں اسلام کی دعوت دی انہوں نے کسی انتظار اور تردد کے بغیر فوراً اسے قبول کر لیا" (۱)

اب اس عظیم پیغام کا اخفا ممکن نہ تھا اسے بہر حال پوشیدگی کے مراحل سے نکلنا تھا۔ یہ پیغام ابوبکر جیسے حسین، یار باش، انساب کے عالم اور لوگوں کے محبوب جوان تک پہنچا، لوگ آپ سے الفت رکھتے تھے۔ آپ کی ہم نشینی لوگوں کو مرغوب تھی۔ آپ کی باتیں پوری توجہ سے سنی جاتی تھیں آپ ماہر، بااصول تاجر تھے، تحریکوں کو ابتداء میں جس نرمی، خلوص، صبر، حوصلے اور وسعت قلب و نظر کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب کی سب ابن ابی قحافہ (حضرت ابوبکر ؓ) میں موجود تھیں، جونہی آپ نے اسلام کا پیغام قبول کیا اپنی شیریں بیانی سے نرم و آسان الفاظ میں اپنے لہجے کی صداقت و امانت کے ساتھ اپنے احباب میں اس پیغام کی اشاعت کرنے لگے، آپ کا حلقہ احباب زیادہ تر تاجروں اور بااثر لوگوں پر مشتمل تھا، آپ نے نہایت حکمت سے رازداری کے ساتھ اس سلسلے کو بڑھانا شروع کیا اور قلب و نظر کو نورانیت بخشنے والے اس پیغام کو دوسروں تک پہنچانے لگے۔ کثیر الحیاء عثمان بن عفان سے دھیمے لہجے میں بات کی انہوں نے پوری توجہ سے بات سنی، غور و فکر کیا اور پھر ان کا قلب نور ایمان سے جگمگا اٹھا، اور اپنے دوستوں سے کہنے لگے میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں سنا نہ ہی میں ابوبکر میں سچائی کے علاوہ کچھ جانتا ہوں" پھر ان الفاظ سے اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ "اے اللہ میں اسی دین پر ہوں، اس کے بعد حضرت ابوبکر ؓ کے ہاتھ پر حضرت زبیر بن العوام، عبد الرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن عبید اللہ ؓ نے اسلام قبول کیا۔ ان کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، عبیدہ بن الحارث، سعید بن زید اور ان کی اہلیہ فاطمہ بنت الخطاب، آپ کی بیٹیوں اسماء اور عائشہ (حضرت عائشہ ان دنوں کم سن بچی تھیں) آپ کے غلام عامر بن فہیرہ، بلال اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم اجمعین نے اسلام قبول کیا۔

---

(۱) تاریخ الخلفاء۔ سیوطی۔ ص ۴۴

ان حضرات کے علاوہ چند اور لوگوں نے بھی اسلام قبول کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعوت خفیہ ہی رہی، صرف نیک فطرت اور حسن اخلاق سے متصف لوگوں تک یہ پیغام پہنچایا جارہا تھا۔ ہر صاحب ایمان ایسے آدمی تک یہ پیغام پہنچاتا جس پر اسے اعتماد ہوتا جس میں فہم و فراست اور عقل و دانائی موجود ہوتی، آہستہ آہستہ لوگ اس طرف مائل ہونے لگے۔ مسلمان طہارت، پاکیزگی، پاکدامنی اور خلوص دل سے اللہ واحد کی عبادت جیسے دین کے تقاضوں پر عمل پیرا ہو گئے۔ جب نماز کا وقت آتا مسلمان قریش کی مجالس اور بازاروں سے دور پہاڑوں کی گھاٹیوں کی طرف نکل جاتے اور وہاں چھپ کر نماز ادا کرتے تھے۔

علانیہ دعوتِ اسلام

جب ارشاد الٰہی "فاصدع بما تؤمروا عرض عن المشرکین" (پس جو حکم آپ کو ملا ہے وہ (لوگوں کو) سنادو اور مشرکوں کا خیال نہ کرو) کا نزول ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عبدالمطلب کے خاندان میں سے اپنے خویش و اقارب کو تبلیغ دین کا ارادہ فرمایا۔ ایک روز ان کی دعوت کی، کھانا کھلانے کے بعد آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دی، انہیں اسلام کی طرف بلایا، انہوں نے توجہ نہ دی بلکہ وہ آپ کا اور آپ کے پیغام کا مذاق اڑانے لگے (۱) کسی نے بھی اس پیغام حق کو قبول نہ کیا۔ اس کے بعد رازداری اور خاموشی کی گنجائش نہ رہی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو علانیہ تبلیغ کا حکم فرمادیا، آپ علی الاعلان ہر جگہ تبلیغ فرمانے لگے اور حتی الوسع اپنی توانائیاں اس حکم کی بجاآوری میں صرف کرنے لگے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر چڑھے اور بلند آواز سے قریش کو پکارا خصوصاً بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کو آواز دی، جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا "اگر میں تمہیں کہوں کہ اس وادی کے پیچھے ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات مان لو گے؟" سب بہ یک زبان بولے ہم مان لیں گے کیونکہ ہم نے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں سنا، یہ ایک واضح حقیقت کا اظہار تھا جس کی حقانیت کی گواہی ان کے دل ان کی زبانوں کے اظہار سے پہلے دے رہے تھے۔ (۲)

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نبوت و رسالت کی عظیم خبر سنائی اور انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نذیر بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ آپ نے انہیں اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی دعوت دی اور انہیں لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنے کو فرمایا۔ ابو لہب مذاق اڑاتے ہوئے کہنے لگا " تیرے لئے ہلاکت ہو کیا تو نے ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا؟" اور سب لوگ ٹھٹھے کرتے ہوئے واپس پلٹ گئے۔

قریش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و تبلیغ کو بہ نظر حقارت دیکھتے رہے اور اسے معمولی سمجھ کر

---

(۱) فقہ السیرۃ، امام غزالی۔ تعلیق ناصر الدین الالبانی برائے صحت حدیث

(۲) فقہ السیرۃ۔ امام غزالی۔

نظر انداز کرنے کی پالیسی اختیار کیے رہے ان کا خیال تھا کہ یہ تحریک اسی تنگ سے محدود دائرے ہی میں رہے گی۔ اسے مکہ کے چند گھروں سے باہر نکلنا نصیب نہ ہوگا اور اس تحریک کے حامیوں کی تعداد دس بیس افراد سے زائد نہیں ہو سکتی۔

جب تک تحریک اسلامی کا دائرہ لوگوں کو مکارم اخلاق کی دعوت تک محدود رہا اور ان کے معبودانِ باطلہ کو برا نہیں کہا گیا اہلِ مکہ کا یہی نقطہ نظر رہا، وہ باہم باتیں کرتے اس تحریک کا مذاق اڑاتے اور کہتے کہ خاندان عبدالمطلب کے اس جوان کو دیکھو آسمان کی خبریں بتاتا ہے۔ تاہم ہمیشہ کے لئے تحریک کا یہ رخ برقرار رہنا ناممکن تھا، اہلِ مکہ کو ان کی گمراہی اور احمقانہ پن سے خبردار کرنا ضروری تھا اور اس حقیقت کا برملا اظہار لازم تھا جس سے جانتے بوجھتے انہوں نے اپنے کان اور آنکھیں بند رکھی تھیں۔ شرک اور توحید کا آمنا سامنا لازمی تھا۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ان گونگے، بہرے اور اندھے بتوں اور پتھروں کی حقیقت کی طرف متوجہ کرتے اور انہیں سمجھاتے یہ بت کسی چیز کے مالک نہیں یہ تو اس مکھی اور مچھر کو بھی اپنی ذات سے دور نہیں کرسکتے جو ان کے سروں پر بیٹھ کر قضائے حاجت کر جاتے ہیں۔ جب ان کی بے بسی کا یہ عالم ہے تو پھر اپنے پجاریوں کی مدد کیسے کر سکتے ہیں۔ ان سے امداد و اعانت کی توقع کیوں کر کی جا سکتی ہے۔

یہ ایک ایسی حقیقت تھی جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا تھا۔ نہ ہی اس واضح ادراک سے کوئی آنکھیں چرا سکتا تھا۔ یقیناً آنکھیں اندھی نہ تھیں بلکہ سینے میں دھڑکنے والے دل اندھے ہو چکے تھے۔ دل و دماغ خواہشات نفس، دنیاوی عارضی فوائد اور فسق و فجور میں سراپا محو ہونے کی وجہ سے بصیرت سے عاری ہو چکے تھے۔ جب انہوں نے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے معبودوں کے عاجز و درماندہ ہونے کا واشگاف لفظوں میں اعلان کرتے ہیں تو ان کا جذبۂ انتقام بھڑک اٹھا اور وہ اپنے معبودوں کے دفاع کے لئے ہر طریقہ آزمانے لگے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو بتوں کے انتقام سے خوف زدہ کرتے، تباہی و بربادی کے ڈراوے دیتے، آپ کے عم محترم ابو طالب کے ہاں جا کر شکوہ سنج ہوئے کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے معبودوں کی عیب جوئی کرتے ہیں اور انہیں برے الفاظ سے یاد کرتے ہیں، آپ انہیں بتوں کی برائی کرنے سے روکیں، پھر ایک عجیب و غریب پیش کش کرتے ہیں ایسی پیش کش جسے عقل و خرد سے فارغ کوئی دیوانہ ہی پیش کر سکتا ہے۔ وہ یہ کہ ہم آپ کے پاس قریش کا نہایت حسین و فطین جوان لاتے ہیں آپ اسے اپنا بیٹا بنا لیں اور اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم اسے قتل کر دیں۔ جناب ابو طالب نہایت ہی حلیم الطبع اور کریم

گئیں تو انہوں نے نہایت شائستگی اور تہذیب سے انہیں جواب دیا "مجھے آپ پر اور آپ کی اس پیش کش پر حیرت ہے تم مجھے اتنا بتاؤ سب ہو کہ میں اس کی تلافی کروں اور میں اپنا پیغام تمہیں دے دوں تاکہ تمہارے قتل کر دو۔"

یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قیادت و سیادت، مال و دولت کی پیش کش لے کر آئے گئے۔ یہ وہ وقت آیا جب آپ کے چچا حمایت اندازی آپ سے تبلیغ دین کے سلسلہ میں گفتگو کرتے ہیں۔ آپ ان کی پوری بات سننے کے بعد وہ فیصلہ کن خط ادا کرتے ہیں جس سے ہر قسم کی مصلحت اندیشی کی راہیں مسدود ہو گئیں آپ ارشاد فرماتے ہیں "خدا کی قسم اے چچا! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی لا کر رکھ دیں اور کہیں میں یہ کام چھوڑ دوں میں اسے نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے غالب فرما دے یا میں اس کام کی خاطر ہلاک ہو جاؤں"۔(۱)

آپ بغیر خوف و خطر اپنا پیغام سناتے رہے۔ اللہ کی اطاعت میں کسی چیز سے خوف زدہ نہ ہوئے۔ اپنی ذات پر اور اپنے صحابہ پر مسلط کی جانے والی ہر اذیت کو خندہ پیشانی سے برداشت فرماتے رہے اور ہر لمحہ اللہ جل مجدہ الکریم سے ان سرکش، بدلحاظ قوتوں کے خلاف نصرت، صبر اور تحمل کی التجائیں کرتے رہے جنہوں نے دعوت اسلام کے خلاف عداوت و دشمنی کے کئی محاذ کھول دیئے تھے اور جن کی جنگ ہر روز نئی نئی صورتیں اختیار کر رہی تھی۔

(۱) نور الیقین۔ الخضری۔

کفارِ قریش کی رسولِ ایمان سے جنگ

قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ ایمان کے خلاف سخت جنگ کا اعلان کر دیا لحہ یہ جنگ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے ایسے ہر فرد کے خلاف تھی جس نے آپ کی کسی طرح مدد کی۔ اس جنگ میں ہر چال جائز رکھی گئی، زدو کوب کرنا، قتل کرنا، اقتصادی ناکہ بندی، سوشل بائیکاٹ، ایسا محاصرہ کہ ان لوگوں سے خرید و فروخت اور باہمی تعلقات، معاملات کی انجام دہی کا حق تک چھین لیا گیا۔ یہ سب "بدر" کی بنیادیں تھیں، گویا یہ اس غزوہ اور اس فتح مبین کی خشت اوّل رکھی جا رہی تھی۔

ستم رانی کی جنگ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں "ہم مسجد الحرام میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے وہاں قریش کے بعض لوگ بھی موجود تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ کچھ دیر پہلے اونٹ کاٹا گیا تھا اور اس کی اوجھڑی اور آلائش پڑی تھی۔ ابو جہل نے کہا کیا کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو یہ آلائش محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ڈال دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تھے، تب ان کا سب سے بدبخت گیا اور آپ پر وہ آلائش ڈال دی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں ہم ڈر کے مارے اسے آپ سے نہ ہٹا پائے اتنے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آگئیں۔ انہوں نے اسے آپ سے دور کیا، آپ کھڑے ہوئے اور میں نے دورانِ نماز آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"الٰہی! مضر پر اپنی گرفت سخت فرما، بار الہا! ان پر یوسف علیہ السّلام کے دور کے قحط کی طرح قحط مسلط فرما، اے اللہ! ابو الحکم بن ہشام (ابو جہل) عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، عقبہ بن ابی معیط، امیہ بن خلف کی گرفت فرما"

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں میں نے آنے والے سال میں انہیں "بدر" کے گڑھے میں مقتول پڑے ہوئے دیکھا ان کے بے جان لاشے گھسیٹ کر گڑھے میں ڈال دیئے گئے تھے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں مجھ سے عمرو بن عثمان بن عفان نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بتایا "رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے اور آپ کا ہاتھ ابو بکر کے ہاتھ میں تھا، اس وقت عقبہ بن ابی معیط، ابو جہل بن ہشام اور امیہ بن خلف حطیم میں بیٹھے تھے، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے سامنے سے گذرے تو انہوں نے آپ کے متعلق نازیبا باتیں کیں۔ آپ کے چہرہ انور پر ناگواری کی کیفیت دیکھی گئی۔ میں آپ کے قریب آگیا، اور آپ کو درمیان میں لے لیا آپ میرے اور ابو بکر کے درمیان میں آگئے آپ نے اپنی انگلیاں میری انگلیوں میں داخل کر دیں یہاں تک کہ ہم نے طواف شروع کیا، پھر جب آپ ان لوگوں کے سامنے آئے تو ابو جہل نے کہا "بخدا جب تک سمندر کا پانی اپنے کناروں کو چھوتا رہے گا ہم تم سے مصالحت نہیں کریں گے۔ تم ہمیں ان معبودوں کی عبادت سے روکتے ہو جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے رہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیوں نہیں (میں روکتا رہوں گا) پھر آپ آگے چلے گئے۔ طواف کے تیسرے چکر میں انہوں نے پھر اسی طرح کہا، یہاں تک کہ چوتھے چکر میں وہ آپ کے قریب آگئے اور ابو جہل نے جھپٹ کر آپ کے کپڑے پکڑنے چاہے تو میں نے اس کے سینہ پر ہاتھ مارا جس سے وہ گھٹنوں کے بل جا گرا ابو بکر نے امیّہ بن خلف کو دھکا دیا اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ بن ابی معیط کو دھکا دیا، تب وہ آپ سے پیچھے ہٹ گئے۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا، "بخدا! تم باز نہیں آؤ گے یہاں تک کہ تم جلد آنے والے عذاب کی گرفت میں آجاؤ" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ سن کر ان میں سے ہر ایک تھر تھر کانپنے لگا۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے "تم اپنے نبی کی بدترین قوم ہو" پھر آپ اپنے گھر کو لوٹ گئے اور ہم آپ کے گھر کے دروازے تک آپ کے پیچھے پیچھے رہے۔ آپ دروازے کی چوکھٹ پر کھڑے ہوئے اور ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

" تمہیں بشارت ہو اللہ عزوجل اپنے دین کو غالب فرمانے والا ہے۔ اپنے کلمہ کو پورا فرمانے والا ہے، اپنے نبی کی نصرت فرمانے والا ہے اور ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ بہت جلد تمہارے ہاتھوں سے ذبح فرمانے والا ہے"۔

پھر جہنمی اپنے گھروں کو چلے گئے۔ بخدا میں نے ان لوگوں کو "بدر" میں دیکھا وہ ہمارے ہاتھوں سے ذبح ہو چکے تھے۔ (۱)

مورخین اور سیرت نگار بیان کرتے ہیں کہ ابو لہب کی بیوی ام جمیل رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

---

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۲۸۹ تا ۳۱۰۔

ایذا دیا کرتی تھی وہ آپ کے راستوں پر کھڑی ہوتی اور آپ کو غلیظ گالیاں بکا کرتی تھی۔ آپ کے دروازہ پر کوڑا کرکٹ ڈال دیتی لیکن آپ ہمیشہ صبر و تحمل کا مظاہرہ فرماتے۔

قریش مکہ کی طرف سے پہنچائی جانے والی اذیتوں کا یہ ایک ہلکا سا عکس تھا، ان کی زبانیں اور ہاتھ تو ہمیشہ کسی نہ کسی اذیت رسانی میں مصروف رہا کرتے تھے۔ کیا اب بھی کوئی عقل مند، ذی شعور اور منصف مزاج شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قریش کے قافلہ کو گرفت میں لینے کے لئے بدر کی طرف جانا نامناسب تھا؟ ستم رانیوں اور اذیت رسانیوں کی یہ جنگ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تک محدود نہ تھی بلکہ آپ کے صحابہ کرام بھی اس کی لپیٹ میں آئے ہوئے تھے۔ اہلِ ایمان خواہ طبقہ اشرافیہ سے تعلق رکھتے ہوں یا کمزور گروہوں سے، ہر فرد درجہ بدرجہ ظلم و بربریت کا نشانہ بنا ہوا تھا۔

ظلم و ستم برداشت کرنے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھی اور دوست طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا ذکر سنیئے۔ مسعود بن خراش بیان کرتے ہیں میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی میں مصروف تھا میں نے دیکھا لوگ ایک جوان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں، انہوں نے اس کے ہاتھ گردن کے پیچھے باندھے ہوئے ہیں۔ اس کے ارد گرد دوڑتے پھرتے ہیں۔ اور اس کی پیٹھ اور سر پر مار رہے ہیں پیچھے پیچھے ایک عورت اسے گالیاں بک رہی ہے اور مار رہی ہے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا اس جوان نے کیا جرم کیا ہے؟ اور یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ طلحہ بن عبید اللہ اپنے دین سے منحرف ہو کر بنو ہاشم کے ایک جوان کا پیروکار بن گیا ہے، میں نے پوچھا یہ عورت کون ہے؟ بتایا گیا یہ اس جوان کی ماں صعبہ بنت الحضرمی ہے۔ پھر نوفل بن خویلد اٹھا اور اس نے رسی لے کر طلحہ اور ابو بکر دونوں کو باندھ دیا، دونوں کو ایک رسی سے باندھ کر سخت سزا دینے کے لئے مکہ کے آوارہ گردوں کے حوالہ کر دیا۔ اسی لئے حضرت ابو بکر اور طلحہ کو "قرینین" دو ساتھی کا لقب ملا۔ (۱)

یہ حضرت سعد بن ابی وقاص ہیں، قریش کے نازو نعم میں پلے ہوئے نوجوان، اپنی ماں سے محبت اور حسن سلوک میں سب سے پیش پیش، جب آپ کی مشرکہ ماں نے آپ کے اسلام قبول کرنے کی خبر سنی تو غصے سے آگ بگولہ ہو گئی اور بلا کر کہا اے سعد! تو نے اپنے ماں باپ کا دین چھوڑ کر کونسا دین اختیار کر لیا ہے۔ بخدا جب تک تم اپنے اس نئے دین کو نہیں چھوڑو گے مجھ پر کھانا پینا حرام ہے یہاں تک کہ میری موت آجائے۔ پھر تمہارا سینہ میری موت پر غم سے پھٹ جائے گا، تم اپنے کئے پر پچھتاؤ گے اور لوگ تمہیں ہمیشہ ماں کا قاتل کہہ

---

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۲۸۲۔

کر پکاریں گے۔ سعد دکھ بھری آواز میں کہتے ہیں ماں ایسا نہ کرنا، میں اپنا دین نہیں چھوڑوں گا، ماں اپنے ارادے پر جمی رہی اور اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ جب کھائے پیئے بغیر اسے کئی دن گذر گئے، اس کی حالت غیر ہو گئی قویٰ مضمحل ہو گئے، جسم و جان کا رشتہ بر قرار رکھنا مشکل ہو گیا، سعد کے دکھ میں اضافہ ہو گیا وہ اپنی تمام تر کوششوں اور خوشامدوں کے باوجود ماں کو کچھ کھا پی لینے پر رضا مند نہ کر سکے۔ وہ ماں کو کھونا نہیں چاہتے تھے نہ ہی اس روشنی سے محروم ہونا چاہتے تھے جس نے دین اسلام کی صورت میں ان کے قلب و نظر کو تابناک کر دیا تھا اور دل و دماغ کو لاثانی وسعتوں سے ہمکنار کر دیا تھا۔ ادھر ماں شدت سے اپنے موقف پر ڈٹی ہوئی تھی اور قسم پر قسم کھا رہی تھی کہ اگر سعد نے اپنا دین نہ چھوڑا تو وہ مرتی مر جائے گی لیکن کھانے کا ایک لقمہ یا پانی کا ایک قطرہ حلق سے نہیں اتارے گی۔

سعد، شیطان کی اس حیلہ گری کو بصد اندوہ دیکھے جا رہے تھے جس نے ماں کے دل میں ایسا فاسد خیال پختہ کر دیا تھا۔ دوسری طرف ایمان سعد کے قلب و نظر کو اولوالعزمی، ثبات قدمی، استقامت اور صبر و تحمل سے آباد و شاد کئے جا رہا تھا۔ آخر کو حضرت سعد نے ماں سے فیصلہ کن انداز میں کہا "ماں! میں یقیناً آپ سے بے انتہا محبت کرتا ہوں۔ لیکن اللہ اور اس کے رسُول ﷺ سے میری محبت تیری محبت سے کہیں بڑھ کر ہے...... خدا کی قسم اگر آپ کی سو جانیں ہوں اور وہ ایک ایک کر کے آپ کے جسم سے نکل جائیں میں پھر بھی کسی وجہ سے اس دین کو نہیں چھوڑوں گا"۔ حضرت سعد اور ان کی ماں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: (۱)

وَإِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى أَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا	اور اگر وہ تیرے درپے ہوں کر تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک
لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ	کرے جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو ان کا کہا نہ ماننا ہاں دنیا
صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّاتَّبِعْ	کے کاموں میں انکا اچھی طرح ساتھ دینا اور جو شخص میری
سَبِيْلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ	طرف رجوع لائے اسکے رستے پر چلنا پھر تمکو میری طرف لوٹ کر آنا ہے
فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾	تو جو کام تم کرتے رہے میں سب تم کو آگاہ کروں گا ﴿۱۵﴾

(سورۃ لقمان۔ آیت ۱۵)

یہ حضرت خباب بن الارت ہیں ام انمار کے غلام، ماہر لوہار، اہل مکہ کے لئے تلواریں بناتے ہیں، لوگ ان کو ان کی ہوشیاری، امانت اور اپنے ہنر میں مہارت کی وجہ سے بہت پسند کرتے ہیں، جونہی آپ کو حضرت محمد صلاۃ اللہ وسلامہ علیہ کے ظہور کی خبر ملتی ہے، دعوتِ اسلام کا پیغام کانوں تک پہنچتا ہے ہمہ تن

(۱) تفسیر القرطبی ج ۱۳ ص ۳۲۸۔

گوش ہو جاتے ہیں توحید کی ضیاء باریوں سے حصہ یاب ہوتے ہیں اور بیعت کے لئے اپنا ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دراز کر دیتے ہیں۔ "اشهد ان لا اله الا اللّٰه و ان محمد ارسول اللّٰه" کی گواہی دیتے ہیں اور روئے زمین پر اسلام کو قبول کرنے والوں میں چھٹا نمبر حاصل کرنے کی سعادت پا لیتے ہیں۔ "کہا جاتا ہے خباب اس وقت سے آشنا ہیں جب وہ چھٹے مسلمان تھے"۔(۱)

خباب نے اپنا اسلام نہیں چھپایا جلد ہی ان کی مالکن ام انمار اس خبر سے واقف ہو گئی، وہ غصہ سے پھر گئی اور اپنے بھائی سباع بن عبد العزیٰ اور خزاعہ کے جوانوں کی ایک جماعت کو ان پر مسلط کر دیا اور انہیں اس وقت تک برابر تعذیب اور جور و جفا کا نشانہ بنائے رکھنے کو کہا جب تک خباب اسلام سے دست بردار نہ ہو جائے۔ لیکن خباب عزم و ہمت کا پہاڑ بن کر جراءت و شجاعت کی داستانیں رقم کرتا رہا۔ اور دوسرے کمزور مسلمانوں کے لئے مینارہ نور بن گیا، دوسرے مسلمانوں نے بھی حوصلہ پا کر اپنے مسلمان ہونے کا بر ملا اعلان کر دیا۔

خباب کی مالکہ نے ظلم و ستم کا ہر حربہ آزمایا۔ جب سورج کی گرمی زوروں پر ہوتی، اور بطحاء مکہ میں سورج کی کرنیں آگ کے شعلے برسا رہی ہوتیں، ظالم، خباب کو باہر لاتے ان کے کپڑے اتارتے، انہیں لوہے کی زرہیں پہناتے اور دھوپ میں ڈال دیتے۔ شدت کی گرمی اور پیاس ہوتی، پانی نہ دیتے جب پیاس کی شدت سے جاں بلب اور دھوپ کی تمازت سے نڈھال ہو جاتے تو ظالم پوچھتے اب بتاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتے ہو، جواب ملتا "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے برگزیدہ بندے اور اس کے رسول ہیں۔" آپ ﷺ ہمارے پاس ہدایت اور حق سے مزین دین لائے ہیں تاکہ ہمیں کفر و شرک کے اندھیروں سے نکالیں اور ایمان کی روشنی عطا کریں" لوگ پھر لاتوں، مکوں سے ان پر پل پڑتے اور تھک ہار کر سوال کرتے "تم لات و عزیٰ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟" خباب کہتے "دونوں اندھے، بہرے بت ہیں جو کسی کو نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے۔...... تب جفاکار گرم پتھر لاتے، آپ کی پیٹھ کو گرم پتھروں سے داغتے یہاں تک کہ آپ کے جسم کی چربی پگھلنے لگتی تھی۔ ایک مرتبہ ام انمار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خباب کی دکان کے سامنے سے گذرتے اور خباب سے باتیں کرتے دیکھ لیا، وہ غصہ سے پاگل ہو گئی۔ اس نے بھٹی میں سے گرم لوہا نکال کر خباب کے سر پر رکھ دیا جس سے ان کا سر جل گیا اور وہ بے ہوش ہو گئے۔ یہ ان ستم رانیوں کی ایک ہلکی سی جھلک تھی جس کا سامنا اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفارِ مکہ کے ہاتھوں شب و روز کرنا پڑتا تھا۔

ام انمار جب بھی خباب رضی اللہ عنہ کی دکان پر جاتی آپ سے یہی سلوک کرتی اور وہ صبر کا دامن

---

(۱) ابن ہشام ص ۳۵۷۔

تھامے رہتے اور ام انمار اور اس کے سنگ دل بھائی کے لئے اللہ سے فریاد کرتے، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اُم انمار شدید سر درد میں مبتلا ہوئی اور اس کا یہی علاج تجویز کیا گیا کہ اس کے سر کو آگ سے گرم لوہے سے داغا جائے۔

یہ حضرت عمار بن یاسر کی والدہ سُمیہ رضی اللہ عنہا ہیں، اسلام کا پیغام قبول کرنے والوں میں ساتویں، آلِ مغیرہ انہیں لوہے کی زرہ پہنا کر آگ برساتے سورج کی دھوپ میں بھوکا پیاسا ڈالے رکھتے، لیکن تمام تر اذیتوں کے باوجود ان کا عقیدہ اور ایمان غیر متزلزل رہا اور وہ ثابت قدمی سے زندگی کے آخری لمحات تک اسلام کے عروۃ الوثقی سے منسلک رہیں یہاں تک کہ دشمنِ خدا ابو جہل نے ان کے اندام نہانی میں برچھی مار کر انہیں شہید کر دیا۔ آپ اسلام کی پہلی شہیدہ ہیں۔

یہ شہیدہؑ اسلام سمیہ کے صاحبزادے عمار بن یاسر ہیں۔ ماں کی طرح یہ بھی بنو مخزوم کے غلام تھے، ابو حذیفہ نے انہیں آزاد کر دیا تھا۔ اپنی والدہ کے ساتھ دولتِ اسلام سے شاد کام ہوئے اور اپنے والدین کے ساتھ ہر طرح کے ظلم و ستم کی چکی میں پستے رہے۔ اذیت ناک مار پیٹ، بھوک، پیاس کی شدت، اسلام کی تاریخ میں ان کا اور ان کے والدین کا صبر ضرب المثل بن گیا، ایمان اور اسلام پر استقامت اور خندہ پیشانی سے تمام مصائب و آلام برداشت کرنا قابلِ رشک قرار پایا، ایک مرتبہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ان لوگوں سے ہوا، انہیں راہِ خدا میں عذاب دیا جا رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

"صبرا ال یاسر فان موعد کم الجنة" اے آلِ یاسر صبر کرو، یقیناً تمہارے ساتھ جنت کا وعدہ ہے۔(۱)

یہ مؤذن رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلال بن رباح اور ان کی والدہ حمامہ ہیں، آپ کو سخت اذیتوں میں مبتلا دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خرید کر آزاد کیا ہے۔(۲)

امیہ بن خلف آپ کو سورج کی سخت گرمی میں منہ کے بل لٹا کر اوپر چکی کا گرم پاٹ رکھ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کفر کرو، رب محمد (علیہ السلام) سے کفر کرو اور بلال کی ایک ہی صدا ہے، احد، احد، (اللہ ایک ہے) یہ ان مصائب و آلام میں سے مشتے از خروارے نمونہ تھا، ورنہ کفار مکہ نے مسلمانوں پر ستم کا کونسا حربہ تھا جو استعمال نہ کیا ہو۔ کیا ان امور کو سامنے رکھتے ہوئے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قریش کے قافلہ کی گرفت کے لئے تشریف لے جانا عجیب و غریب نظر آتا ہے؟

---

(۱) سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۳۱۷۔ (۲) سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۳۱۷

حضرت عمر بن الخطاب کا دیگر مسلمانوں کے ساتھ تکالیف برداشت کرنا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے اسلام قبول کیا تو میں نے سوچا اہل مکہ میں سے وہ کونسا شخص ہے جو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ دشمنی اور عداوت رکھتا ہے تاکہ میں اسے اپنے اسلام قبول کرنے کی خبر سناؤں۔ مجھے ابو جہل کا خیال آیا میں نے جا کر اس کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا اس نے پوچھا دروازے پر کون ہے؟ میں نے کہا عمر بن الخطاب۔ وہ باہر آیا اور کہنے لگا میرے بھانجے کو خوش آمدید ہو، کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا میں تجھے ایک خوشخبری سنانے آیا ہوں۔ ابو جہل بولا بھانجے کیا خوشخبری ہے؟ میں نے جواب دیا "میں اللہ پر اور اس کے رسُول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکا ہوں اور ان کے پیغام کی تصدیق کرتا ہوں"۔ ابو جہل نے جھٹ دروازہ بند کر دیا اور کہنے لگا اللہ تیرا اور تیری خبر کا ناس مارے۔ پھر میں حطیم کعبہ میں آیا وہاں جمیل بن معمر موجود تھا یہ کانوں کا کچا اور پیٹ کا ہلکا مشہور تھا، میں نے اسے اپنے مسلمان ہونے کی خبر سنائی اور ساتھ یہ تاکید بھی کی کہ کسی اور کو یہ بات نہ بتانا۔ یہ سننا تھا کہ وہ اٹھ کھڑا ہوا اور چیخ کر کہنے لگا لوگو! سنو عمر بن الخطاب بے دین ہو گیا ہے۔

چاروں طرف سے لوگ مجھ پر ٹوٹ پڑے وہ مجھے اور میں انہیں مارنے لگا یہاں تک میرا ماموں ابو جہل آپہنچا اور چیخ کر بولا ابن الخطاب میری پناہ میں ہے۔ اس کے بعد میں دیکھتا کہ مسلمانوں کو زدو کوب کیا جاتا ان پر ستم ڈھائے جاتے اور مجھے (ابو جہل کی پناہ کی وجہ سے) کوئی کچھ نہ کہتا۔ تب میں نے دل میں سوچا یہ درست نہیں مجھے بھی مسلمانوں کے ساتھ مصائب میں شریک ہونا چاہیے۔ چنانچہ میں حطیم میں آیا اور ابو جہل کے پاس کھڑا ہو کر کہا میں نے تیری پناہ لوٹا دی ہے۔ پھر میرے ساتھ بھی وہی سلوک ہونے لگا وہ مجھے مارتے اور میں انہیں مارتا۔ (۱)

مشرکین مکہ کے وحشیانہ جرائم کی یہ چند جھلکیاں ہیں، ان کے لاتعداد مظالم کا یہ ہلکا سا عکس ہے، انہوں نے مسلمانوں پر ہر ستم ڈھایا، زدو کوب کرنا، کوڑوں سے لہو لہان کرنا، سنگ باری کرنا، گرم لوہے سے داغنا، شدید گرمی اور کڑی دھوپ میں بھوکا پیاسا ڈال دینا، ان انتقامی کارروائیوں کے نتیجہ میں کئی مسلمان نقد جان ہار بیٹھے اور رتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ کیا یہ جنگ نہ تھی؟ کیا ان مظالم کی روک تھام کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بدر کی طرف تشریف لے جانا عدل وانصاف پر مبنی نہ تھا؟ کیا جنگی حکمت عملی اور فطری عدل اس کی برملا تائید نہیں کرتے؟

---

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۳۴۲۔

خفیہ اور علانیہ جنگ

میدان کارزار میں شدت آگئی، ہر جانب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا تذکرہ ہونے لگا اور یثرب تک آپ کی شہرت پہنچ گئی مکہّ کے گرد و نواح میں آباد قبائل عرب میں یہ خبر بڑی سرعت سے پھیل گئی، بہت سے قبائل کو اس خبر پر یقین آگیا کہ مکہّ میں ایسی شخصیت ہے جو قریش اور اہلِ عرب کو احمق گردانتی ہے (کہ وہ بے جان بتوں کی پرستش کرتے ہیں) اور ان کے معبودوں کو برا بھلا کہتی ہے۔

موسم حج قریب آگیا اور قریش کو شدت سے یہ احساس ہونے لگا کہ عنقریب اہل عرب حج کے لئے مکہّ میں آنا شروع کر دیں گے وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے بارے میں تحقیق و تفتیش کریں گے یا ان کی تعلیمات کے متعلق پوچھ گچھ کریں گے تاکہ واپسی پر اپنی قوم اور قبائل کے پاس مکہّ اور بیت اللہ الحرام سے نئی خبریں لے کر جائیں۔

قریش نے پیشگی خطرہ بھانپ لیا کہیں یہ لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) سے ملاقات نہ کریں۔ وہ جانتے تھے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو اللہ تعالیٰ نے فصاحت و بلاغت اور شیریں بیانی عطا فرمائی ہے اور پھر اس پیغام کی حقانیت، حسنِ اخلاق کے ذریعہ لوگوں میں پُر تاثیر دعوت و تبلیغ، شخصی دل آویزی، خواہشات نفسانی اور رذائل سے مکمل احتراز، غرض ہر پہلو آنے والوں کو متاثر کر سکتا ہے، چنانچہ ضروری قرار پایا کہ اس سلسلہ میں ایک اہم میٹنگ رکھی جائے جس میں ایسی حکمت عملی طے کی جائے جس سے باہر سے آنے والے وفود کو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم اور آپ کے پیغام سے دور رکھا جائے۔

وہ دار الندوہ (دار قصی بن کلاب) میں باہم مشورت کے لئے جمع ہوئے، مختلف اقدامات تجویز اور مسترد ہونے لگے، کیا کہیں؟ جھوٹا، لیکن انہوں نے تو کبھی جھوٹ نہیں بولا، وہ ہم میں صادق و امین مشہور ہیں، کاہن؟ لیکن ان کی باتوں اور کاہنوں کی باتوں میں کوئی نسبت ہی نہیں، شاعر؟ اہل عرب شاعری کی تمام اصناف سے واقف ہیں۔ دیوانہ؟ نہیں بلکہ جادوگر...... یہ باپ بیٹے، میاں، بیوی، غلام، آقا، بھائی بھائی اور آدمی اور اس کے اہلِ خانہ میں جدائی ڈال رہے ہیں۔......

یہ مکہ کی ہر گھاٹی اور حرم کی طرف آنے والے ہر راستہ پر پہنچ گئے۔ جس راستہ سے بھی حاجیوں کا قافلہ آتا ان سے اس سلسلہ میں گفتگو کرتے۔ انہیں خوف زدہ کرتے اور اس وقت سے ڈراتے کہ کہیں وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جادو سے متاثر نہ ہو جائیں۔ بلکہ ان سے دور رہیں ان کی باتیں نہ سنیں اور ان مصائب کا شکار نہ ہوں جن سے قبل ازیں اسلام قبول کرنے والے دوچار ہو رہے ہیں۔

کفار مکہ مسلسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیغام کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا کرتے رہے اور جھوٹی داستانیں پھیلاتے رہے، جب بھی انہیں معلوم ہوتا کہ کوئی وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے آیا ہے وہ فوراً پہنچ جاتے، حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے، اسلام اور پیغمبر اسلام کا گھناؤنا تعارف کراتے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہ کرنے دیتے۔ (۱)

وفد نجران:

نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد جو تقریباً بیس افراد پر مشتمل تھا مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان لوگوں نے مہاجرین حبشہ صحابہ کرام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور ظہور اسلام کا ذکر خیر سنا تھا۔ آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ یہ لوگ آپ کے گرد بیٹھ گئے، آپ سے گفتگو اور سوالات کرنے لگے، قریش کے لوگ کعبہ کے قریب اپنی اپنی مجالس میں بیٹھے ان پر نظر رکھے ہوئے تھے، جب یہ لوگ اپنے مطلوبہ سوالات کے جوابات سن چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور انہیں قرآن مجید کی بعض آیات سنائیں۔ انہوں نے کلام الٰہی سنا تو ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور انہیں یقین ہو گیا کہ جس نبی کی صفات وہ اپنی کتابوں میں پڑھا کرتے تھے وہ یہی نبی موعود ہیں۔

جب یہ لوگ جانے لگے تو ابو جہل چند قریشیوں کے ساتھ آگے بڑھا اور ان سے کہنے لگا!

"اللہ تعالیٰ تمہارے قافلے کو خائب و رسوا کرے تمہارے پیچھے جو تمہارے ہم مذہب ہیں انہوں نے تمہیں یہاں اس لئے بھیجا کہ تم اس شخص کے حالات معلوم کرو اور پھر انہیں آگاہ کرو اور تم جونہی ان کے ساتھ بیٹھے تم نے اپنا دین چھوڑ دیا۔ اور ان کی باتوں کی تصدیق کر دی ہم نے تمہارے وفد سے زیادہ احمق کوئی اور وفد نہیں دیکھا"

---

(۱) سیرت ابن ہشام ج ۱ صفحہ ۲۹۹-۳۰۰

اہل نجران نے انہیں جواب میں کہا تم پر سلام ہو، ہم تمہارے ساتھ جاہلوں کی طرح گفتگو نہیں کرنا چاہتے، ہمارے لئے وہی بہتر ہے جس پر ہم ہیں اور تمہارے لئے وہی جس راہ پر تم گامزن ہو، ایک قول کے مطابق یہ آیت کریمہ اسی وفد کے متعلق نازل ہوئی :

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ	اور جب اس (کتاب) کو سنتے ہیں جو (سب سے پچھلے پیغمبر (محمدؐ) پر نازل ہوئی تو
تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ	تم دیکھتے ہو کہ انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اسلئے کہ انہوں نے حق بات
مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ	پہچان لی اور وہ (خدا کی جناب میں) عرض کرتے ہیں کہ اے
اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾	پروردگار ہم ایمان لے آئے تو ہمکو ماننے والوں میں لکھ لے ﴿۸۳﴾

(سورۃ المائدہ۔ آیت : ۸۳)

حضرت ضمادِ ازدی کا قبولِ اسلام :

آپ کا تعلق قبیلہ ازد شنوءہ سے تھا، جھاڑ پھونک سے مریضوں کا علاج کرتے تھے، مکہ میں آئے وہاں کے بے وقوفوں کو یہ کہتے سنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر آسیب کا سایہ ہے، کہنے لگے اگر میں انہیں دیکھ لوں تو ان پر دم کر دوں شاید کہ اللہ تعالیٰ انہیں میرے ہاتھوں شفایاب کر دے، ضماد بیان کرتے ہیں میں آپ کے پاس آیا اور عرض کیا اے محمد! میں آسیب اور دیوانگی دور کرنے کے لئے دم کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے میرے ہاتھ سے شفا عطا فرما دیتا ہے۔ کیا آپ دم کرانا پسند کریں گے؟ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں گویا ہوئے :

"ان الحمد للّٰہ نحمدہ و نستعینہ ، من یھد اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ و اشھدان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریك لہ و ان محمد اعبدہ و رسولہ"

ہر حمد اللہ ہی کے لئے ہے ہم اسی کی حمد بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، جسے اللہ ہدایت بخشے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں، میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور یہ کہ محمد اس کا بندہ اور اس کا رسُول ہے"۔

ضماد بولے یہ کلمات پھر دہرایئے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات طیبات تین بار دہرائے، انہیں بار بار سننے کے بعد ضماد نے کہا :

"میں نے کاہنوں، جادوگروں اور شاعروں کے اقوال واشعار سنے ہیں لیکن میں نے آپ کے ان کلمات جیسے کلمات نہیں سنے، ہاتھ آگے بڑھایئے تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کروں"۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیعت لی اور ارشاد فرمایا کیا یہ بیعت تمہاری قوم کی طرف سے بھی ہے؟ انہوں نے گذارش کی بے شک یہ بیعت میری قوم کی طرف سے بھی ہے۔(۱)

طفیل بن عمرو الدوسی :

طفیل اپنی قوم کے سردار اور نغز گو شاعر تھے مکہ میں آئے تو قریش کے چند سربر آوردہ لوگ ان کے پاس گئے اور کہا طفیل! تم ہمارے ہاں آئے ہو ہمارے ہاں ایک آدمی ہے جس نے ہمیں سخت مصیبت میں ڈال رکھا ہے۔ ہمارے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ ہمارے حالات کو دگرگوں کر دیا ہے اس کی باتوں میں جادو ہے جس نے بھائی بھائی میں اور خاوند بیوی میں جدائی ڈال دی ہے۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں تم اور تمہاری قوم ہماری طرح اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جائے، تم اس سے گفتگو نہ کرنا اور اس کی بات نہ سننا۔
طفیل بیان کرتے ہیں یہ لوگ مجھے برابر نصیحت کرتے رہے اور میں نے پختہ عہد کر لیا کہ میں حضور کی کوئی بات نہیں سنوں گا۔ یہاں تک کہ جب میں مسجد الحرام کو جاتا کانوں میں روئی ٹھونس لیتا۔ ایک روز میں مسجد میں گیا اچانک میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے ہیں میں آپ کے پاس کھڑا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی بعض باتیں مجھے سنوا دیں میں نے بہترین کلام سنا میں نے اپنے دل میں کہا میں برے بھلے کلام کی اچھی طرح پہچان رکھتا ہوں اس شخص کی بات سننے سے مجھے روکنے والا کون ہے؟ میں انتظار کرنے لگا آپ اپنی نماز سے فارغ ہوئے اور گھر کی طرف چل دیئے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا، آپ نے وہاں مجھے قرآن مجید سنایا، پھر طفیل دوسی کا دل ایمان کی دولت سے مالا مال ہو گیا۔ اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی قوم میں تبلیغ اسلام کا حکم دیا۔ طفیل کے والد اور قوم کے بعض افراد ان کی تبلیغ سے مسلمان ہو گئے۔ باقی قوم ایک عرصہ تک اسی طرح شرک میں مبتلا رہی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوس کے لئے اسلام کی دعا کی اور قبیلۂ دوس کے باقی ماندہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔(۲)

---

(۱) سیرت ابن ہشام ج ۱ صفحہ ۳۹۱، ۳۹۲۔ (۲) سیرت ابن ہشام ص ۳۸۲۔

سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت

نجاشی سے شکایت :

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مسلمانوں کی ایک جماعت نے حبشہ کی طرف ہجرت کی وہاں ان کی جانوں اور ان کے دین کو تحفظ، اور امن ملا، قریش مکہ کو مسلمانوں کا یوں چین اور آرام سے رہنا ایک آنکھ نہ بھایا۔ مسلمان ان کے پنجہ استبداد سے نکل جائیں اور پر سکون زندگی گزاریں ظالموں کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگے اور انہوں نے ایک شیطانی چال چلنے کی سوچی اور نجاشی کے ہاں مسلمانوں کے بارے میں غلط سلط باتیں پہنچانے کی ٹھان لی۔ نجاشی، اس کے امراء اور درباریوں کے لئے اپنے قاصدوں کے ہمراہ تحائف روانہ کئے۔ قریش کے قاصدوں نے نجاشی کے پاس مسلمانوں کی چغلیاں کھائیں، جھوٹ فریب پر مبنی باتیں سنائیں، حقائق کو مسخ کر کے اسلام کی نہایت مکروہ تصویر پیش کی۔ وفد کے ممبر عمرو بن العاص نے نجاشی کے کان بھرے کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ حضرت مریم کے متعلق نازیبا باتیں کرتے ہیں، نجاشی نے مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا اور ان سے قریش کے الزامات کی بابت دریافت کیا، قرآن مجید سنا اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں ان کے عقائد معلوم کئے۔ مکمل چھان بین سے قریش کا جھوٹ پکڑا گیا اور نجاشی نے اسلام کے دینِ الٰہی ہونے کا اعتراف کر لیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نجاشی مسلمان ہو گیا جب وہ فوت ہوا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس کی موت کی خبر دی اور اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔(۱)

اسلام کے خلاف قریش کی اس چومکھی جنگ میں بعض شعراء کو بھی غلط بیانی کر کے پامال وغیرہ دے کر شامل کر لیا گیا۔ تاکہ وہ اسلام، مسلمانوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہجو کریں۔ اور اپنے اشعار سے لوگوں کو بھڑکاتے پھریں، اس دور میں اہلِ عرب شعر و شاعری سے اسی طرح متاثر ہوتے تھے جس طرح آج کے دور میں اخبار، رسائل اور فلمیں وغیرہ لوگوں کے قلوب و اذہان کو متاثر کرتی ہیں بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اہلِ عرب میں شاعری آج کی پروپیگنڈہ مشنری سے زیادہ موثر تھی۔

---

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۳۳۳ تا ۳۳۸

اقتصادی جنگ

قریش اور ان کے ہم نوا مشرکین عرب جس طرح مسلمانوں کو اپنے ہاتھوں سے طرح طرح کی اذیتیں پہنچارہے تھے، مار پیٹ لڑائی جھگڑے اور کشت وخون کو انہوں نے معمولات زندگی میں شامل کرلیا تھا۔ اسی طرح وہ زبانوں کے تیر ونشتر بھی برابر چلارہے تھے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ کرتے رہتے، کذب وافتراء کے طوفان اٹھاتے رہتے، مکہ میں وارد ہونے والے ہر اجنبی کو محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جادوگری اور کذب کی من گھڑت داستانیں سناکر آپ سے بچنے کی تلقین کرتے رہتے۔

اب انہوں نے اپنا آخری ہتھیار آزمانے کا فیصلہ کرلیا ذرائع معاش محدود کردینے کی جنگ، رزق ومال سے محروم کردینے کا منصوبہ، بھوکا مارنے کی سازش، تاکہ اہل ایمان ہتھیار ڈال دیں یا کم از کم اپنی تبلیغی سرگرمیاں ترک کردیں اور تحریک اسلامی بھی جزیرۃ العرب میں سابقہ ادوار میں ظاہر ہونے والے دیگر ادیان کی طرح قصۂ پارینہ بن جائے۔

مقاطعہ (Social Boycoth):

مشرکین نے بنو ہاشم سے مطالبہ کیا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالے کردیا جائے تاکہ قریش انہیں قتل کردیں اور بنو ہاشم دُہرا خون بہا (دیت) لے لیں، بنو ہاشم نے صاف انکار کردیا، بنو المطلب بن عبد مناف نے بھی بنو ہاشم کا ساتھ دیا چنانچہ مشرکوں نے ان سے قطع تعلق کا اجتماعی فیصلہ صادر کردیا۔ بنو ہاشم اور بنو المطلب شعب ابی طالب میں آگئے۔ اور باقی مسلمانوں کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ قریش کا بہ سلسلہ تجارت حبشہ میں آنا جانا رہتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نجاشی کی تعریف میں فرماتے "اس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا" عام مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کرگئے اور بنو ہاشم اور بنو المطلب کے تمام لوگ (مومن اور مشرک) شعب ابی طالب میں محصور ہوگئے۔ اہلِ ایمان اپنے دین کے لئے اور بنو ہاشم وبنو المطلب کے کافر قبائلی عصبیّت وغیرت کے باعث ساتھ دے رہے تھے۔

جب قریش کو یقین ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ والے آپ کو قریش کے حوالے نہیں کریں گے تو انہوں نے بائیکاٹ کا حتمی فیصلہ کر لیا اور یہ طے پایا کہ ان لوگوں سے خرید و فروخت نہیں کریں گے۔ اور ان کے ہاں غلہ وغیرہ نہیں جانے دیا جائے گا۔ بازار میں ان کا داخلہ بند رہے گا اور از قسم طعام کوئی چیز ان کے ہاتھ نہیں لگنے دی جائے گی۔ چنانچہ وہ آگے بڑھ کر اور منہ مانگے داموں چیزیں خرید لیتے۔ ان سے رشتے ناطے ختم کر دیئے جائیں گے اور ان کے ساتھ اس وقت تک صلح نہیں کی جائے گی اور نرمی کا برتاؤ نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لئے ہمارے حوالے نہ کر دیں۔

کفار مکہ نے ایک صحیفے پر معاہدہ لکھا اور اسے کعبہ میں لٹکا دیا اور تین سال تک سختی سے سوشل بائیکاٹ پر کاربند رہے۔ شعب ابی طالب کی طرف جانے والے ہر راستہ کی نگرانی کرتے اور اگر کوئی شخص کھانے پینے کی اشیاء یا پہننے اوڑھنے کی کوئی چیز اندر لے جانے کی کوشش کرتا تو اسے روک دیتے۔ بنو ہاشم اور بنو المطلب پر یہ سخت کڑا دور تھا یہ لوگ درختوں کے پتے کھا کر گذارا کرتے اور اپنے بچوں کو پتھروں کے ٹکڑے چسوا کر بہلانے کی کوشش کرتے۔

اس سفاکانہ معاہدے پر جب تین سال گذر گئے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اس کے خاتمہ کی متقاضی ہوئی، تو اس ظالمانہ اور سنگدلانہ دستاویز کے متعلق کئی باتیں سامنے آئیں۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ وحی اطلاع پائی کہ دستاویز کو دیمک چاٹ گئی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے بابرکت نام کے سوا کوئی لفظ باقی نہیں رہا، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عم محترم ابو طالب کو خبر دی۔

جناب ابو طالب پُر اعتماد ہو کر بنو المطلب کے چند افراد کے ہمراہ مسجد الحرام میں پہنچے، قریش نے انہیں دیکھا تو حیران رہ گئے اور سمجھے کہ ان کی تدبیر کارگر ثابت ہوئی ہے۔ طویل اور تکلیف دہ محاصرے نے انہیں بے بس کر دیا ہے اور وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے حوالے کرنے آئے ہیں۔ جناب ابو طالب نے قریش سے گفتگو شروع کی اور بولے!

> "اے گروہِ قریش! ہمارے اور تمہارے درمیان ایسے واقعات وقوع پذیر ہوئے ہیں جن کا ہم ذکر کرنے لگے ہیں۔ تم وہ صحیفہ لے آؤ جس میں تمہارا معاہدہ مرقوم ہے، ممکن ہے ہمارے اور تمہارے درمیان مصالحت کی کوئی صورت پیدا ہو جائے"

وہ صحیفہ لے آئے اور اسے درمیان میں رکھ دیا، جناب ابو طالب نے کہا مجھے میرے بھتیجے نے بتایا ہے اور وہ جھوٹ نہیں بولتا اس دستاویز پر اللہ تعالیٰ نے دیمک کو مسلط کر دیا ہے اور اس نے اللہ کے نام کے سوا ساری عبارت چاٹ لی ہے، اگر یہ بات اسی طرح ہے جیسے میرے بھتیجے نے بتائی ہے تو تم خاطر جمع رکھو بخدا ہم اسے کبھی بھی تمہارے حوالے نہیں کریں گے۔ یہاں تک کہ ہمارا آخری فرد بھی اپنی جان دے دے، اور اگر ان کی بات سچی نہ نکلی تو پھر ہم اسے تمہارے حوالے کر دیں گے، تم جو چاہو ان سے سلوک کرو قتل کر دو یا اسے زندہ رہنے دو، سب نے بیک زبان کہا ہمیں یہ تجویز منظور ہے۔

صحیفہ کھولا گیا اور بعینہ اسی طرح نکلا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ اسی دوران اور بھی کئی ایسے واقعات ہوئے جنہوں نے ظلم کی اس دستاویز کے خاتمے میں مدد کی، قصیؔ کی قوم کے ان افراد نے اس دستاویز کے خلاف کام کیا جن کی بنو ہاشم سے رشتہ داری تھی، ان لوگوں نے اس صحیفۂ ظلم کی تنسیخ کے لئے باہم مشورے کئے اور انجام کار شرک وبت پرستی کی یہ سیاہ دستاویز اپنے انجام کو پہنچی اور ایمان و اسلام کے صحیفے پوری آب و تاب سے ہدایت اور روشنی کی کرنیں بکھیرنے لگے۔ مشیت الٰہی پوری ہوئی اور ظلم کی سیاہ رات اپنا بوریا بستر سمیٹنے لگی۔ (۱)

---

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۳۷۴ تا ۳۸۱۔

ہجرت مدینہ اور تشکیل امّت کا مرحلہ

اسی دوران جب قریش مکہ مکرمہ میں مسلمانوں پر تشدد کا ہر حربہ آزمارہے تھے۔ مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جارہے تھے ان کے اموال لوٹے جارہے تھے، گھیراؤ کیا جارہا تھا۔ زور، زبردستی سے انہیں مغلوب وبے دست و پا کرنے کی کوشش ہورہی تھی، ان کے خلاف خفیہ اور علانیہ جنگ جاری تھی، مخالفتوں کے جان لیوا طوفان اور اعصاب شکن مہم پرجوش انداز میں چل رہی تھی۔ اسلامی نظام، اس کی استواری اور اس کی بنیادوں کو ملیامیٹ کرنے کے لئے کفر و شرک کی قوتیں اپنی پوری طاقت صرف کررہی تھیں۔ دو سالوں میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یثرب سے آنے والے حجاج کے قافلہ سے دو مرتبہ ملاقات ہوئی۔ اہل یثرب نے عقبہ میں اسلام اور مسلمانوں کو ٹھکانہ فراہم کرنے ان کی نصرت کرنے اور ان کے ہر ممکن دفاع کا فریضہ انجام دینے پر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔

مکہ مکرمہ میں مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ تھا۔ یہاں کے صبر آزما اور تکلیف دہ ماحول میں یہ بیعت نسیم جانفزا کا خوش گوار جھونکا بن کر آئی۔ انہیں اپنے دین کو مستحکم بنیاد فراہم کرنے اور جدید معاشرہ کے قیام کے لئے ایک مرکز کی جھلک دکھائی دینے لگی۔ ایک ایسا مقام جہاں وہ اپنے جان ومال، عزت و آبرو کے مکمل تحفظ کے ساتھ پورے امن وسکون سے اپنے دین پر عمل کر سکیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نئے اسلامی معاشرہ کے قیام کے لئے راہیں ہموار فرمانے لگے، آپ نے مصعب بن عمیر کو یثرب کے مسلمانوں کے ساتھ روانہ فرمایا تاکہ وہ انہیں قرآن مجید کی تعلیم دیں، دینی احکام سکھائیں اور اہلِ یثرب کو اسلام اور اس کے پاکیزہ عقیدہ کی طرف بلائیں، حضرت مصعب نے پوری ذمہ داری سے اس فرض کو نبھایا لوگوں کو مکارم اخلاق اور پاکیزہ زندگی کی دعوت دی، انہیں نیکی، بدی کا فرق سمجھایا، بتوں کی عبادت کو ترک کرنے اور اللہ وحدہ لاشریک لہ' کی عبادت کرنے کی تلقین کی، اس دعوت و تبلیغ کا خاطر خواہ اثر ہوا اور لوگوں کی بڑی تعداد آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئی اور انصار کھلے دل سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے استقبال کے لئے تیار ہوگئے۔

اس مرحلہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حبشہ کی جانب دو ہجرتوں کے بعد مدینہ طیبہ کی طرف تیسری ہجرت کا اذن مرحمت فرمایا، دشمنانِ اسلام مشرکین مکہ مسلمانوں کے خلاف اقتصادی جنگ میں مصروف تھے وہ مہاجر مسلمانوں کے کاروبار، گھربار اور جمع پونجی پر فوراً قبضہ جمالیتے اور اسے ہجرت کرنے والے مسلمان کے مشرک رشتہ داروں کے حوالے کردیتے اور اگر مہاجر آزاد کردہ غلام ہوتا تو اس کا سب اندوختہ اس کے سابق آقا کے حوالے کردیتے۔ کسی مسلمان کو یہ اجازت نہ تھی کہ وہ اپنے خون پسینے کی کمائی سے ایک دمڑی ساتھ لے جائے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے ہجرت کی ابوجہل کو ان کا گھر پسند آگیا چنانچہ ابوجہل نے ان کے گھر پر قبضہ کرلیا اور وہیں رہنے لگا۔

حضرت صہیب رومی ماہر تاجر تھے جونہی انہوں نے اسلام قبول کیا کفار نے ان پر جور وجفا کے ایسے ایسے حربے آزمائے جو پہاڑوں کو بھی اپنی جگہ سے ہلادیں۔ صہیب یہ تمام دکھ اور اذیتیں صبر واطمینان سے جھیلتے رہے اور اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کے امیدوار رہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ہجرت کی اجازت عطا فرمائی صہیب بھی ہجرت کے ارادہ سے نکلے، قریش نے مزاحمت کی انہیں مدینہ طیبہ کی طرف جانے سے روک دیا اور ان پر نگران مقرر کردیئے، تاکہ وہ اپنی تجارت سے حاصل کردہ مال یہاں سے نہ لے جائیں۔ انہوں نے ایک تدبیر کی سخت ٹھنڈی رات تھی وہ بار بار بیت الخلاء کی طرف جانے لگے۔ پہرے دار سمجھے ان کے پیٹ میں گڑبڑ ہے وہ مطمئن ہوکر سوگئے، صہیب نے موقع غنیمت جانا چپکے سے کھسک گئے اور مدینہ منورہ کی راہ لی۔ پہرے داروں کو جلد اپنی غلطی کا احساس ہوگیا اب کیا تھا چاروں طرف گھوڑے دوڑائے گئے اور صہیب پالئے گئے۔ صہیب حالات کی سنگینی کا اندازہ کرتے ہوئے پہاڑی پر چڑھ گئے اور گھیراؤ کرنے والوں کو خبردار کیا اگر تم نے میرے قریب آنے کی کوشش کی تو تیروں سے چھلنی کردوں گا۔ صہیب ماہر تیر انداز تھے۔ آخر کار باہم طے پایا قریش انہیں مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اجازت دیں گے اور صہیب اس کے بدلہ میں انہیں وہ جگہ بتائیں گے جہاں ان کی زندگی بھر کی کمائی چھپی ہوئی ہے۔ صہیب خالی ہاتھ روانہ ہوگئے۔ مدینہ طیبہ پہنچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو ارشاد فرمایا "ابو یحییٰ! تم نے نفع بخش تجارت کی، نفع بخش تجارت کی"۔(۱)

میں نے یہ چند مثالیں صرف اس لئے بیان کردیں تاکہ آپ کو قریش کی افتادِ طبع معلوم ہوجائے اور

---

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۴۷۷۔

آپ یہ جان سکیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر کیسے کیسے ستم ڈھائے گئے ورنہ ظلم وبربریت کی یہ حکایت اتنی دراز ہے کہ اس کے لئے کئی دفتر درکار ہوں گے۔ اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ کور باطن لوگ اسلام اور مسلمانوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں، جنہوں نے مکہ مکرمہ میں تیرہ سال تک ہر اذیت کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ مدافعت میں تلوار تو کجا ڈنڈا تک نہ اٹھایا، ان پر ہزارہا قسم کی دست درازیاں کی گئیں، دبانے، کچلنے اور ملیامیٹ کر دینے کی کوششیں کی گئیں۔ ان مصائب کی ایک ہلکی سی جھلک آپ گذشتہ صفحات میں ملاحظہ کر چکے ہیں۔ دشمنانِ اسلام کا اصرار ہے اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے اور بدر میں مسلمان صرف لوٹ مار کے لئے گئے تھے۔ ان کا مقصد اپنے معاشی حالات بہتر بنانا تھا اور وہ افلاس اور تنگدستی کا مداوا چاہتے تھے۔

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رکھیں کہ قریش ستم رسیدہ مسلمانوں کے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر جانے کے بعد بھی خاموش نہیں بیٹھے بلکہ وہ کم عقل تہی دستوں کو مدینہ منورہ کی چراگاہوں پر غارت گری کے لئے اکساتے رہے، یہ غارت گر لٹیرے چراگاہوں پر حملہ آور ہوتے، مسلمانوں کے مویشی لوٹ لیتے، ان کی کھیتیاں برباد کر جاتے، اکادکا مسلمان ہتھے چڑھ جاتا تو اسے قتل کر دیتے۔ گھروں کو آگ لگا دیتے، کنوئیں خراب کر دیتے، اس طرح مسلمانوں کی اقتصادی بدحالی میں اضافہ کرتے اور ان کے معاشی حالات دگرگوں کرتے رہتے۔

ایک غیور آدمی کے دل میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان اس ہمہ جہت جنگ کا اسی انداز میں جواب کیوں نہیں دیتے تھے وہ اپنے دفاع میں سرگرمی کیوں نہیں دکھا رہے تھے اور تحریک اسلامی جوابی کارروائی سے اجتناب کیوں کر رہی تھی؟ کیا مسلمان حق پر نہ تھے؟ کیا ان کا خدا ان کا حامی وناصر نہ تھا؟

جواباً عرض ہے قبل از ہجرت مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کا مشرکوں سے جنگ وجدال سے پہلو تہی کرنا کئی حکمتوں پر مشتمل تھا۔

ا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، جب بھی کوئی مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کے خلاف جنگ وجدال کی اجازت طلب کرتا آپ ارشاد فرماتے:

"ہمیں قتال کا حکم نہیں ملا"

یہ ممانعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی اللہ نے مسلمانوں کو قریش کے مقابلے کی اجازت نہیں دی تھی۔ یہ ممانعت ابتدائی تربیت تھی، مراد الٰہی تھی، مکہ کے عمومی حالات میں خصوصاً مسلمانوں کی بہبود

اسی میں مضمر تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان بدتر حالات میں اپنے خاندان بنو ہاشم کی حمایت میں سرگرم عمل تھے۔ مکہ میں ایسی حکومت اور قیادت مفقود تھی جو آج کل کی مروجہ حکومتوں کے مطابق معاشرہ پر منظم تسلط رکھتی اور آپ کی تبلیغ کی راہ میں روڑے اٹکاتی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان کی قبائلی حمایت کی چھتری تلے تبلیغ رسالت میں کسی اعلیٰ اتھارٹی کی مزاحمت کے بغیر مصروف تھے۔

۲۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں تحریک اسلامی کا مکی دور مسلم افراد کی تیاری اور تربیت کا دور تھا، اپنی جفاکار قوم میں انہیں مصائب و آلام پر صبر اور ضبط نفس کا سبق سکھایا جا رہا تھا تاکہ وہ اہلِ عرب کی افتادِ طبع کے مطابق اولین مرحلہ میں آپے سے باہر نہ ہوں بلکہ ہر قسم کے موافق و ناموافق حالات میں ان کی طبیعت میں اعتدال اور ٹھہراؤ نظر آئے۔

۳۔ مسلم افراد کو جماعت کی روح سے آشنا کیا جا رہا تھا کہ وہ اپنا ذاتی مفاد پیش نظر نہ رکھیں بلکہ اپنی تمام سرگرمیاں اپنے قائد کے تابع فرمان کر لیں اور اسلامی معاشرہ کی روح کے مطابق اتفاق و اتحاد کو اپنا کر ترقی کی منازل طے کریں۔

۴۔ غالباً اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ حکمت، عمدہ نصیحت، دل نشیں انداز اور نرمی سے کی جانے والی تبلیغ اہل عرب قریش میں زیادہ مؤثر ثابت ہو رہی تھی، ان کی سیادت و قیادت کو چیلنج کرنا ان کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ جنگ کی صورت میں ان کی عداوت، سرکشی اور عناد میں مزید اضافہ ہوتا اور سالہا سال تک انتقام در انتقام کا سلسلہ چل پڑتا اور ان کے قلوب و اذہان مسموم ہو جاتے اور وہ مرتے دم تک اس عداوت سے دست بردار نہ ہوتے۔

۵۔ اس کا ایک حتمی سبب یہ بھی تھا کہ اگر مکہ میں مسلمانوں کو دفاع کا حق مل جاتا تو باپ بیٹے، بھائی بھائی، غلام و آقا میں جنگ چھڑ جاتی کیونکہ سب آپس میں رشتے ناطے رکھتے تھے۔ والدین اور خاندان کے بڑے ہی تھے جو اپنی مسلمان اولاد یا عزیز و اقارب کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچا رہے تھے اور انہیں دینِ اسلام سے برگشتہ کرنے کی سعی نامشکور میں منہمک تھے۔ اس صورت میں اہلِ عرب میں اسلام کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا حقیقت کا روپ دھار لیتا اور دشمنان اسلام کی یہ بات سچ ثابت ہوتی کہ محمد (صلی

اللہ علیہ وسلم) باپ بیٹے، میاں بیوی، بھائی بھائی اور غلام و آقا میں نہ صرف جدائی ڈال رہے ہیں بلکہ انہیں ایک دوسرے کے ہاتھوں قتل کرا رہے ہیں ان کی تحریک نے خانہ جنگی شروع کرادی ہے۔ دعوت اسلامی کے ابتدائی مرحلہ میں ایسی کارروائی یقیناً نقصان دہ ہوتی کہ بھائی بھائی کو اور باپ اپنے بیٹے کو قتل کر رہا ہے۔

۶۔ علم الٰہی میں تھا کہ آج کے اکثر معاندین آئندہ اسلام کی فتح و نصرت کا نشان ہوں گے۔ ان کا اثر و رسوخ دعوتِ اسلامی کی تقویت کا باعث ہوگا۔ یہ لوگ اسلامی تحریک کا حسین سرمایہ قرار پائیں گے بلکہ ان میں سے کئی افراد اسلامی لشکروں کی قیادت سنبھالیں گے۔ اسلام کی سربلندی اور نشر و اشاعت کے لئے ان کی خدمات ناقابل فراموش درجہ حاصل کرلیں گی۔ حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت خالد بن الولید اس سلسلہ کی بہترین مثال ہیں۔

۷۔ دیگر معاشروں اور عرب کے قبائلی معاشرہ کی افتادِ طبع اور روش جداگانہ خصوصیات رکھتی ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مظلوم کی ثابت قدمی، حق پر استقامت اور ظلم و ستم پر صبر عربوں کی مروت، بہادری و دلیری جیسی خوبیوں میں زلزلہ برپا کر دیتا ہے اور وہ ہر قسم کے خطرات سے بے پروا ہو کر مظلوم کی مدد کے لئے سد سکندری بن جاتے ہیں۔ اس لئے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہجرت کے ارادہ سے نکلے تو ابن الدغنہ پر (باوجودیکہ وہ مسلمان نہ تھا) ابوبکر جیسے کریم النفس کی مہاجرت بہت شاق گذری اور اس نے آپ کو اپنی پناہ اور جوار میں لے لیا۔ جب کہ دوسرے لوگوں کے ہاں اس طرح کی ثابت قدمی مذاق اور جگ ہنسائی کا سبب ہوتی ہے۔

۸۔ اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ مسلمان کم تعداد میں تھے اور حالات کا منطقی تقاضہ یہی تھا کہ جنگ و جدال سے ہر ممکن اجتناب کیا جائے تاکہ دشمنانِ دین کو ان کے خلاف تلواریں اٹھانے کا موقع نہ ملے، ورنہ مسلمان اور دعوت اسلامی ابتدائی مرحلہ ہی میں کفار کے ہاتھوں ختم ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے قتال کو یوم بدر تک مؤخر فرمادیا۔ یقیناً اللہ اپنے کام پر غالب ہے، اپنے نور کو مکمل فرمانے والا ہے، اپنے رسول ﷺ کا حامی و ناصر ہے، اپنے دشمنوں کو ہلاک فرمانے والا ہے اگرچہ مشرکوں کو یہ سب کچھ برا لگے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

یہ سب امور غزوہ کے اسباب و مقدمات ہیں، اللہ تعالیٰ نے بدر میں مشرکوں کی کمر توڑ دی اور حق و انصاف کے تقاضوں کے مطابق مسلمانوں کو عزت و نصرت سے سر فراز فرمایا۔ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرمائی آپ کو ثابت قدمی بخشی، غزوہ بدر کو فتح مبین، دائمی نصرت اور عظیم کامرانی بنا دیا۔
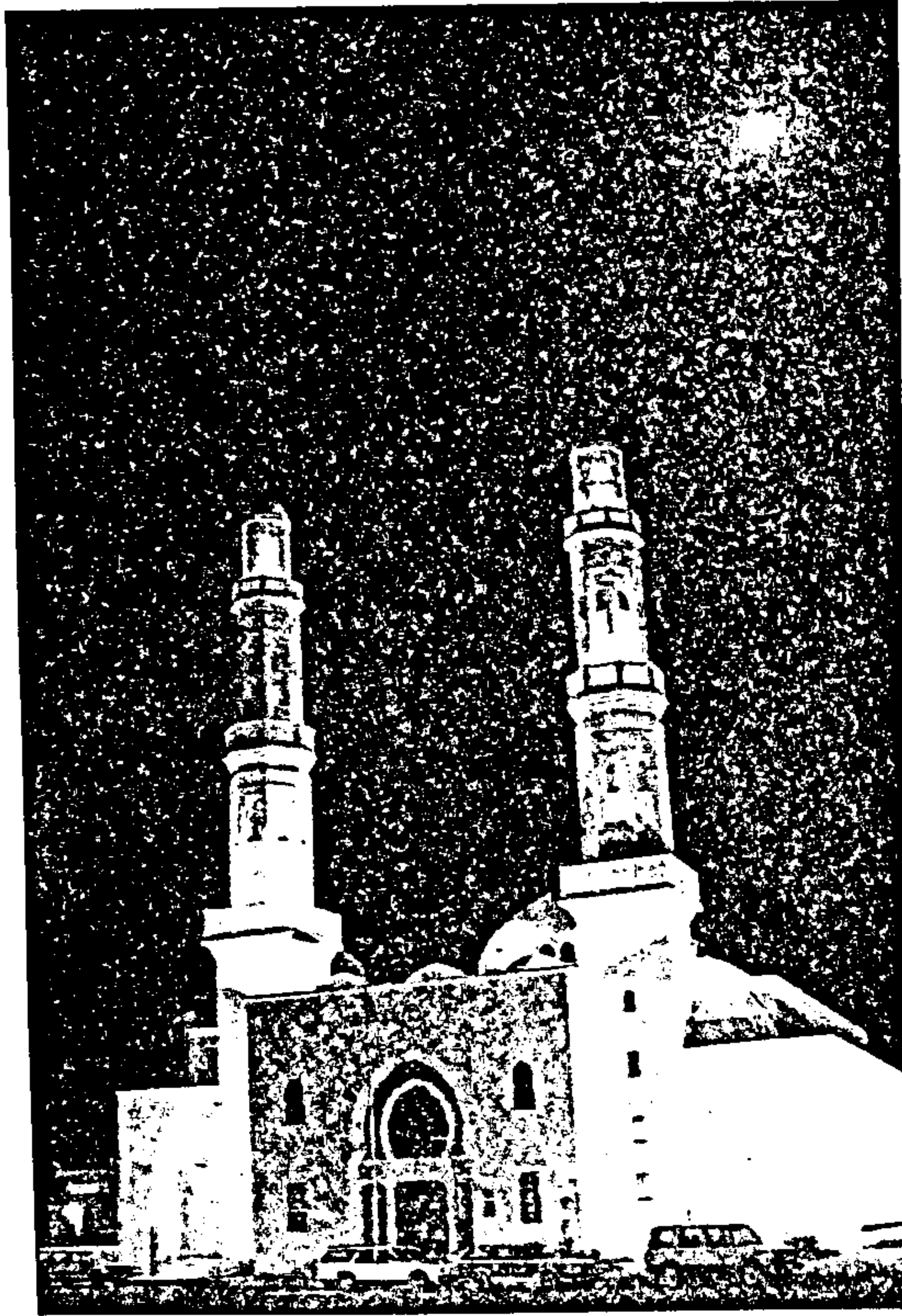
مسجدِ عریش

ہجرتِ مدینہ کے بعض امتیازی پہلو

۱۔ ہجرت کے لئے مدینہ طیبہ کے انتخاب کا ایک امتیازی پہلو یہ تھا کہ سرزمین طیبہ جزیرۂ عرب میں ہے۔ مکہ مکرمہ سے قریب ہے اور تجارتی قافلے اسی راستے سے گذرتے تھے۔

۲۔ اس ہجرت نے مہاجرین اور انصار تمام مسلمانوں کو سرزمین یثرب (المدینة المنورہ) میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع کر دیا۔

۳۔ ہجرت تقویٰ، محبت، سخاوت، ایثار جیسی خصوصیات کی مالک متحدہ ملت اسلامیہ کے قیام کی تمہید اور بنیاد تھی تمام مسلمان اسلام کے شیریں چشمہ سے سیراب ہونے لگے اور اپنے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی پیروی میں منازل زندگی بحسن وخوبی طے کرنے لگے، قرآن مجید کو دستور العمل کے طور پر اپنالیا جس میں ہر دور اور ہر اسلامی مملکت کے لئے قیامت تک واضح دستور حیات موجود ہے۔

مسلمانوں نے چھوٹے چھوٹے گروپوں کی صورت میں یا تنہا یثرب کی طرف ہجرت کی اور انصار مدینہ کے ہاں بطور معزز مہمان اقامت پذیر ہوئے۔ انصار مدینہ کے اس اکرام اور ایثار کی اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مقدس میں ان الفاظ میں توصیف فرمائی ہے۔

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٩﴾

اور انکو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ انکو خود احتیاج ہی ہو۔ اور جو شخص حرص نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں ﴿۹﴾

(سورۃ الحشر۔ آیت : ۹)

صحابہ کرام کے بعد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی، مسلمان آپ کی تشریف آوری سے شادکام ہوئے انہیں دلی اطمینان نصیب ہوا اب مکہ میں صرف وہی مسلمان باقی رہ گئے جو کمزور یا مجبور تھے۔

مسلمانوں نے ہجرت کی اپنی زمینیں، گھربار اور اموال چھوڑ دیئے، کسی آزاد انسان کے لئے اس سے بڑھ کر تکلیف دہ مرحلہ نہیں ہوتا کہ وہ مجبوراً نامساعد حالات کی وجہ سے اپنا وطن اور مولد و مسکن چھوڑ دے اور وطن بھی ایسا جو اللہ تعالیٰ کو سب سرزمینوں سے محبوب تر ہو۔

مدینہ منورہ میں جدید اسلامی معاشرہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری کے اولین روز ہی سے ملّت اسلامیہ کی اساس اور قیام کے لئے بے مثال اور یکتا طریق کار کی بنیاد رکھی گئی، اور مضبوط و مستحکم، باہم مربوط اسلامی معاشرے کی تشکیل کا کام شروع ہو گیا، ایسا حسین و مثالی معاشرہ جس نے دنیا بھر میں محبوبیت کا درجہ پایا اور بنی نوع انسان کی سعادت و فلاح کا ضامن قرار دیا گیا۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں آمد کے فوراً بعد اس سلسلہ میں بعض اہم اقدامات فرمائے اور اسلامی مملکت کے زیر سایہ یہ معاشرہ متوقع قیادت و حکمرانی اور دیگر امور کے لئے تیزی سے تیاری کے مراحل طے کرنے لگا۔

مدینہ طیبہ میں اسلامی معاشرہ کے قیام کے لئے اقدامات :

ا۔ **وحدت عقیدہ سے وحدت فکر کا حصول :** ہر مسلمان اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتا تھا۔ اس کلمہ طیبہ، کلمہ توحید نے ان کے قلوب کو یکجا کر دیا۔ کلمہ توحید کے مفہوم کی گہرائی اور گیرائی ان کے دل و دماغ میں پوری طرح سما گئی اور تمام مسلمانوں کا اجتماعی ہدف ایمان کی تبلیغ بن گیا۔ ملّت مسلمہ کا ہر فرد دل و جان سے اس ہدف کے حصول کے لئے سراپا جدوجہد نظر آنے لگا۔ نتیجتہً وحدت فکر، وحدتِ عمل اور وحدتِ مقصد کے جلوے دکھائی دینے لگے۔

۲۔ **تعمیر مسجد :** ہجرت کے موقع پر جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی اللہ کے حکم سے بیٹھی تھی آپ نے وہاں مسجد تعمیر فرمائی۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبا سے مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہوئے راستہ میں انصار کے تمام قبائل آپ کی ناقہ کا رخ اپنے اپنے گھروں کی طرف پھیرنا چاہتے تھے تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو شرف میزبانی عطا فرمائیں۔ آپ ارشاد فرماتے تھے "اس کا راستہ چھوڑ دو یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے" آپ کی سواری محو سفر رہی اور اس جگہ بیٹھ گئی جہاں اب مسجد نبوی شریف ہے۔ آپ نے زمین کے مالکوں کو بلایا انہوں نے یہ زمین بطور تحفہ دینے کی پیش کش کی مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ اور مناسب قیمت پر یہ زمین خرید لی۔ تعمیر مسجد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس شریک رہے اور صحابہ کے ساتھ رہ کر کام کرتے

رہے اور ان کے لئے اپنی پاکیزہ حیات میں بے نظیر اسوہ اور طرز عمل کا حسین نمونہ فراہم فرمایا۔

انہیں یہ شعور بخشا کہ عمل، جدوجہد اور محنت انسان کی عزت اور وقار میں اضافہ کرتے ہیں۔ محنت مشقت آدمی کے لئے زندگی میں آسانیاں پیدا کرنے کا نام ہے۔ اور یہ کامیابی کی علامت ہے۔

مسجد کا بذاتِ خود نئے اسلامی معاشرے کی تشکیل میں بنیادی کردار تھا۔ امّت مسلمہ کی حیات اور بقا سے متعلق متعدد اہم معاملات کی انجام دہی اسی مرکز میں ہوتی تھی مثلاً :

ا۔ باجماعت نماز کی ادائیگی : باجماعت نماز درحقیقت امّت اسلامیہ کی وحدت فکر و عمل کی تیاری ہے، تمام مسلمان ایک صف میں سیسہ پلائی دیوار کی طرح باہم مربوط اور منسلک ہوتے ہیں، امام کے پیچھے مسلمانوں کا صف بستہ ہونا انہیں نظم وضبط، اطاعت اور حسن اقتداء کی تعلیم دیتا ہے۔

ب۔ مسجد درسگاہ بھی تھی : یہاں مسلمان دینی احکام سیکھتے، قرآن مجید کی تعلیم پاتے اور مکارمِ اخلاق کی تربیت سے بہرہ ور ہوتے تھے۔

ج۔ دینی اور دنیاوی امور میں باہم مشورہ : امور خیر میں باہمی مشورہ کے لئے مسلمانوں کا اجتماع مسجد ہی میں ہوتا تھا، یہیں ایک دوسرے کی خیر خواہی اور باہمی تعاون کے منصوبے بنتے تھے۔

د۔ دارالعدالت : مسجد ہی میں عدالت لگتی، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقدمات کے فیصلے فرماتے، کتاب اللہ کے احکام کے نفاذ کو عملی شکل دی جاتی، یا آپ کی اجازت سے آپ کا مقرر کردہ صحابی تنازعات کا فیصلہ کرتا تھا۔

ھ۔ حکومتی کاروبار : مسجد ہی میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطوط لکھواتے، مختلف اطراف اور ممالک میں قاصد اور وفود روانہ فرماتے، آنے والے وفدوں کا استقبال کرتے اور معاہدے قلم بند کرواتے تھے۔

و۔ تدوین قرآن : مسجد ہی میں قرآن مجید کی سورتیں اور آیات ترتیب دی جاتیں۔ قرآن مجید کا جتنا حصہ نازل ہوتا اسے اس کے مقام پر درج کرایا جاتا اور محفوظ کر لیا جاتا۔

ز۔ دارلقیادۃ : مسجد ہی میں عَلَم تیار ہوتے، قیادتیں سونپی جاتیں، لشکر اور سریے روانہ کئے جاتے، لوگوں کو مذکورہ بالا امور کی صحیح انجام دہی کے لئے تربیت دی جاتی اور انہیں مناسب ہدایات سے نوازا جاتا۔

بہر حال اسلامی معاشرے کی تشکیل، تعمیر اور ارتقاء سے متعلق تمام اہم امور مسجد ہی میں انجام پاتے، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہمایوں میں مسجد ہی تشریعی، حکومتی وغیرہ تمام سرگرمیوں کا محور تھی، تشریعی امور (بذریعۂ وحی) عدالتی امور، حدود و قصاص کا نفاذ، مالی مسائل کے حل کی تدابیر، اقتصادی امور، صدقات کی تحصیل اور تقسیم کے معاملات، غرض ہر اہم معاملہ میں مسجد ہی کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔

مسجد ہی اس جدید اسلامی مملکت اور معاشرے کی ضرورتوں کی کفیل تھی، ایک مسجد ہی نے انہیں کئی قسم کے محکموں اور دفاتر سے بے نیاز کر دیا تھا۔

۳۔ مؤاخات:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا	جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور خدا کی
بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ	راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑے۔ وہ اور جنہوں نے ہجرت
وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِکَ بَعْضُھُمْ	کرنے والوں کو جگہ دی اور انکی مدد کی وہ آپس میں ایک
اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ	دوسرے کے رفیق ہیں

(سورۃ الانفال۔ آیت: ۷۲)

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ کی خوشنودی کے لئے دو، دو آپس میں بھائی بھائی ہو جاؤ"۔ آپ نے حق اور مساوات پر مسلمانوں کے مابین مؤاخات قائم فرمائی۔ مکہ مکرمہ میں مؤاخات کا نقشہ یہ تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم	حضرت علی رضی اللہ عنہ
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ	حضرت عمر رضی اللہ عنہ
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ	حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ	حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ
حضرت زبیر رضی اللہ عنہ	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ
حضرت عبادہ بن الحارث رضی اللہ عنہ	حضرت بلال رضی اللہ عنہ
حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ	حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ
حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ	حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

بعد ازاں آپ نے انصار میں باہم مواخات قائم فرمائی اور ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار کے درمیان مؤاخات کا رشتہ قائم کیا۔ مفلس اور مالدار، آقا اور مولیٰ سب یکساں تھے۔ اسلام کے دامنِ رحمت میں سب شانہ بشانہ کھڑے تھے۔ اس مواخات نے دورِ جاہلیت میں حلیف بن جانے کی رسم کے نعم البدل کی حیثیت اختیار کرلی۔ اور مسلمان اجتماعی طور پر یک جان ہوگئے۔ تمام حقوق اور فرائض میں وہ عملی طور پر محبت کرنے والے دو بھائی بن گئے۔ صرف وہ شخصی اور انفرادی فرق باقی رہا جو دو سگے بھائیوں میں بھی باقی رہتا ہے۔ اس مؤاخات کے یہ دلربا نتائج انہونے اور عجیب نہ تھے۔ اسلام نے اس سے قبل ہی امتِ مسلمہ کے تمام افراد کے مابین "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی صورت میں وحدتِ فکر، وحدتِ عقیدہ اور وحدتِ منزل کی روح پھونک کر ان میں اجتماعی سوچ پیدا کردی تھی۔ اس اخوت اور بھائی چارے نے مسلمانوں کو گراں قدر اخلاق سے مزین کردیا اور ان کی انفرادی اور اجتماعی پوشیدہ صلاحیتوں کو روزِ روشن کی طرح واضح کردیا۔ یہ انصار ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں ہماری آدھی زمینیں اور کھیتیاں لے لیں اور انہیں ہمارے مہاجر بھائیوں کے حوالے کردیں۔ آپ نے قبول نہ فرمایا تو وہ زرعی پیداوار اور پھلوں کا نصف حصہ اپنے مہاجر بھائیوں کے حوالے کرنے لگے۔ انصار کے اس طرزِ عمل کی توصیف اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے مرتبہ کے بیان میں یہ آیت نازل ہوئی:

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ	اور (ان لوگوں کیلئے بھی) جو مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر (یعنی مدینے)
يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ	میں مقیم اور ایمان میں (مستقل) رہے (اور) جو لوگ ہجرت کرکے انکے پاس آتے
فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ	ہیں انسے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ انکو ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش (اور خلش)
عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ	نہیں پاتے اور انکو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ انکو خود احتیاج ہی ہو۔
وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑨	اور جو شخص حرصِ نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں ⑨

(سورۃ الحشر۔ آیت: ۹)

انصار کے اس گراں قدر ایثار اور مؤاخات نے مہاجرین صحابہ میں خودداری اور عزتِ نفس کے جذبات بیدار کردیئے۔ مکہ مکرمہ سے خالی ہاتھ آنے والے اپنا کاروبار، مال و متاع اور بھرے پُرے گھر دینِ الٰہی کی نصرت اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے چھوڑنے والے مہاجرین کی بھاری تعداد نے انصار کی اس فراخ دلانہ پیش کش کو شکریہ کے ساتھ واپس کردیا۔ انصار کے عطیات قبول کرنے سے معذرت کرلی اور اپنے پیروں پر

کھڑے ہونے کے لئے مختلف قسم کے کام اور محنت مزدوری کرنے لگے۔ اور کم یا زیادہ اجرت کی پروانہ کی۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے انصاری بھائی حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ سے بازار کا راستہ پوچھا، وہاں جاکر خرید و فروخت کرنے لگے اور بہت کم عرصہ میں اتنا منافع کمایا کہ اہل ثروت میں شمار ہونے لگے، اللہ تعالیٰ نے ایثار پیشہ انصار اور خوددار مہاجرین سبھی کو برکتوں سے مالا مال کردیا۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

مؤاخات کے نتیجہ میں مہاجرین اور انصار موت کی صورت میں ایک دوسرے کے وارث بنا کرتے تھے یہاں تک کہ ارشادِ الٰہی نازل ہوا:

وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

اور رشتہ دار خدا کے حکم کی رُو سے ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں کچھ شک نہیں کہ خدا ہر چیز سے واقف ہے ۝

(سورۃ انفال۔ آیت: ۷۵)

اور اس وراثت کا حکم منسوخ ہوگیا۔

مؤاخات کے عمل نے مسلمانوں کو گرمئی کردار سے آشنا کردیا اور انہیں اسلام کی کٹھالی میں جمع کردیا وہ ایک خاندان کے افراد کی طرح ایک دوسرے کے معاون و مددگار بن گئے۔ ایک جسم کی مثال کہ جب جسم کے کسی عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو پورا جسم بخار اور بیداری میں مبتلا رہتا ہے۔ ان میں علاقائی، قبائلی، طبقاتی ہر قسم کی عصبیت حرفِ غلط کی طرح مٹ گئی، وہ ایسے معاشرے کے قابل قدر فرزند بن گئے جس کا ہر فرد مساوی حقوق رکھتا تھا۔

مدینہ طیبہ میں تین گروہ آباد تھے (۱) مسلمان مہاجرین اور انصار (۲) یہود، یہود عرصہ بعید سے مدینہ طیبہ میں آباد تھے اور تورات کی بشارت کے مطابق یثرب میں تشریف لانے والے نبی آخر الزماں کے منتظر تھے۔ ان کو امید تھی کہ نبی منتظر انہیں میں سے مبعوث ہوگا، وہ اوس اور خزرج کو ڈرایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ عنقریب نبی آخر الزماں کا ظہور ہونے والا ہے اور وہ ان کے جھنڈے تلے انہیں تہہ تیغ کریں گے۔ لیکن جب آپ کا ظہور ہوا تو آپ پر ایمان نہ لائے اور دین اسلام سے لاتعلق رہے۔ (۳) یثرب کے باقی ماندہ مشرک۔

آپ نے سب کو ان کے حال پر رہنے دیا کیونکہ دین میں جبر نہیں ہے۔ تاہم مذکور الصدر تینوں گروہوں میں تنظیم اور تعلق نہایت ضروری تھا تاکہ ہر گروہ اپنی ذمہ داری محسوس کرے اور مکمل امن و سکون

کے ساتھ زندگی گزارے۔ اور مکہ مکرمہ کو چھوڑنے اور مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت کی حکمت واضح ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین سرزمین مکہ مکرمہ سے ہجرت کے بعد اسلام کو بغیر کسی رکاوٹ، مصیبت و دشواری کے رسالت محمدیہ کی تبلیغ کے لئے بہترین ٹھکانہ میسر آگیا، یہاں اہلِ مکہ کے سے مظالم ناپید تھے۔ اور کسی قسم کے خوف اور رکاوٹ کے بغیر جس کا جی چاہتا اپنی خوشی سے اسلام میں داخل ہو جاتا تھا۔

۴۔ اہل یثرب سے معاہدہ:

اسی حکمت کے پیش نظر یہود سے معاہدہ ہوا تاکہ ان کی فتنہ انگیزی اور شر سے امن ہو اور اس ابتدائی مرحلہ میں صرف ایک دشمن (قریش مکہ) سے نپٹنا پڑے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں رہنے والے مسلمانوں، یہود اور مشرکین کے درمیان ایک معاہدہ طے کیا، جس میں اس جدید معاشرہ سے متعلق ہر گروہ کے حقوق اور فرائض کا تعین کیا گیا۔

❁❁❁❁❁

اہلِ یثرب سے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدہ کا متن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ تحریری دستاویز اللہ کے نبی محمدؐ (رسُول اللہ) صلی اللہ علیہ وسلم کی قریش اور یثرب کے اہلِ ایمان اور ان لوگوں کے متعلق ہے جو ان کے اتباع میں ان کے ساتھ شامل ہوں اور ان کے ہمراہ جنگ میں حصہّ لیں، یہ تمام گروہ دوسرے لوگوں سے ممتاز ایک علیحدہ وحدت متصور ہوں گے۔

- قریش سے تعلق رکھنے والے مہاجرین اپنی دیت اور خوں بہا کے معاملات میں اپنے قبیلہ کے طے شدہ رواج پر عمل کریں گے۔ اپنے قیدیوں کو مناسب فدیہ دے کر چھڑائیں گے اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ عدل وانصاف کا برتاؤ کریں گے۔
- اور بنو عوف اپنی حالت پر بر قرار رہیں گے، خوں بہا کا سابقہ طریقہ ان میں بر قرار رہے گا، اور ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو بر قرار رکھتے ہوئے اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔
- اور (خزرج میں سے) بنو حارث اپنی حالت پر بر قرار رہیں گے، ان میں خوں بہا کا طریقہ حسب سابق قائم رہے گا اور ہر گروہ عدل وانصاف کے تقاضوں کو بر قرار رکھتے ہوئے اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔
- اور بنو ساعدہ اپنی حالت پر بر قرار رہیں گے اور ان میں خوں بہا کا طریقہ حسب سابق قائم رہے گا اور ہر گروہ عدل وانصاف کے تقاضوں کے مطابق اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔
- اور بنو جُشم اپنی حالت پر بر قرار رہیں گے اور حسب سابق اپنے خوں بہا مل کر ادا کریں گے اور ہر گروہ عدل وانصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔
- اور بنو نجار اپنی حالت پر بر قرار رہیں گے اور حسب سابق اپنے خوں بہا مل کر ادا کریں گے اور ہر گروہ عدل وانصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔
- اور بنو عمرو بن عوف اپنی حالت پر بر قرار رہیں گے، حسب سابق اپنے خوں بہا ادا کریں گے اور ہر گروہ عدل وانصاف کے تقاضوں کے مطابق اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

❁ اور بنو النبیت اپنی حالت پر بر قرار رہیں گے۔ حسب سابق اپنے خوں بہا ادا کریں گے اور ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

❁ اور بنو اوس اپنی حالت پر بر قرار رہیں گے۔ حسب سابق اپنے خوں بہا ادا کریں گے اور ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

❁ اور اہل ایمان اپنے کسی مقروض کو بے یار و مدد گار نہیں چھوڑیں گے بلکہ قاعدہ کے مطابق فدیہ یا تاوان کی ادائیگی میں اس کی مدد کریں گے۔

❁ اور کسی مؤمن کے آزاد کردہ غلام کو کوئی دوسرا مؤمن حلیف نہیں بنائے گا۔

❁ اور یہ کہ تمام اہل تقویٰ مومن متحد ہو کر ہر اس شخص کی مخالفت کریں گے جو سرکشی کرے، ظلم، گناہ، تعدی سے کام لے یا اہلِ ایمان میں فساد پھیلائے، تمام مسلمان متحد ہو کر ایسے شخص کی مخالفت کریں گے خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

❁ کوئی مؤمن کسی دوسرے مومن کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کرے گا اور نہ ہی وہ کسی مومن کے خلاف کافر کی مدد کرے گا۔

❁ اور اللہ کا ذمہ (پناہ) سب کے لئے یکساں ہے۔ ادنیٰ مسلمان بھی پناہ دے سکتا ہے، اور مومن دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں باہم بھائی بھائی اور مددگار ہیں۔

❁ یہود میں سے جو بھی ہمارا اتباع کرے گا اسے مدد اور مساوات حاصل ہو گی، نہ تو ان پر ظلم ہو گا نہ ہی ان کے خلاف کسی دشمن کی مدد کی جائے گی۔

❁ تمام اہلِ ایمان کی صلح برابر اور یکساں ہے، کوئی مومن قتال فی سبیل اللہ میں دوسرے مومن کو چھوڑ کر دشمن سے صلح نہیں کرے گا اور اسے تمام مسلمانوں کے درمیان عدل و مساوات کو ملحوظ رکھنا ہو گا۔

❁ اور جو لشکر ہمارے ساتھ جہاد میں شریک ہو گا اس کے افراد ایک دوسرے کی جانشینی کریں گے۔

❁ اہلِ ایمان کفار سے انتقام لینے میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

❁ تمام متقی مسلمان اسلام کے احسن اور اقوم طریقہ پر کاربند رہیں گے۔

❁ اور مدینہ کا کوئی مشرک قریش کے کسی شخص کو مال یا جان کا تحفظ نہیں دے گا نہ ہی مسلمانوں کے مقابلہ میں اس کی مدد و حمایت کرے گا۔

- اور جو شخص کسی مومن کو ناحق قتل کرے گا اسے مقتول کے بدلے بطور قصاص قتل کیا جائے گا الا یہ کہ مقتول کا وارث خون بہا لینے پر راضی ہو جائے۔ اور تمام اہل ایمان قاتل کے خلاف رہیں گے۔
- ہر وہ مسلمان جو اس معاہدے کے مندرجات کی تعمیل کا اقراری ہے اور اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے یہ ہر گز جائز نہ ہوگا کہ وہ کسی فتنہ انگیز کی حمایت کرے یا اسے پناہ دے۔ جو کسی ایسے مجرم کی حمایت کرے گا یا اسے پناہ دے گا وہ قیامت کے دن تک اللہ کی لعنت اور اس کے غضب کا مستحق ہوگا جس دن نہ اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا۔
- جب مسلمانوں میں کسی قسم کا تنازعہ ہوگا اسے اللہ تعالیٰ اور محمدؐ رسول اللہ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔
- جب تک جنگ رہے گی، یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر اخراجات برداشت کریں گے۔
- اور یہ کہ بنو عوف کے یہودی اپنے حلیفوں اور موالی سمیت مسلمانوں کے ساتھ ایک فریق متصور ہوں گے، یہود اپنے دین اور مسلمان اپنے دین پر کاربند رہیں گے۔ البتہ جس نے ظلم یا گناہ کا ارتکاب کیا وہ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو مصیبت میں ڈالے گا۔
- اور بنو نجار کے یہودیوں کے لئے وہی کچھ ہے جو بنو عوف کے یہودیوں کے لئے ہے۔ اور بنو الحارث کے یہود کے لئے وہی کچھ ہے جو بنو عوف کے یہودیوں کے لئے ہے اور بنو ساعدہ کے یہود کے لئے وہی کچھ ہے جو بنو عوف کے یہودیوں کے لئے ہے۔
- اور بنو جشم کے یہودیوں کے لئے وہی کچھ ہے جو بنو عوف کے یہودیوں کے لئے ہے، اور بنو اوس کے یہودیوں کے لئے وہی کچھ ہے جو بنو عوف کے یہودیوں کے لئے ہے اور بنو ثعلبہ کے یہودیوں کے لئے وہی کچھ ہے جو بنو عوف کے یہودیوں کے لئے ہے۔ البتہ جس نے ظلم یا گناہ (عہد شکنی) کا ارتکاب کیا تو وہ خود کو اور اپنے گھرانے کو مصیبت میں ڈالے گا۔
- اور جفنہ (بنو ثعلبہ قبیلہ کی ایک شاخ) اسے بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو ان کے اصل (بنو ثعلبہ) کو حاصل ہیں۔
- اور بنو شطیبہ کو بھی وہی مراعات اور حقوق حاصل ہوں گے جو بنو عوف کے یہود کے لئے ہیں اور یہ کہ ہر ایک پر اس معاہدے کی پابندی لازمی ہے۔ عہد شکنی نہ ہو۔
- اور بنو ثعلبہ کے موالی کو اصل (بنو ثعلبہ) کے حقوق حاصل ہوں گے۔

- اور یہودی قبائل کی تمام ذیلی شاخوں کو ان کے اصل جیسے حقوق حاصل ہوں گے۔
- اور یہ کہ ان میں سے کوئی فرد محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اجازت کے بغیر نہیں نکلے گا۔
- اور یہ کہ کسی چوٹ یا زخم کا بدلہ لینے میں رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی، جو کوئی خونریزی کا مرتکب ہوگا تو اس کا وبال اس پر اور اس کے گھر والوں پر ہوگا ورنہ یہ ظلم ہوگا اور اللہ اس کے ساتھ ہے جو اس (ظلم) سے بری الذمہ ہے۔
- اور یہودیوں پر ان کے مصارف کا بار ہوگا اور مسلمانوں پر ان کے مصارف کا۔
- اس معاہدہ میں شامل ہونے والوں کے خلاف اگر کوئی جنگ کرے گا تو تمام فریق متاثرہ فریق کی مدد کریں گے
- ہر فریق دوسرے کی خیر خواہی کرے گا عہد شکنی نہیں ہوگی اور ہر مظلوم کی بہر حال حمایت و مدد کی جائے گی۔
- جب تک جنگ رہے گی یہودی اس وقت تک مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کے مصارف برداشت کریں گے۔
- اس دستاویز میں شامل لوگوں کے لئے حدود یثرب کا اندرونی علاقہ حرم کی حیثیت رکھے گا۔
- پناہ حاصل کرنے والا پناہ دینے والے کی طرح ہے، کوئی اسے ضرر نہیں پہنچائے گا اور وہ خود عہد شکنی نہیں کرے گا۔
- کسی پناہ گاہ میں رہنے والوں کی اجازت کے بغیر کسی کو پناہ نہیں دی جائے گی۔
- اس معاہدہ کو تسلیم کرنے والوں میں اگر کوئی نئی بات پیدا ہو یا کوئی جھگڑا جس سے فساد کا اندیشہ ہو تو یہ متنازعہ معاملہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کیا جائے گا۔ اللہ کی تائید ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اس دستاویز کے مندرجات کی زیادہ احتیاط اور وفاداری سے تعمیل کرے گا۔
- اور یہ کہ قریش اور ان کے حامیوں کو پناہ نہیں دی جائے گی۔
- اور یہ کہ یثرب پر حملہ کی صورت میں سب فریق ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔
- ان مسلمانوں میں جو اپنے حلیف کے ساتھ صلح کرنے کے لئے یہود کو دعوت دے تو یہود اس سے صلح کرلیں گے۔ اگر یہود کسی ایسی صلح کی مسلمانوں کو دعوت دیں گے تو مسلمان بھی اس صلح کو قبول کرلیں

گے۔ الا یہ کہ کوئی دین اور مذہب کے لئے جنگ کرے۔ (اس سے صلح کی دعوت نا قابل قبول ہو گی)

- تمام فریق اپنے اپنے علاقہ کی جانب سے دفاع کے ذمہ دار ہوں گے۔
- اور قبیلہ اوس کے یہود اور ان کے موالی کو اس دستاویز میں تحریر حقوق و مراعات حاصل ہوں گے اور وہ بھی اس دستاویز والوں کے ساتھ خالص وفاشعاری کا برتاؤ کریں۔ قرارداد کی پابندی کی جائے عہد شکنی نہ ہو، زیادتی کرنے والا اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہو گا اور اللہ اس کے ساتھ ہے جو اس دستاویز کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ صداقت اور وفاشعاری سے تعمیل کرے گا۔
- یہ نوشتہ (معاہدہ) کسی ظالم یا مجرم کے آڑے نہیں آئے گا (اسے اس کے جرم کی سزا ملے گی) جو جنگ کے لئے نکلے گا یا گھر میں رہے گا دونوں امن کے حقدار ہوں گے ان سے مؤاخذہ نہیں ہو گا البتہ ظالم اور عہد شکن اس سے مستثنیٰ رہیں گے۔ جو فرد اس دستاویز کے مندرجات کی وفاشعاری اور احتیاط سے تعمیل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے نگہبان ہوں گے۔ (۱)۔

اس دستاویز نے مدینہ طیبہ میں امن و سکون کی بنیاد فراہم کر دی اور باشندگانِ شہر کے درمیان ممکنہ اختلاف اور فتنہ فساد کے راستے بند کر دیئے۔ مختلف نظریات کے حامل تینوں گروہوں کے درمیان باہمی تعلقات کی حدود متعین کر دی گئیں۔

اس معاہدے کا خلاصہ یہ ہے :

ا۔ پہلی اسلامی مملکت کے سربراہ اور قائد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تمام امور میں آخری اور حتمی فیصلہ آپ ہی کا ہو گا۔ آپ احکام الٰہی کے مطابق اور ملت مسلمہ کے مفاد اور مصالح کی روشنی میں فیصلے صادر فرمائیں گے۔

ب۔ مکہ مکرمہ کی طرح مدینہ منورہ کو بھی حرم قرار دے دیا گیا اور اس کی حدود کی تعیین کر دی گئی۔

ج۔ تمام مسلمان مہاجر، انصار، عرب، غیر عرب، آزاد، غلام، امیر، غریب خواہ وہ کسی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہوں اور کوئی سا رنگ رکھتے ہوں سب ایک قوم ہیں، قبائلی اور علاقائی عصبیت کی جگہ اخوتِ اسلامیہ اصل قرار دی گئی۔

---

(۱) السیرۃ النبویۃ فی ضوء الکتاب والسنۃ، ڈاکٹر محمد بن محمد ابی شہبہ ج ۲ ص ۵۷-۵۹۔

سیرت ابن ہشام ص ۵۰۱-۵۰۴

د۔ اس صحیفے سے قصاص کا حکم لاگو ہو گیا اور انتقام کا سلسلہ بند ہو گیا، جرم کی سزا جماعت کی ذمہ داری بن گئی۔ مجرم سے احکام الٰہی کے مطابق قصاص لینا لازم ہوا۔ اس طرح داخلی جنگیں اور قبائلی عداوتیں ختم ہو گئیں، اور ہر طرح کی عصبیت مٹ گئی۔

ھ۔ اس معاہدے نے تمام مسلمانوں کو حالت امن اور حالت جنگ میں ایک ہی لڑی میں پرو دیا، اسی طرح مدینہ کے رہائشی دوسرے مذاہب کے پیروکار اور مسلمان امن و جنگ میں یکساں طور پر امن و امان بر قرار رکھنے اور حالات بہتر بنانے کے ذمہ دار قرار پائے۔ اس طرح اس جماعت کے افراد (خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں) کے لئے معاشرے میں امن کے قیام کے لئے حقوق و فرائض کا تعین کر دیا گیا۔ سب شہر کے دفاع، شہر میں امن و امان کی بر قراری اور شہری حدود کے احترام کے لئے جواب دہ بن گئے۔

و۔ اس معاہدے نے دور جاہلیت میں عرب میں معروف اور تسلیم شدہ بعض ان امور کو بر قرار رکھا جن میں افراد یا معاشرہ کی بھلائی مضمر تھی، چنانچہ مہاجر مسلمانوں کی جماعت پر اپنے تمام افراد کی طرف سے دیت اور جرمانے کی ادائیگی کی ذمہ داری رکھی گئی اور انہیں ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک بنا دیا گیا۔ ہر قبیلہ پر یہ ذمہ داری عائد کر دی گئی کہ وہ اپنے قبیلہ کے کسی فرد کے جرم کی صورت میں دیت اور جرمانے کا ذمہ دار اور مسئول ہو گا۔

پناہ دینے کا حق بر قرار رکھا گیا لیکن اس میں ایک شق بڑھا دی گئی کہ قریش کے کسی مشرک یا ان کے کسی حمایتی کو پناہ نہیں دی جائے گی۔ ان کی جان اور مال کا دفاع نہیں کیا جائے گا۔ اس شق کے اضافے کا سبب محتاج بیان نہیں۔

ز۔ مدینہ طیبہ کے باشندوں کے لئے اپنے اپنے مذہب کے مطابق عبادت کی آزادی بر قرار رکھی گئی۔ اور یہ کہ اگر کوئی شخص اپنی رضامندی اور خوشی سے اسلام قبول کرنا چاہے گا تو اسے اس کا حق حاصل ہو گا اور اسے نہیں روکا جائے گا۔

۵۔ تحویل قبلہ :

شروع شروع میں مسلمان بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں نماز پڑھتے وقت اپنا رخ اس طرح رکھتے کہ کعبہ اور بیت المقدس دونوں سامنے ہوتے تھے، آپ کی دلی آرزو تھی کہ مسلمانوں کا قبلہ بیت اللہ شریف ہو، ۲ھ میں آپ کو اپنا رخ مبارک بیت اللہ شریف

کی طرف موڑنے کا حکم ملا۔

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ج فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ط

(اے محمدؐ) ہم تمہارا آسمان کی طرف مُنہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم تم کو اُسی قبلے کی طرف جس کو تم پسند کرتے ہو مُنہ کرنے کا حکم دینگے تو اپنا مُنہ مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کی طرف پھیرلو۔ اور تم لوگ جہاں ہوا کرو (نماز پڑھنے کے وقت) اُسی مسجد کی طرف مُنہ کرلیا کرو

(سورۃ البقرۃ۔ آیت : ۱۴۴)

یہ آیت کریمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خواہش کے مطابق نازل ہوئی کہ مسلمانوں کا قبلہ کعبہ شریف ہو، تحویل قبلہ کا حکم نازل ہونے سے یہود و نصاریٰ کے ان معترضین کی زبانیں گنگ ہوگئیں جو یہ کہا کرتے تھے کہ "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حالت دیکھو ہمارے دین کی تو مخالفت کرتے ہیں لیکن عبادت کے وقت ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتے ہیں، اگر ہم نہ ہوتے تو انہیں یہ بھی معلوم نہ ہو تا کہ وہ اپنی نمازمیں منہ کس طرف کریں، محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیا ہوا ہے ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ ملتِ ابراھیم کے پیروکار ہیں لیکن ابراھیم کے کعبہ کی طرف رخ نہیں کرتے؟"

مسلمان دن میں پانچ مرتبہ اپنی نمازوں میں اپنے قبلہ کعبہ شریف کی طرف متوجہ ہونے لگے، ان کے چہروں کے ساتھ ان کے قلوب و اذہان بھی کعبہ رخ ہوگئے، توجہ کی یہ وحدت مسلمانوں کی وحدت کی علامت بن گئی، ان کے قلوب کلمتہ اللہ، ہدایت الٰہی اور دین اسلام پر متحد و متفق ہوگئے۔ قبلہ کی تبدیلی مسلمانوں کے قلوب کا امتحان تھا اور اللہ اور اس کی رسُول پر ان کے غیر متزلزل ایمان کی آزمائش تھی، اطاعت الٰہی اور اطاعت رسُول پر ان کی استقامت کا حسین اظہار تھا۔ تحویل قبلہ کا ایک واضح فائدہ یہ بھی ہوا کہ منافقوں کے نفاق کا پردہ چاک ہوگیا۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اقدامات لئے تاکہ مملکت اسلامیہ ٹھوس، پائیدار اور جداگانہ بنیادوں پر قائم ہو، امت اسلامیہ کو اپنے نئے مستقر (مدینہ منورہ) میں مکمل امن وامان حاصل رہے اور داخلی طور پر ان تمام ذرائع کا خاتمہ کردیا جائے جس سے مختلف قبائل اور طبقات میں فتنہ وفساد پھیلنے کا اندیشہ تھا۔

حالات کو انتشار کا شکار بنانے والے تمام امور کی ممکنہ پیش بندی کے بعد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اندرونِ شہر اور مدینہ کے قرب وجوار میں حکمت اور بہترین انداز میں وعظ و نصیحت کے ساتھ دعوت و تبلیغ اسلام میں مصروف ہو گئے۔

لیکن قریش اور ان کے حامی پھر بھی چین سے نہ بیٹھے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت اور قریش کی وجہ سے مکہ مکرمہ جیسے محترم شہر کو خیرباد کہنا ان کے حسد و کینے میں کمی نہ کر سکا۔ ان کے دلوں میں برابر دشمنی اور عداوت کے شعلے بھڑکتے رہے وہ آپ کو قتل کر کے اس نئے دین کا خاتمہ چاہتے تھے۔

مدینہ طیبہ کی طرف آپ کی ہجرت سے حالات کا رخ بدل گیا، ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ کسی قسم کی رکاوٹ کے بغیر اسلام کا پیغام پھیلنے لگا، ان کا جذبۂ انتقام اور جنون دیوانگی کی حدوں کو چھونے لگا، انہیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نئے اقدامات سے سخت خطرے کا احساس ہونے لگا چنانچہ انہوں نے ان اقدامات کے برگ وبار اور ثمرات کے حصول سے پہلے اپنی جدوجہد دوچند کر دی جو مسلمان مکہ میں ان کی قید میں تھے ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے لگے، شاید کہ وہ ان ستم رانیوں سے گھبرا کر شرک وکفر کی طرف لوٹ آئیں۔ مدینہ طیبہ کی چراگاہوں کی طرف چور ڈاکو بھیجنے لگے تاکہ وہ مسلمانوں کے مویشی لوٹ لیں ان کی کھیتیاں تباہ کر دیں اور جو کچھ ان کے ہاتھ لگے لے کر چمپت ہو جائیں۔ جس شخص کے بارے میں انہیں ذرا بھر شبہ ہو تا کہ وہ مدینہ طیبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کا ارادہ رکھتا ہے اس کی سخت نگرانی کرتے تاکہ وہ قرآن اور اسلام سے واقف نہ ہو، ہر ذریعہ سے اس کو اس خیال سے باز رکھتے، اسے اسلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رکھنے کے لئے ہر جتن کرتے ڈراتے دھمکاتے، مال و دولت کا لالچ دیتے، یاری دوستی کے حوالے دیتے۔

مسلمانوں پر بیت اللہ کی زیارت، عمرہ اور حج کی ممانعت کر دی گئی۔

حالات اسی ڈگر پر چلتے رہے مسلمانوں کو ان تکلیف دہ حالات سے عہدہ برآ ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی، اب وہ حق کی سربلندی کے لئے جنگ کی اجازت کے خواہش مند تھے تاکہ ظلم کا خاتمہ ہو اور آزمائش میں مبتلا کمزور مسلمانوں کی خلاصی ہو، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی دن کی تیاری میں مصروف تھے آپ اپنے اصحاب کو گھوڑے اور اسلحہ جمع کرنے کی ترغیب دے رہے تھے۔ انہیں تیر اندازی، گھڑ سواری اور مقابلہ بازی کی مشقیں کروا رہے تھے، اپنے اصحاب کو مدینہ طیبہ کے ارد گرد کے تمام راستوں، وادیوں اور پہاڑوں سے واقف کرا رہے تھے، تاکہ انہیں ارد گرد کے حالات اور قبائل سے پوری واقفیت ہو جائے۔ اور آنے والے دنوں میں انہیں حالات سے نمٹتے وقت کسی قسم کی دشواری نہ ہو۔ آپ مسلمانوں کی جسمانی، روحانی اور ایمانی

تربیت فرمار ہے تھے، اس تربیت اور تیاری سے تمام مسلمان امت واحد بن گئے، یکجان ویک قالب، ہر لمحہ اپنی جان اور مال کو اعلائے کلمتہ اللہ کے لئے قربان کرنے کے لئے تیار۔

اس مرحلہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرایا (چھوٹے چھوٹے فوجی دستے) روانہ کرنے لگے۔ بعض اوقات آپ خود بھی تشریف لے جاتے، جنگی حکمت عملی کے تحت فوجی دستوں نے نگرانی اور نقل و حرکت شروع کردی، یہ سب کارروائیاں بدر سے پہلے تھیں۔بدر نے ان سرگرمیوں کا خاتمہ کردیا اور نئی راہیں کشادہ کردیں، غزوہ بدر کے بعد فتح وکامرانی کے نئے ابواب رقم ہونے لگے۔اب ہم اس مبارک غزوہ کے مختلف پہلوؤں کا ذکر خیر شروع کرتے ہیں۔

(۱) غزوۂ بدر کا پس منظر

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت اور واقعۂ نخلہ (جس میں مسلمانوں کے ہاتھوں عمرو الحضرمی مارا گیا) کے درمیان تقریباً پندرہ مہینے گذرے، اس دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی تشکیل فرمائی اور ان کے وطن مدینہ منورہ کو ایمان، اخوت اور فداکاری کے جذبات سے مالامال کر دیا۔ تمام لوگوں کو ایک شریعت پر جمع کر دیا اور مساوات قائم کر دی اور ارد گرد کے قبائل (جُہینہ، بلّی اور ضمرہ) کو معاہدوں میں شریک کر لیا یا وہ حسب خواہش اسلام میں داخل ہو گئے، اہلِ مکہ کی شام کی طرف تجارت بند ہو گئی یا اختتام کے قریب جا پہنچی اس طرح اہلِ مکہ کی گردن مسلمانوں کے شکنجے میں پھنس گئی، کئی چھوٹے غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بہ نفس نفیس شریک ہوئے اور صحابہ کو گشتی دستوں کی صورت میں ادھر ادھر روانہ فرمایا، اگرچہ ان غزوات اور سرایا میں عموماً جنگ کی نوبت نہیں آئی تاہم قریش اور حجازی قبائل کو علم ہو گیا کہ مسلمان "جھیلو اور برداشت کرو" کی کیفیت سے نکل چکے ہیں اب وہ عسکری اور اقتصادی جنگ لڑنے کے لئے تیار ہیں۔ مدینہ طیبہ اور اس کی چراگاہوں پر غارت گروں کے حملے بند ہو گئے ہیں۔ مسلمان نہ صرف اپنے غصب کردہ حقوق کی بازیابی کے لئے تیار ہیں بلکہ وہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصدوں اور مبلغوں کے تحفظ پر کمربستہ ہیں اور اسلام قبول کرنے والوں کی راہ میں روڑے اٹکانے والوں سے دوبدو مقابلہ کر سکتے ہیں+ یہ چار سرایا (۱) اور چار غزوات، (۲) غزوہ بدر اور اس کے بعد وقوع پذیر ہونے والے غزوات و سرایا کی تمہید تھے۔ اور مسلمانوں کے لئے بڑے بڑے معرکوں میں شامل ہونے کی تربیت اور مشق کا درجہ رکھتے تھے، ان ابتدائی غزوات و سرایا سے مسلمانوں پر نئے حقائق منکشف ہوئے انہیں کھود کرید اور جرأت و بہادری کا سبق ملا، مدینہ

---

(۱) سریۂ حمزہ بن عبد المطلب، سریۂ عبیدہ بن الحارث، سریۂ سعد بن ابی وقاص اور سریۂ نخلہ۔

(۲) غزوۂ ودّان، غزوۂ بواط، غزوۂ بدر الاولیٰ اور غزوۂ العشیرہ۔

طیبہ کے اردگرد آباد قبائل کے علاقوں اور مسلمانوں کے بارے میں ان کے خیالات سے آگاہی ہوئی۔ بسااوقات اس قسم کی فوجی مہموں سے ان قبائل کے لوگوں سے ربط و تعلق بڑھا، اس میل جول کے نتیجہ میں کئی قبائل اسلام میں داخل ہوئے یا وہ مسلمانوں کے حلیف بن گئے۔ اب مدینہ طیبہ اور اس کے اردگرد دو قسم کے لوگ تھے (۱) مسلمان، (۲) مسلمانوں کے حلیف۔ صحابہ کرام مدینہ طیبہ کے اردگرد صحرا میں گشت پر رہتے گویا یہ اعلان تھا کہ اب امّت مسلمہ کے اقتدار کا سورج طلوع ہو رہا ہے اور اس کی نورانی شعاعیں پوری آب و تاب سے روئے زمین کو منور کرنے والی ہیں۔

⑤ غزوہ بدر الکبریٰ کے اسباب

غزوہ بدر کو "بدر العظمیٰ" "بدر القتال" اور "بدر الفرقان" بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو ادوار میں فرق کر دیا (ایک مکی دور جس میں قتال کی اجازت نہ تھی دوسرا مدنی دور جس میں مشرکوں سے قتال کی اجازت دے دی گئی) اس غزوہ سے اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل میں امتیاز کر دیا یہ پہلا معرکہ تھا جس میں مسلمان منظم لشکر کی صورت میں کفار مکہ کے مقابلے میں آئے اس سے پہلے مسلمان کسی قسم کی مزاحمت نہیں کر رہے تھے۔ صرف تبلیغ دین میں مصروف تھے، انہیں قتال کی اجازت نہ تھی یہاں تک کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی :

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿٣٩﴾

جن مسلمانوں سے (خواہ مخواہ) لڑائی کی جاتی ہے ان کو اجازت ہے (کہ وہ بھی لڑیں) کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور خدا (ان کی مدد کرے گا وہ) یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔

(سورۃ الحج۔ آیت : ۳۹)

اب اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق ایک مخصوص مقام اور وقت میں معرکہ کے تمام اسباب جمع ہو گئے، نور و ایمان کا لشکر جنگ کا ارادہ کئے بغیر مدینہ منورہ سے روانہ ہوا۔ ادھر مکہ سے کفر و ظلمت کا لشکر ابو سفیان کے تحفظ کے لئے چل پڑا۔ جن اسباب اور واقعات نے غزوہ بدر کا وقوع یقینی اور حتمی بنا دیا انہیں ہم مختصراً یوں بیان کر سکتے ہیں۔

۱۔ حق پرست مسلمانوں اور باطل پرست کافروں کے درمیان انقلابی تبدیلی، مسلمانوں کا نرمی اور برداشت کرو کی حالت سے نکلنا، دعوتِ اسلام کا جہاد سے منسلک ہونا، مشرکین مکہ کے ظلم و ستم کے خلاف مزاحمت، خصوصاً ان کمزور مسلمانوں کے دفاع کی کوشش جو کفار مکہ کی قید میں تھے اور بے پناہ مظالم کا شکار ہو رہے تھے۔

۲۔ ہجرت کے بعد مشرکین مکہ کا مسلمانوں کے گھروں اور مال و دولت کو اپنے قبضہ میں لے لینا، مسلمانوں کا اپنے اموال کی کلی یا جزوی بازیابی کی تدبیر کرنا۔

۳۔ قریش کا یہ شدید احساس کہ ان کے گرد خطرات بڑھتے جا رہے ہیں، مسلمان مدینہ میں ایک ٹھکانہ تلاش

کر چکے ہیں۔ انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو نہ صرف پناہ دے چکے ہیں بلکہ وہ اسلام کے دفاع کے لئے جانی اور مالی ہر قربانی دینے کو تیار ہیں۔

۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان قریش کی شام کی طرف جانے والی اس تجارتی شاہراہ پر کنٹرول اور غلبہ حاصل کر چکے ہیں جو ان کی تجارت میں شہ رگ کی حیثیت رکھتی تھی۔ قریش کے لئے اس سے صرف نظر کرنا ناممکن تھا۔

۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سرایا بھیجنا اور بعض غزوات میں خود تشریف لے جانا تاکہ مدینہ طیبہ کے ماحول سے واقفیت پیدا کی جائے۔ دشمن کے عزائم سے باخبر رہا جائے اور ارد گرد کے قبائل سے تعلقات استوار کئے جائیں۔ یہ اور ان جیسے کئی اسباب ایسے تھے جن سے صاف پتہ چل رہا تھا کہ معرکہ آرائی یقینی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ	اور (اُس وقت کو یاد کرو) جب خدا تم سے وعدہ کرتا تھا کہ
اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ	ابوسفیان اور ابوجہل کے، دو گروہوں میں سے ایک گروہ تمہارا
الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ	(مسخر) ہو جائے گا۔ اور تم چاہتے تھے کہ جو قافلہ بے (شان و) شوکت
يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ	(یعنی بے ہتھیار) ہے وہ تمہارے ہاتھ آ جائے اور خدا چاہتا تھا کہ
الْكٰفِرِيْنَ ۝	اپنے فرمان سے حق کو قائم رکھے اور کافروں کی جڑ کاٹ کر پھینک دے ۝
لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ	تاکہ سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کر دے۔ گو مشرک
كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝	ناخوش ہی ہوں ۝

(سورۃ الانفال۔ آیت ۷۔۸)

خلاصہ بحث یہ ہے کہ کفر و اسلام کے لشکروں میں جنگ ضروری ہو چکی تھی کیونکہ اسلام اور کفر کے نظریات اور اہداف ایک دوسرے سے قطعی مختلف تھے، اسلام اور کفر، شرک، ظلم کے مابین سمجھوتہ ناممکنات میں سے تھا، مسلمانوں کا اولین ہدف یہ تھا کہ جزیرۃ العرب سے کفر و شرک کا مکمل خاتمہ کر دیا جائے خواہ اس راہ میں کتنی جدوجہد کرنی پڑے اور قربانیاں دینی پڑیں۔ جبکہ مشرک ہر قیمت پر اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ چاہتے تھے۔ تاکہ ان کے مفادات پر زد نہ پڑے، مکہ اور پورے جزیرۃ العرب میں ان کا اثر و رسوخ برقرار رہے، اسی لئے انہوں نے ظلم و زیادتی کا بازار گرم کر رکھا تھا، مسلمانوں کے اموال اور حقوق کو دبائے بیٹھے تھے، وہ ہر ذریعہ سے

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں اور مددگاروں کو خوف زدہ کر رہے تھے۔ اور مدینہ طیبہ کے مسلمانوں کو اجتماعی طور پر نیست و نابود کرنے کی فکر میں غلطاں تھے، ان حالات میں ضروری تھا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر قیادت ایسے مؤثر اور حربی نوعیت کے اقدامات کیے جائیں جن سے ان ظالموں کو احساس ہو جائے کہ مسلمان مزید خاموش نہیں رہیں گے بلکہ ان کو ان کے ظلم کا مزہ چکھائیں گے اور ان کی تجارت کو معطل کر دیں گے، مسلمان ان کی تجارتی و اقتصادی سرگرمیاں ختم کر سکتے ہیں۔ اور جب چاہیں ان کے تجارتی قافلوں کو روک سکتے ہیں۔ یہ سب مکہ کے باسیوں کے مظالم اور اعمال کا فطری اور منطقی نتیجہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے ساتھ ان کا سنگدلانہ رویہ اسی کا متقاضی تھا۔ اس پس منظر سے واقفیت کے باوجود بھی اگر کوئی شخص اسے ڈاکہ زنی خیال کرتا ہے تو اس کی روسیاہی محتاج دلیل نہیں۔ در حقیقت یہ تو اپناد فاع اور کھلم کھلا ظلم کے مقابلے میں عدل و انصاف پر مبنی رد عمل تھا۔

(3) غزوہ بدر الکبریٰ رمضان ۲ ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ العشیرہ میں قریش کے شام کی طرف جانے والے تجارتی قافلے کے تعاقب میں روانہ ہوئے لیکن قافلہ آپ کے پہنچنے سے چند روز پہلے وہاں سے نکل گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ واپس مدینہ تشریف لے آئے اور قافلے کی واپسی کا انتظار کرنے لگے اور شام سے قافلے کی واپسی کے متعلق خبروں کے حصول کا انتظام فرمانے لگے، اس سلسلہ میں آپ نے حضرت بسبس کو بطور جاسوس روانہ فرمایا تاکہ وہ اس قافلے کے بارے میں مصدقہ خبر لائیں۔ جناب بسبس واپس آئے اور انہوں نے ابوسفیان کی قیادت میں ایک عظیم تجارتی قافلے کی شام سے واپسی کی خبر سنائی اور یہ بھی بتایا کہ یہ قافلہ تجارتی سامان سے لدے ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل ہے اور اس کی حفاظت کے لئے تیس یا چالیس افراد ساتھ ہیں جن میں مخرمہ بن نوفل اور عمرو بن العاص بھی شامل ہیں۔

مسلمانوں نے موقع غنیمت سمجھا اور مکہ مکرمہ میں ان سے بالجبر چھینے گئے اموال، کاروبار اور گھروں کے بدلے میں کچھ حاصل کرنے کی صورت نظر آنے لگی۔ ابو جہل وغیرہ جیسے ظالم و جابر قریشیوں نے مسلمانوں کے گھروں اور جمع پونجی پر قبضہ کر لیا تھا۔

مسلمانوں کا قافلے کے تعاقب میں نکلنا ڈاکہ زنی اور چھینا جھپٹی کے لئے نہیں جیسا کہ بدنیت مستشرقین نے سمجھا ہے بلکہ یہ جنگی کارروائی تھی جسے تمام آسمانی شریعتوں میں مشروع کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں عصر حاضر میں بھی حالت جنگ میں ایسی تمام کارروائیاں صحیح سمجھی جاتی ہیں۔ یہ قافلہ کن لوگوں کا تھا؟ ان لوگوں کا جنہوں نے مسلمانوں سے ہر زیادتی روا رکھی تھی، ان کے مال چھین لئے تھے اور انہیں ان کے گھروں سے نکال دیا تھا، یہ مسلمانوں کے ایسے دشمن تھے جنہوں نے اس عداوت سے کبھی بھی دست بردار ہونا گوارا نہ کیا بلکہ ان کی عداوت روز افزوں رہی، وہ مختلف قبائل کو مسلمانوں سے دشمنی پر اکساتے رہے اور ان کا یہ تجارتی مال مسلمانوں کے ہی خلاف استعمال ہوتا تھا۔ کیا یہ انصاف کی بات نہ تھی کہ ایسے دشمنوں کا زور توڑنے کے لئے ان کے بعض اموال پر غلبہ حاصل کر لیا جائے؟ آج کے دور میں ہر مملکت اسے جائز سمجھتی ہے کہ حالت جنگ میں دشمن کے تمام اموال کو ضبط کر لیا جائے، چہ جائیکہ وہ مال ان اموال کے بدلہ میں ضبط کیا جارہا تھا جو اہل مکہ مسلمانوں سے زبردستی چھین چکے تھے۔

مسلمان ابوسفیان کے قافلہ کے تعاقب میں

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کو اس قافلے کے تعاقب کی دعوت دی اور ارشاد فرمایا:

"یہ قریش کا قافلہ سامانِ تجارت سمیت آرہا ہے اس کی طرف نکلو شاید اللہ تعالیٰ ان کے اموال تمہیں مرحمت فرمادے"

جس مسلمان کی سواری مدینہ طیبہ میں موجود تھی آپ نے انہیں فوراً نکلنے کا حکم دیا تاکہ پہلے کی طرح قافلہ ہاتھ سے نہ نکل جائے، جن کے سواری کے جانور موجود نہ تھے آپ نے ان کا انتظار نہیں فرمایا، حالانکہ بعض صحابہ نے گذارش کی کہ مدینہ کی بالائی چراگاہوں سے ان کی سواریوں کی آمد کا انتظار کرلیا جائے، آپ نے فرمایا نہیں جس کی سواری موجود ہے وہ فوراً چلے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے ان لوگوں کے پیچھے رہ جانے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا کیونکہ انہیں جنگ کی توقع نہ تھی بلکہ ان کا ہدف قافلہ تھا جس کے محافظوں کی تعداد تیس یا چالیس افراد پر مشتمل تھی۔

مسلمان رمضان المبارک کی آٹھ تاریخ (بعض روایات میں نو، دس یا بارہ مروی ہے) کو اس مہم کے لئے روانہ ہوئے جب مدینہ سے ایک میل کے فاصلہ پر بیئر السقیا یا بیر ابی عتبہ پر پہنچے تو آپ نے لشکر کا جائزہ لیا مجاہدین کی گنتی فرمائی اور ایسے کم سن مجاہدوں کو واپس بھیج دیا جن کے لئے جنگ میں شرکت کرنا اور طویل سفر کی صعوبتیں برداشت کرنا مشکل تھا۔ جن حضرات کو واپس کردیا گیا ان میں عبداللہ بن عمر، اسامہ بن زید، رافع بن خدیج، براء بن عازب، اسید بن حضیر، زید بن ارقم اور زید بن ثابت رضی اللہ عنھم شامل تھے۔

آپ نے عمیر بن ابی وقاص کو بھی واپس کردیا ان کی عمر پندرہ یا سولہ برس کی تھی عمیر رونے لگے تو آپ نے اسے شرکت کی اجازت مرحمت فرمادی، عمیر غزوہ بدر میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقاء سمیت محو سفر رہے، آپ کے رفقا تین سو دس سے زائد تھے، اصحاب بدر کی تعداد میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے، بعض سیرت نگاروں نے ان حضرات کو بھی اصحاب بدر میں شمار کیا ہے جو کسی عذر کی وجہ سے پیچھے رہ گئے اور انہیں مال غنیمت سے حصہ دیا گیا، جبکہ بعض سیرت نگاروں نے صرف ان اصحاب کو شمار کیا ہے جنہوں نے بدر کی لڑائی میں حصہ لیا ہے۔ راجح قول یہ ہے کہ اصحاب بدر تین سو تیرہ تھے۔ روایت میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے الروحاء میں مجاہدین کی گنتی فرمائی تو ان کی تعداد تین سو

تیرہ تھی، آپ نے اس پر اظہار مسرت کرتے ہوئے فرمایا" یہ تعداد طالوت کے اس لشکر کی تعداد کے برابر ہے جس نے ان کے ساتھ دریا کو عبور کیا تھا"۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں مجھے اور عبد اللہ بن عمر کو بدر کے دن کم سن قرار دیا گیا، بدر میں مہاجرین ساٹھ سے اور انصار دو سو چالیس سے زائد تھے۔ (صحیح البخاری)

مہاجرین میں سے تین حضرات غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے اور انہیں مال غنیمت میں سے حصہ دیا گیا

۱۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہ بنت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیمارداری کے لئے غزوہ بدر میں شرکت نہ کرنے کی اجازت دی تھی، اسی بیماری میں حضرت رقیہ کا انتقال ہو گیا تھا۔

۲۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور سعید بن زید رضی اللہ عنہما، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قریش کے قافلہ کی ٹوہ لینے کے لئے بھیجا تھا، یہ حضرات غزوہ کے اختتام کے بعد واپس آئے۔

انصار میں سے درج ذیل حضرات پیچھے رہے اور مال غنیمت کے حقدار قرار پائے۔

۱۔ ابو لبابہ بن عبد المنذر، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مقام "الروحاء" سے مدینہ طیبہ پر اپنا نائب بنا کر واپس بھیج دیا۔ قبل ازیں آپ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو روانگی سے قبل نمازوں کی امامت کے لئے مقرر فرما چکے تھے۔

۲۔ عاصم بن عدی العجلانی رضی اللہ عنہ، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی "الروحاء" سے قبا اور مدینہ طیبہ کی بالائی آبادی پر اپنا نائب بنا کر واپس بھیج دیا۔

۳۔ الحارث بن حاطب العمری رضی اللہ عنہ، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الروحاء سے انہیں کسی ضروری کام کی انجام دہی کے لئے بنو عمرو بن عوف کی طرف روانہ فرمایا تھا۔

۴۔ ۵ الحارث بن الصمۃ اور خوات بن جبیر رضی اللہ عنہما، دونوں حضرات کو ہڈی ٹوٹنے اور زخمی ہونے کی وجہ سے الروحاء سے واپس بھیج دیا گیا۔

۶۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، انصار کے گھرانوں میں جا جا کر لوگوں کو بدر کی طرف نکلنے کی ترغیب دیتے رہے خود بھی شرکت کے خواہش مند تھے چنانچہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"اگرچہ سعد بدر میں حاضر نہیں ہوئے لیکن وہ شرکت کے بہت خواہش مند تھے" آپ سانپ کے ڈسنے کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے بعض روایات میں ہے کہ جعفر بن ابی طالب اور عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو بھی مالِ غنیمت سے حصہ دیا گیا،
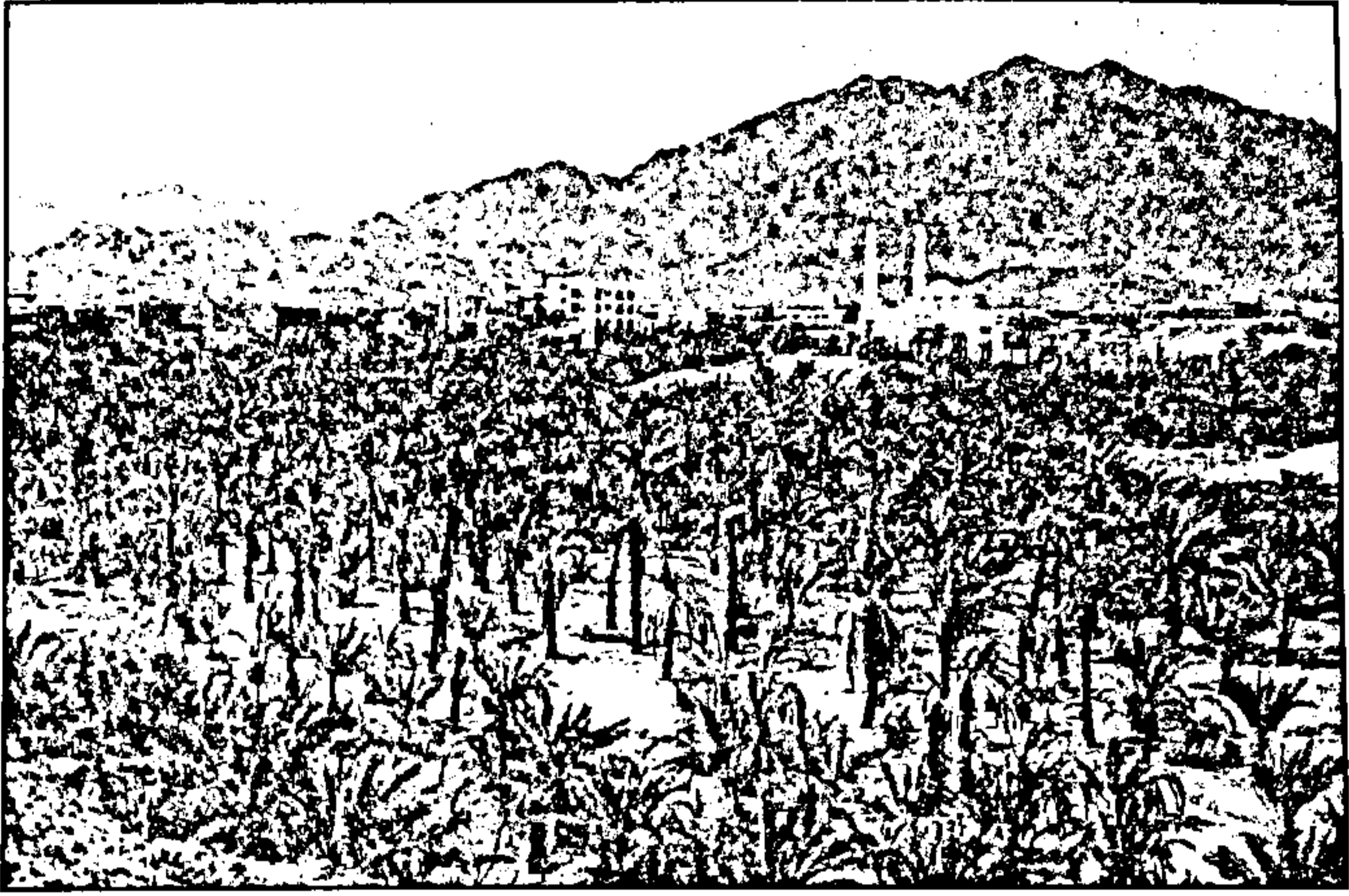
وادی کے درمیان مسجد عریش اور مقابر شہداء

پرانا کنواں جس میں مقتولین قریش کے لاشے ڈالے گئے

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کم سنی کے باوجود بدر میں شریک ہوئے اور انہیں بھی مالِ غنیمت سے حصہ ملا۔ اسی وجہ سے اہلِ بدر کی تعداد میں اختلاف ہے۔

دورانِ سفر حبیب بن یساف اپنے مسلمان عم زادوں کے ساتھ جنگ میں شرکت اور مالِ غنیمت کے حصول کے لئے حاضر ہوا، حبیب مشرک تھا لیکن بڑا بہادر، جی دار، جنگجو اور مردِ میدان تھا، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا "تم اللہ پر اور اس کے رسُول پر ایمان لاتے ہو" کہا نہیں، آپ نے اسے واپس بھیج دیا اور فرمایا "ہم مشرکوں کے خلاف مشرکوں سے مدد نہیں لیتے" پھر یہ دوسری بار حاضر ہوا آپ نے اس سے پھر وہی سوال کیا "کیا تم اللہ اور اس کے رسُول پر ایمان لاتے ہو"۔ کہا نہیں، آپ نے اسے دوسری مرتبہ بھی واپس بھیج دیا، پھر تیسری بار حبیب حاضر ہوا اور جنگ میں شرکت کی اجازت چاہی، آپ نے تیسری بار دریافت فرمایا "کیا تم اللہ اور اس کے رسُول پر ایمان لاتے ہو، عرض کیا ہاں، اور کلمۂ شہادت پڑھا آپ نے اس کی شرکت کی درخواست منظور فرمالی، حبیب نے بدر میں زبردست معرکہ آرائی کی۔ بعض محدثین کہتے ہیں کہ حبیب بن یساف مقام "روحاء" میں مسلمانوں سے حالتِ اسلام میں ملا، یہ روایت عقلی اور منطقی اعتبار سے زیادہ درست ہے اس روایت کا اس روایت سے کوئی تضاد نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حبیب کو تیسری مرتبہ لشکر اسلام میں شمولیت کی اجازت مرحمت فرائی۔ ممکن ہے حبیب کی تیسری مرتبہ آمد "روحاء" میں ہوئی ہو۔

اس روایت سے ہمیں (مسلمانوں کو) یہ عظیم درس ملتا ہے کہ مشرکوں کے خلاف مشرکوں سے مدد نہیں لینی چاہیے، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبیب بن یساف کی پیش کش یہ ارشاد فرما کر ٹھکرا دی کہ "ہم اہلِ شرک کے خلاف اہلِ شرک سے مدد نہیں لیتے" ہم صرف اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت پر اعتماد اور توکل کرتے ہیں۔ آپ نے حبیب کی پیش کش مسترد کر دی اور رہتی دنیا تک امت مسلمہ کو یہ عظیم اور بے مثال سبق دیا کہ جو شخص اللہ پر کماحقہ توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے مشرکوں اور کافروں کی مدد سے بے نیاز کر دیتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت حاصل ہوتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے ستر اونٹوں پر باری باری سوار ہو کر اپنا سفر جاری رکھا، ایک اونٹ پر تین یا چار افراد باری باری سوار ہوتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت مرثد بن ابی مرثد ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے، دونو حضرات نے گذارش کی کہ ہم پیدل چلیں گے اور آپ اونٹ پر سوار رہیں، آپ نے ارشاد فرمایا "تم پیدل چلنے میں مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں ہو اور نہ یہ بات ہے کہ مجھے اجر کی ضرورت نہیں اور تمہیں اجر کی ضرورت ہے"۔ (۱)

(۱) مسند احمد۔ البزار۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ اور عادت مبارکہ تھی کہ اپنے صحابہ سے کسی طور ممتاز رہنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ آپ نے صحابہ کرام اور امت مسلمہ کے لئے ہمیشہ اسوہ حسنہ اور بہترین طرز عمل کی لازوال مثالیں قائم فرمائی ہیں۔ حضرت حمزہ، زید بن حارثہ، ابوکبشہ اور انسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔

حضرت عبیدہ بن الحارث، طفیل بن الحارث، حصین بن الحارث اور مسطح بن اثاثہ باری باری عبیدہ کے اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔

حضرت معاذ بن رفاعہ انصاری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، ان کے والد حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں اور میرا بھائی خلاد اپنے لاغر اونٹ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے جب ہم "الروحاء" سے پیچھے "البرید" میں تھے ہمارا اونٹ واماندہ ہو گیا، میں نے دعا کی "اے اللہ! اگر یہ اونٹ ہمیں مدینہ طیبہ تک لے گیا تو میں اسے تیرے لئے ذبح کر دوں گا" ہم اسی طرح کھڑے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے فرمایا "تمہیں کیا ہوا"؟ ہم نے گذارش کی اونٹ ناکارہ ہو گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے اترے، وضو فرمایا پھر وضو کے باقی ماندہ پانی میں کلی فرمائی اور ہمیں اونٹ کا منہ کھولنے کا فرمایا آپ نے اونٹ کے منہ میں قدرے پانی ڈالا، پھر اس کے سر، گردن، گدی، کوہان، کولھوں اور دم پر وہ پانی ڈالا اور یہ دعا فرمائی "اے اللہ! رافع اور خلاد کو سوار کر دے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو گئے ہم بھی اونٹ پر سوار ہوئے اور اونٹ چل پڑا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آدھے راستہ میں پالیا، ہمارا اونٹ سب سے آگے تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دیکھا تو ہنس دیئے، ہم اسی طرح سوار بدر تک آئے، پھر جب ہم بدر (۱) کے قریب تھے ہمارا اونٹ پھر بیٹھ گیا، ہم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اسے ذبح کر کے اس کا گوشت فقراء میں تقسیم کر دیا۔ (صدقہ کر دیا)۔ (۲)

عرق الظبیہ میں صحابہ کو ایک آدمی ملا، انہوں نے اس سے قافلے کے متعلق پوچھا اور اسے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کر و اس نے پوچھا کیا آپ اللہ کے رسول ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، اس آدمی نے کہا:

---

(۱) اصل روایت میں "بدر" کا لفظ ہے، یہاں "مدینہ" زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۲) اسے البزار نے روایت کیا ہے، طبرانی نے بھی اس روایت کا بعض حصہ روایت کیا ہے۔

اگر آپ اللہ کے رسُول ہیں تو مجھے بتائیں کہ میری اس اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟ یہ سن کر سلامہ بن سلمہ ابن وقش آگے بڑھے اور اس سے کہا "رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مت پوچھو میرے پاس آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں، تو نے اپنی اونٹنی کے ساتھ بدکاری کی ہے اور اس کے پیٹ میں تیرا بچہ ہے، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو ناراض ہوئے اور فرمایا خاموش رہو تم نے اس آدمی سے فحش بات کہی اور سلامہ سے منہ موڑ لیا۔(۱)

مسلمان اسی طرح محو سفر رہے یہاں تک کہ "الصفراء" کے قریب وادیٔ ذفران میں پہنچے، یہاں لشکر نے پڑاؤ کیا، یہاں مسلمانوں کو خبر ملی کہ قریش قافلے کی حفاظت کے لئے نکل چکے ہیں، اس قافلہ میں قریش کے ہر گھرانے کا سرمایہ یا مال تجارت تھا۔

حالات نے بالکل نیا رخ اختیار کر لیا، مسلمان قافلے کے تعاقب میں نکلے تھے جس کے ساتھ تیس یا چالیس محافظ تھے، اب قریش کے عظیم لشکر سے مقابلہ آرائی کا امکان پیدا ہو گیا جو پوری طرح کیل کانٹے سے لیس تھا، قریش اپنی دولت اور رگِ حیات (شاہراہِ تجارت) کے تحفظ کے لئے بلا امتیاز سب کے سب بدر کی طرف بڑھتے چلے آرہے تھے، شام کی تجارت اور تجارتی قافلوں کی حفاظت آمدورفت ان کے نزدیک سب سے اہم چیز تھی۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ صورت حال غیر متوقع اور چونکا دینے والی نہ تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے دو میں سے ایک گروہ پر غلبہ عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا تھا قافلہ یا لشکر، جنگ آپ کے لئے خلاف توقع نہ تھی اور آپ قافلے یا لشکر میں سے کسی ایک پر غلبہ کے حصول کے لئے نصرت الٰہی پر یقین کامل رکھتے تھے تاہم آپ نے اس سلسلہ میں مسلمانوں اور ان کے امراء و حکام کے لئے مثالی اسوہ حسنہ چھوڑا۔ اس نئی صورت حال کے لئے آپ نے لوگوں کو تیار کیا تاکہ وہ برضا و رغبت، نصرت الٰہی پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے خوش دلی کے ساتھ اللہ کے دین کی سربلندی اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اپنے جسم و جان کے نذرانے پیش کریں۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جمع کیا اور ان سے نئی صورت حال کے بارے میں مشورہ طلب فرمایا تاکہ ان کے خیالات معلوم ہوں اور اس فیصلہ کن گھڑی میں جس نے جزیرۃ العرب ہی کی نہیں

---

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۶۱۳۔

پوری دنیا کی تاریخ کا رخ بدلنا تھا ان کے جذبات واحساسات سے آگاہی حاصل ہو، یہ معرکہ قریش، مشرکین مکہ اور مکہ ومدینہ کے اردگرد آباد قبائل اور مسلمانوں کے درمیان تعلقات کو نئی جہتیں دینے والا تھا، اسے امت مسلمہ کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت حاصل ہونے والی تھی، اس معرکہ نے ایسے واضح نقوش چھوڑے جن کی تابانی میں دیگر اقوام کے فیصلہ کن مراحل دھندلا گئے۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو قریش کے نکلنے کی خبر دی، متوقع جنگ کے بارے میں مطلع فرمایا اور دریافت فرمایا، تم کیا کہتے ہو تمہیں قافلہ پر قبضہ پسند ہے یا لشکر کا سامنا؟ بعض حضرات نے قافلے کے لئے اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا، بعض حضرات عرض گذار ہوئے "یارسُول اللہ ! آپ نے ہمیں جنگ کے بارے میں پہلے ارشاد فرمایا ہوتا تاکہ ہم تیار ہو کر آتے" ایک روایت میں ہے انہوں نے کہا "یارسُول اللہ ! قافلے کی فکر کریں دشمن کو چھوڑ دیں"

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں درج ذیل آیت کا سبب نزول یہی تھا۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۪ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝

(ان لوگوں کو اپنے گھروں سے اسی طرح نکلنا چاہیے تھا) جس طرح تمہارے پروردگار نے تم کو تدبیر کے ساتھ اپنے گھر سے نکالا اور اس وقت مومنوں کی ایک جماعت ناخوش تھی ۝

(سورۃ الانفال۔ آیت : ۵)

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو نئی صورت حال سے آگاہ فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا۔ "لوگو! مجھے مشورہ دو" حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر بہت اچھی گفتگو کی اور مسلمانوں کے ہر قربانی کے لئے تیار ہونے کی نوید سنائی، پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر مہاجرین مسلمانوں کی قوت وثابت قدمی کا ذکر کر کے آپ کو مطمئن کیا اور عرض گذار ہوئے "یارسُول اللہ ! یہ قریش اور ان کے سرغنے ہیں آپ قدم بڑھائیں تیاری کریں بخدا ہم آپ کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہیں"، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا "لوگو! مجھے مشورہ دو" اب حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا "یارسول اللہ ! اللہ کے حکم کے مطابق چلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں بخدا ہم آپ کو وہ جواب نہ دیں گے جو بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا کہ "آپ اور آپ کا رب جائیں ان سے جنگ کریں ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں" بلکہ ہم یہ عرض کرتے ہیں آپ اور آپ کا رب جنگ کریں ہم بھی آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپ ہمیں برک الغماد (یمن یا

حبشہ کا ایک مقام) تک لے جائیں تو بھی ہم آپ کے ساتھ چلیں گے اور آپ کی معیت میں دشمنوں سے جنگ کرتے جائیں گے یہاں تک کہ ہم وہاں پہنچ جائیں"، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خیالات سن کر ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔(۱)

اس کے بعد آپ نے پھر ارشاد فرمایا "لوگو! مجھے مشورہ دو" آپ کا روئے سخن انصار کی طرف تھا کیونکہ انہوں نے اپنے علاقے اور اپنے گھروں میں آپ کے تحفظ اور حمایت ودفاع پر بیعت کی تھی۔ انہوں نے بیعت عقبہ میں عرض کیا تھا "یارسول اللہ! ہم آپ سے بری الذمہ ہیں یہاں تک کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لے آئیں جب آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں گے آپ ہماری ذمہ داری میں ہوں گے ہم ہر اس چیز سے آپ کی حفاظت کریں گے جس سے اپنی اولاد اور ازواج کی حفاظت کرتے ہیں"۔

مہاجرین صحابہ کی گفتگو سننے، ان کے جذبات اطاعت سے واقفیت کے بعد جب آپ نے پھر ارشاد فرمایا "لوگو! مجھے مشورہ دو" انصار سمجھ گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی رائے سننے کے خواہشمند ہیں اور آپ کا بار بار مشورہ طلب فرمانا انہیں کی خاطر ہے، تب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی یارسول اللہ! شاید آپ ہماری رائے جاننا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ گویا ہوئے:

"یارسول اللہ! ہم آپ پر ایمان لائے ہیں ہم نے آپ کی تصدیق کی ہے اور ہم نے آپ کے لائے ہوئے دین کی حقانیت کی گواہی دی ہے اور ہم نے اس پر آپ سے وعدے کئے ہیں، ہم نے آپ کا حکم سننے اور اس کی اطاعت کرنے کے پختہ پیمان باندھے ہیں، یارسول اللہ! جدھر آپ کا ارادہ ہے آپ تشریف لے چلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپ ہمیں اس سمندر پر لے جائیں اور خود اس میں داخل ہو جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ سمندر میں داخل ہو جائیں گے، ہمارا کوئی ایک فرد بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم اس بات کو ناپسند نہیں کرتے کہ آپ ہمارے ساتھ دشمن کا مقابلہ کریں، ہم گھمسان کی جنگ میں صبر کرنے والے ہیں۔ مقابلے کے وقت سچے ہیں، ہمیں امید ہے اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے ایسی کارگذاری دکھائے گا کہ جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، آپ اللہ کی برکت سے ہمیں ساتھ لے کر روانہ ہو جائیں۔(۲)

(۱) سیرت ابن ھشام ص ۲۱۴۔ ۲۱۵ (۲) سیرت ابن ہشام ص ۶۱۵

باعظمت قائد جانتا ہے کہ سپاہی اور مجاہد کو جب اپنے موقف کی حقانیت اور صداقت پر مکمل اطمینان ہوتا ہے تو وہ اس کے حصول کے لئے بڑے بڑے معرکوں میں دیوانہ وار گھس جاتا ہے۔ یہ حق وانصاف کی ظلم و عدوان کے خلاف جنگ تھی، اس سے حق کی حقانیت اور باطل کا ابطال واضح ہونا تھا، یہاں برضا ورغبت فتح یا شہادت کے حصول کے لئے دل وجان کی بازی لگانی تھی، معرکہ بدر میں اسلامی لشکر انہیں خوبیوں سے آراستہ تھا، اللہ اور اس کے رسُول کی خوشنودی کے لئے جان ومال کے نذرانے پیش کرنے پر تیار تھے، وہ اللہ اور اس کے رسُول پر ایمان کی دولت سے مالا مال تھے، انہوں نے اپنے وعدے نبھائے ہر آن رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت ونصرت میں سرگرم رہے اور زندگی کی آخری سانس تک اپنے عہد و پیمان پورے کرتے رہے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

یہ مسلمانوں کے قائد اور اس کے جاں نثاروں کی سرفروشی کی داستان تھی حالانکہ اسی دور میں فارس و روم کے لشکریوں کو دورانِ جنگ زنجیروں سے باندھ دیا جاتا تھا تاکہ وہ فرار نہ ہو جائیں۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاکیزہ اور مجاہدانہ جذبات سے بہت خوش ہوئے۔ آپ انصار کے خیالات سے آگاہ ہوئے اور اپنے شہر (مَدینہ منورہ) سے باہر قریش سے جنگ کرنے پر ان کی آمادگی سے مسرور خاطر ہوئے، پھر ارشاد فرمایا" روانہ ہو جاؤ اور تمہیں خوش خبری ہو اللہ تعالیٰ نے مجھے دو گروہوں میں سے ایک گروہ پر غلبہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ بخدا گویا کہ میں قوم (قریش) کے مقتولوں کے گرنے کی جگہوں کو دیکھ رہا ہوں"۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین جھنڈے بنوائے، ہتھیار لگوائے، ورنہ مَدینہ منورہ سے یہ لشکر بغیر علم کے روانہ ہوا تھا، حضرت مصعب بن عمیر کو سفید علم عطا فرمایا اور حضرت علی بن ابی طالب اور حباب بن المنذر رضی اللہ عنہم کو سیاہ جھنڈے عطا فرمائے(۱)

پھر مسلمان وادیٔ ذفران سے بدر کی طرف روانہ ہوئے جب آپ صفراء کے پاس پہنچے جو دو پہاڑوں کے درمیان گاؤں ہے آپ نے دریافت فرمایا ان پہاڑوں کے نام کیا ہیں؟ آپ کو بتایا گیا ایک پہاڑ کا نام مسلح اور دوسرے کا مخرئی ہے اور یہاں بنو غفار کے دو قبیلے بنو النار اور بنو حراق آباد ہیں۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ راستہ چھوڑ دیا اور بائیں طرف ہٹ کر صفراء کی گھاٹی سے بدر کی طرف محوِ سفر رہے۔(۲)

---

(۱) سیرت ابن ھشام ص ۶۱۲ (۲) سیرت ابن ہشام ص ۶۱۴

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پہاڑوں اور قبیلوں کے برے ناموں کو ناپسند فرمایا، آپ اچھے ناموں کو پسند فرماتے تھے برے ناموں کو ناپسند فرماتے تھے اور بہت سے صحابہ کے دور جاہلیت میں رکھے گئے برے ناموں کو اچھے ناموں سے بدل دیا، آپ ایسے نام پسند فرماتے تھے جنہیں سن کر خوشی و مسرت کا احساس ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو اپنے بچوں کے اچھے اچھے نام رکھنے کا حکم فرمایا کرتے اور انہیں یہ تعلیم دیتے کہ بچوں کے اچھے نام رکھنا بچوں کا والدین پر حق ہے۔

بدر کے قریب "الدبہ" کے پاس آپ کے لشکر نے پڑاؤ کیا، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر یہاں سے دشمن کا کھوج لگانے اور میدان کارزار کا جائزہ لینے کے لئے روانہ ہوئے، اسی دوران آپ کی عرب کے ایک شیخ سفیان الضمری سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے شیخ سے قریش کے لشکر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں دریافت کیا کہ ان کے بارے میں کیا خبریں ہیں؟ شیخ بولا میں اس وقت تک تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا جب تک تم مجھے اپنے متعلق نہیں بتاؤ گے کہ تم کون ہو؟ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ہمیں قریش اور محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں بتادو گے ہم تمہیں اپنے متعلق بتادیں گے۔ شیخ بولا یہی بات ہے آپ نے فرمایا ہاں، شیخ نے بتایا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی فلاں دن مدینہ سے چلے ہیں اگر خبر دینے والے نے مجھے سچی خبر دی ہے تو وہ لوگ آج فلاں جگہ ہوں گے اس نے اسی جگہ کا نام لیا جہاں مسلمانوں کا لشکر ٹھہرا ہوا تھا، اور مجھے یہ خبر ملی ہے کہ قریش فلاں دن نکلے ہیں اگر بتانے والے نے سچ بتایا ہے تو وہ آج فلاں جگہ ہوں گے، اسی جگہ کا نام لیا جہاں قریش کے لشکر کا پڑاؤ تھا۔ شیخ اپنی بات مکمل کر چکا تو اس نے دریافت کیا اب بتاؤ تم کون ہو؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہم پانی میں سے ہیں" عراق کی سمت اشارہ فرمایا اور واپس چل دیئے، شیخ نے پوچھا عراق کے پانی سے؟، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سچ بتایا ہر انسان کی تخلیق پانی سے ہے شیخ اس پانی سے عراق کا پانی سمجھا۔ (۱)

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی طرف واپس تشریف لے آئے اور یہ یقینی خبر لائے کہ قریش جنگ کرنے اور اپنے اموال کی حفاظت کے لئے میدان میں آگئے ہیں۔ آپ اس غور و فکر میں رہے کہ امتّ مسلمہ کو اس جنگ کے لئے تیار کریں جس کا نتیجہ فتح و نصرت کی صورت میں برآمد ہوا، تو اسلام اس محدود

(۱) سیرت ابن ہشام۔ ص ۶۱۶۔

تنگ دائرے اور حصار سے باہر نکل آئے گا۔ جس کی خاطر انہوں نے اللہ کی محبوب ترین سر زمین مکہ مکرمہ سے ہجرت کی، اپنی جائے پیدائش اور آباؤاجداد کے ٹھکانے چھوڑے، اپنے کاروبار، مال و دولت اور گھر بار تج دیئے، بیت الحرام کعبہ جیسی جائے امن اور مرجع خلائق نعمت سے دست بردار ہوئے۔

یا پھر بغیر جنگ کئے مدینہ کے یہود، مشرکین اور منافقوں کے پاس واپس چلے جائیں جو ہر ساعت اپنے خبث باطن کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لئے مصائب و ادبار کے منتظر رہتے ہیں۔

مسلمانوں نے سفر جاری رکھا اور کثیب رملی (ریتیلے ٹیلے) کے شمال میں وادی بدر میں اترے، لشکر اسلام کے پڑاؤ اور بدر کے چشمے کے درمیان ایک منزل تھی، رات کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب، زبیر بن العوام، سعد بن ابی وقاص اور چند دیگر صحابہ کو جاسوسی کے مشن پر روانہ فرمایا، کہ وہ بدر کے چشمے تک جائیں اور دشمن کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ ان لوگوں نے وہاں قریش کے سقوں کو پانی لیتے پایا، بنو الحجاج کا غلام اسلم اور بنو العاص بن سعید کے غلام عریض کو انہوں نے گرفتار کر لیا اور ان کا تیسرا ساتھی بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

یہ حضرات انہیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور ان سے تفتیش شروع کی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول تھے انہوں نے بتایا کہ ہم قریش کے سقے ہیں ہم ان کے لئے پانی لینے آئے تھے۔ لوگوں کو یہ خبر اچھی نہ لگی ان کو قافلے کے سقوں سے دلچسپی تھی، چنانچہ انہیں مارا پیٹا گیا تو انہوں نے کہا ہم ابو سفیان کے سقے ہیں، لوگوں نے انہیں چھوڑ دیا۔ کئی بار ان سے مار پیٹ کر زبردستی یہ کہلوایا گیا کہ وہ قریش کے لشکر کے سقے نہیں، ابو سفیان کے قافلے کے سقے ہیں، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے اور آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا "جب وہ تم کو سچی بات بتاتے ہیں تم انہیں زدو کوب کرنے لگتے ہو اور جب وہ تمہارے سامنے جھوٹ بولتے ہیں تم انہیں چھوڑ دیتے ہو، یہ سچ کہہ رہے ہیں کہ قریش ہی کے سقے ہیں"۔ (۱)

پھر آپ نے ان سے قریش کے متعلق دریافت فرمایا، سقوں نے بتایا کہ قریش کا لشکر "العدوۃ القصویٰ" سے نظر آنے والے ٹیلے کے پیچھے اترا ہوا ہے، آپ نے پوچھا کتنے لوگ ہیں؟ وہ بولے بہت ہیں اور خاصہ اسلحہ رکھتے ہیں، آپ نے فرمایا ان کی تعداد کتنی ہے؟ بولے ہمیں تعداد معلوم نہیں، آپ نے فرمایا وہ لوگ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟ سقوں نے بتایا کسی دن نو اور کسی دن دس اونٹ ذبح کرتے ہیں۔

---

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۶۱۷۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "وہ لوگ نو سو اور ہزار کے درمیان ہیں۔" کیونکہ ایک اونٹ سو افراد کے لئے کافی ہوتا ہے، پھر آپ نے قریش کے سرداروں کے متعلق دریافت فرمایا کہ ان میں سے کون کون آیا ہے۔

انہوں نے بتایا عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالبختری بن ہشام، امیہ بن خلف، نبیہ بن الحجاج، منبہ بن الحجاج، حکیم بن حزام، نوفل بن خویلد، حارث بن عامر بن نوفل، طعیمہ بن عدی بن نوفل، نضر بن الحارث، زمعہ بن الاسود، ابوجہل بن ھشام، سہیل بن عمرو اور عمرو بن عبدود۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا "مکہ نے اپنے جگر پارے تمہارے سامنے ڈال دیئے ہیں"۔(۱)

جو سقہ مسلمانوں کی گرفت میں نہیں آیا تھا وہ بھاگ کر قریش کے پاس پہنچا اور انہیں مسلمانوں کے بدر میں پہنچ جانے کی خبر دی اور کہا اے آلِ غالب! یہ ابن ابی کبشہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھی آگئے اور انہوں نے تمہارے سقوں کو پکڑ لیا ہے۔ اہلِ لشکر نے یہ خبر بڑی ناگواری سے سنی اور پھر کھانے میں مصروف ہو گئے۔

قریش اور ان کے حلیف بدر کے چشمے کے قریب "العدوۃ القصویٰ" کے پاس اترے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان چشمے سے دور تھے، درمیان میں ایک پڑاؤ کا فاصلہ تھا، مسلمان پیاسے ہوئے انہیں سخت تنگی ہوئی، بعض مسلمانوں کو نہانے کی ضرورت پیش آگئی لیکن پانی ندارد، شیطان نے ان کے دلوں میں یہ وسوسہ اندازی شروع کردی "تم اپنے آپ کو اللہ کے دوست اور حق والے سمجھتے ہو، مشرکوں نے پانی پر قبضہ کر لیا ہے، تم پیاسے ہو، نہائے بغیر نمازیں پڑھ رہے ہو، تمہارے دشمن تمہارے پیاس سے مرنے کے منتظر ہیں، وہ تمہیں نڈھال کرنا چاہتے ہیں تاکہ پھر وہ تمہارے ساتھ من مانا سلوک کریں" مسلمان سخت غمگین ہوئے جس وادی میں مسلمان اترے ہوئے تھے وہ نرم اور ریتلی تھی، چلتے ہوئے قدم دھنستے تھے، اللہ تعالیٰ نے بادل بھیجے خوب بارش ہوئی گرد و غبار بیٹھ گیا، زمین سخت ہو گئی، پانی نے انہیں پاک صاف کر دیا اور شیطانی وسوسے ختم ہو گئے، انہوں نے خوب سیر ہو ہو کر پانی پیا، جس کو غسل کی حاجت تھی اس نے غسل کیا اور جس کو وضو کی ضرورت تھی اس نے وضو کر لیا، پانی کے مشکیزے بھر لیئے گئے۔ دل خوش ہو گئے، زمین کے سخت ہو جانے کی وجہ سے

---

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۶۱۷۔

ان کے لئے نقل و حرکت آسان ہو گئی، اہل ایمان کے قلوب واذہان اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید سے پُر سکون اور مطمئن ہو گئے۔ اس بارانِ رحمت نے قریش کے پڑاؤ میں سخت پھسلن کر دی، ان کے لئے بدر کے پانی تک پہنچنے کے راستے مسدود کر دیئے۔ یہ بارش اہلِ ایمان کے لئے قوت و نعمت اور کفار کے لئے باعثِ عذاب و مصیبت ثابت ہوئی، ارشاد ربانی ہے۔

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَ	جب اُس نے (تمہاری) تسکین کیلئے اپنی طرف سے تمہیں نیند
يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ	(کی چادر) اُڑھادی اور تم پر آسمان سے پانی برسا دیا تاکہ تم
بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَ	کو اس سے (نہلا کر) پاک کر دے اور شیطانی نجاست کو تم سے
لِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ	دُور کر دے اور اس لئے بھی کہ تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے
الْاَقْدَامَ ⑪	اور اس سے تمہارے پاؤں جمائے رکھے ⑪

(سورۃ الانفال۔ آیت :۱۱)

یہ بات شبہ سے بالاتر ہے کہ اس رات کی بارش مسلمانوں کے لشکر کے لئے باعثِ نعمت اور مشرکوں کے لشکر کے لئے رنج و مصیبت کا سامان تھی خود میں نے اپنے بھائیوں اور بدر کے فوٹو گرافروں کے ایک گروپ کے ساتھ بدر میں مشرکوں کے لشکر کے پڑاؤ کا مشاہدہ کیا، ہم بدر کو جدہ سے ملانے والے پرانے راستہ کے ذریعہ راستہ کے داہنی جانب واقع پہاڑ پر چڑھے اور مشرکوں کی لشکر گاہ کا نظارہ کیا۔ یہاں عطیہ الصبحی نامی ایک صاحب رہائش پذیر ہیں۔ ہم نے اس جگہ کھجور کے درختوں کا جھنڈ دیکھا جو اس بات کی علامت تھی کہ یہاں کی زمین چکنی زرعی زمین ہے۔ جب اس پر بارش ہوئی ہو گی کیچڑ ہو گیا ہو گا۔ مشرکین اور ان کی سواریاں یہاں پھسلتی رہی ہوں گی، آج بھی اس زمین کا مشاہدہ کرنے سے مشرکوں کی اس بارش والی رات کی مشکلات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ قارئین کرام تصویر میں اسے دیکھ سکتے ہیں۔ یہ جگہ تصویر کے آخر میں "العدوۃ القصویٰ" کے درمیان واقع ہے۔ اس کے سامنے "العقنقل" کا ریتیلا ٹیلا ہے۔ اور دوسری جانب میدان جنگ ہے جہاں صبح کو معرکہ آرائی ہوئی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے بدر میں دیکھا ہم میں سے ہر شخص سو رہا تھا صرف رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاگ رہے تھے آپ ایک درخت کے نیچے صبح تک نماز میں مشغول رہے اور مسلسل یہ التجا کرتے رہے "بار الٰہا! اگر تو نے اس گروہ (مسلمانوں) کو ہلاک کر دیا تو پھر تیری عبادت نہیں کی جائے گی"
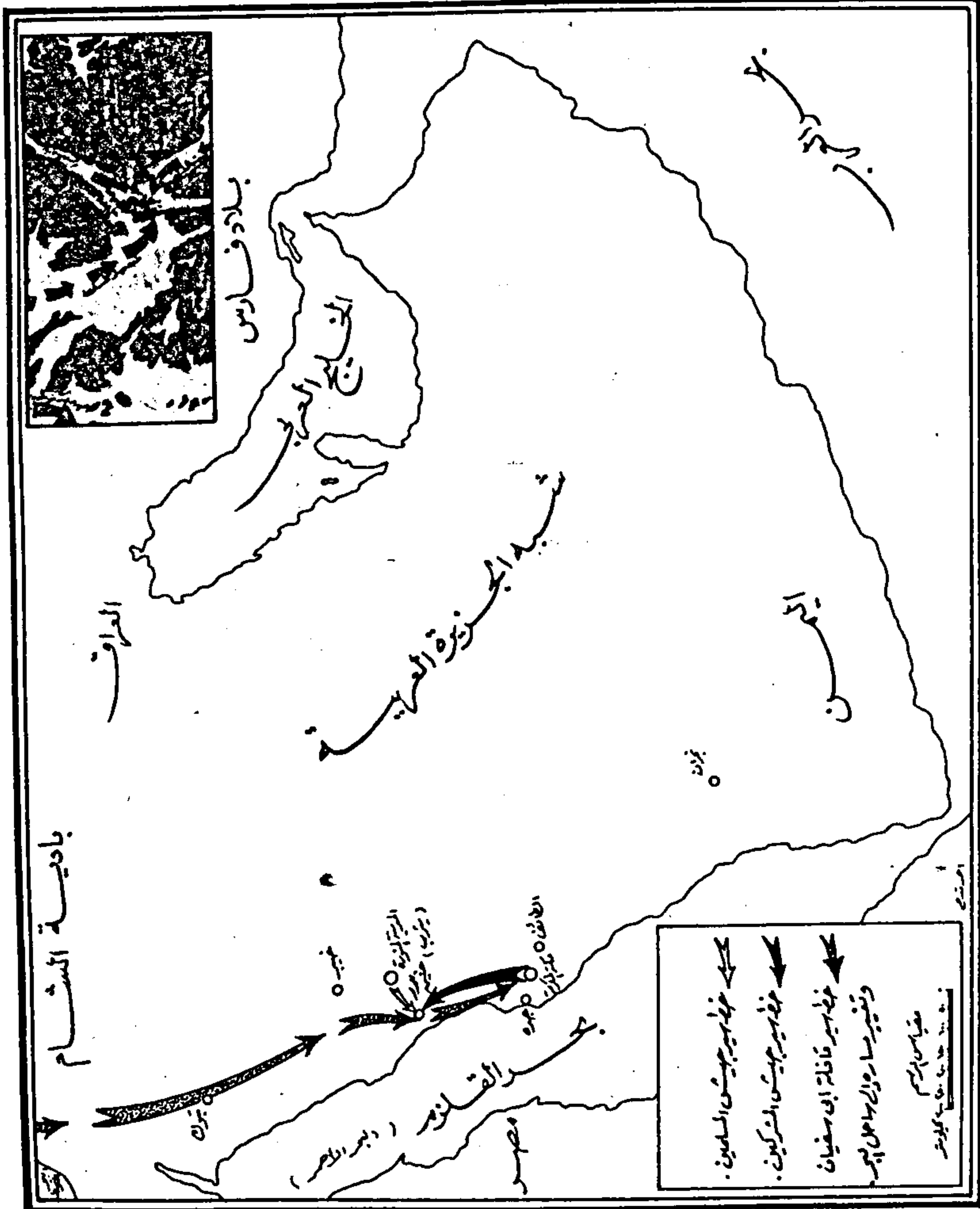
لشکر اسلام، لشکر کفار اور ابو سفیان کے قافلے کے راستے کا نقشہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما بیان کرتے ہیں بدر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی۔
"اے اللہ! میں تجھے میرے عہد اور وعدہ کا واسطہ دیتا ہوں، اے اللہ! اگر تو اسے پورا نہیں فرمائے گا تو پھر تیری عبادت نہیں ہوگی"

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر عرض کیا یا رسُول اللہ! آپ نے بہت التجائیں کر لی ہیں یہ کافی ہے۔ پھر آپ یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے نکلے "سیھزم الجمع و یولون الدبر" "عنقریب یہ جماعت پسپا ہوگی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے"

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ فوراً روانہ ہوں اور مشرکوں سے پہلے بدر کے پانی پر پہنچ جائیں۔ مشرکوں سے پہلے بدر کے پانی پر کنٹرول حاصل کر لینا مسلمانوں کا پہلا فوجی اقدام تھا، اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قائدانہ فہم و فراست اور بروقت جنگی چالوں کی بے مثال صلاحیت عیاں ہوتی ہے، آپ نے اس طرح بدر کے میدان میں مشرکوں کی کثیر تعداد، ان کے جانوروں، غلاموں اور لونڈیوں کو پانی کے حصول کے لئے اسلامی لشکر کا محتاج کر دیا، قریش پر اس کا برا اثر پڑا اور وہ نیم دلی سے جنگ میں شریک ہوئے، جونہی فجر طلوع ہوئی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو آواز دی انہیں نماز فجر پڑھائی اور راہِ خدا میں جہاد کی ترغیب دی۔ پھر آپ نے دوسری مرتبہ مجلس مشاورت منعقد کی اور لوگوں سے اس پڑاؤ کے بارے میں مشورہ طلب کیا "آپ "العدوۃ الدنیا" کے قریب بدر کے اس پہلے پانی پر فروکش ہوئے جو مدینہ طیبہ کی سمت واقع ہے، بدر کے باقی کنوئیں آپ کے اور قریش کے درمیان تھے، بنو سلمہ بن الخزرج سے تعلق رکھنے والے صاحبِ بصیرت اور جنگی امور کے ماہر جلیل القدر صحابی حباب بن منذر بن الجموح رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر عرض کی یا رسُول اللہ ! کیا یہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو خیمہ زن ہونے کا حکم دیا ہے اور ہم اس سے آگے جاسکتے ہیں نہ اس سے پیچھے رہ سکتے ہیں یا یہ آپ کی رائے اور جنگی چال ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ رائے اور جنگی چال ہے، حضرت حباب نے درخواست کی یا رسُول اللہ! پھر یہ جگہ قیام کے لئے مناسب نہیں، آپ لوگوں کے ساتھ آگے چلیں تاکہ ہم قریش کے قریب ترین کنوئیں پر پڑاؤ کریں، وادی کے سارے کنوئیں ہمارے پیچھے ہوں، پھر ہم سارے کنوئیں بند کر دیں صرف ایک کنواں باقی رہنے دیں اور وہاں حوض بنا کر اسے پانی سے بھر دیں، دورانِ جنگ ہم سیراب ہوتے رہیں گے اور ان کے پاس پانی نہیں ہوگا، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم نے اچھی رائے دی ہے"
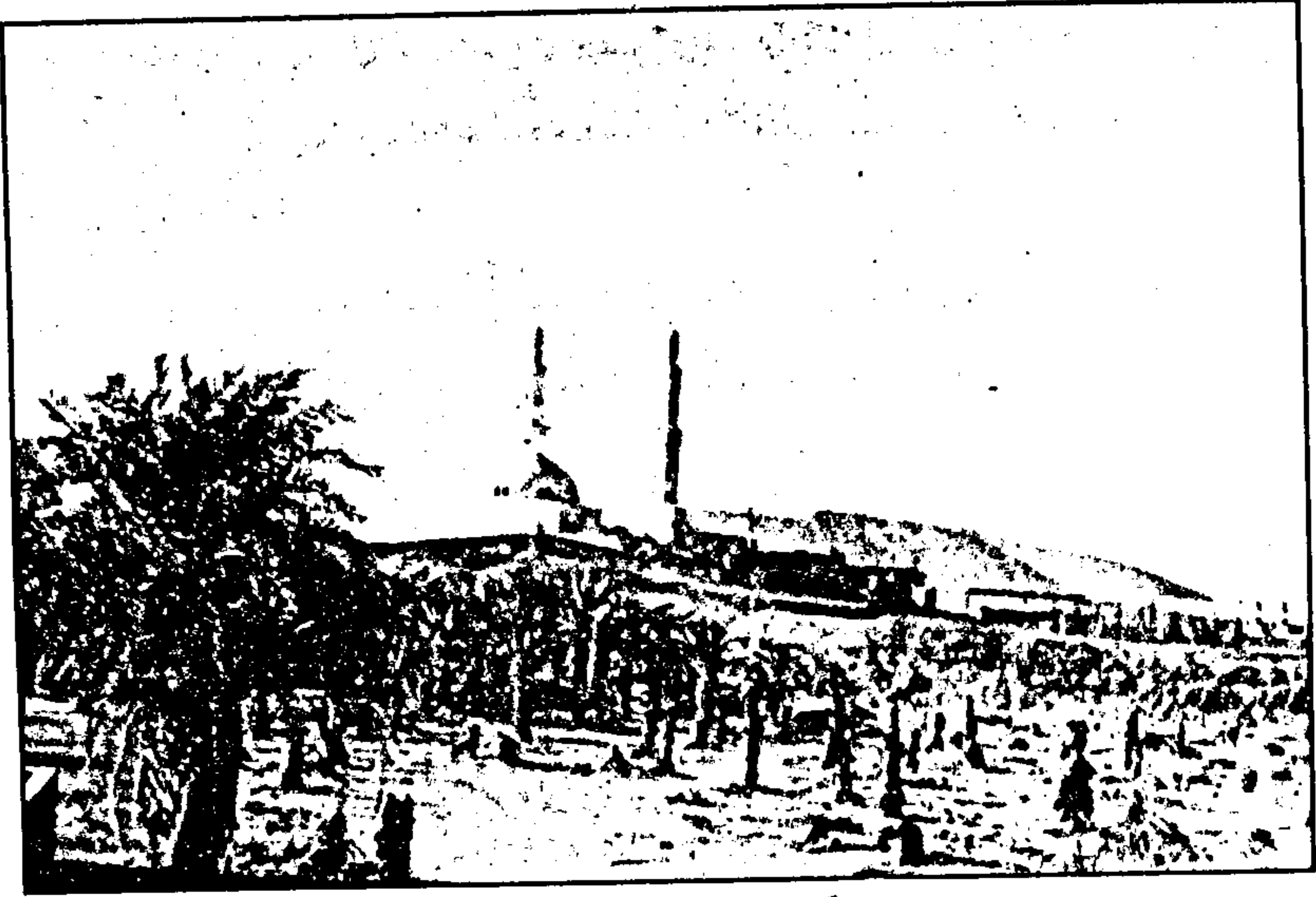
مسجد عریش: سامنے کھجوروں کا باغ قریب ہی لشکر قریش کا پڑاؤ تھا
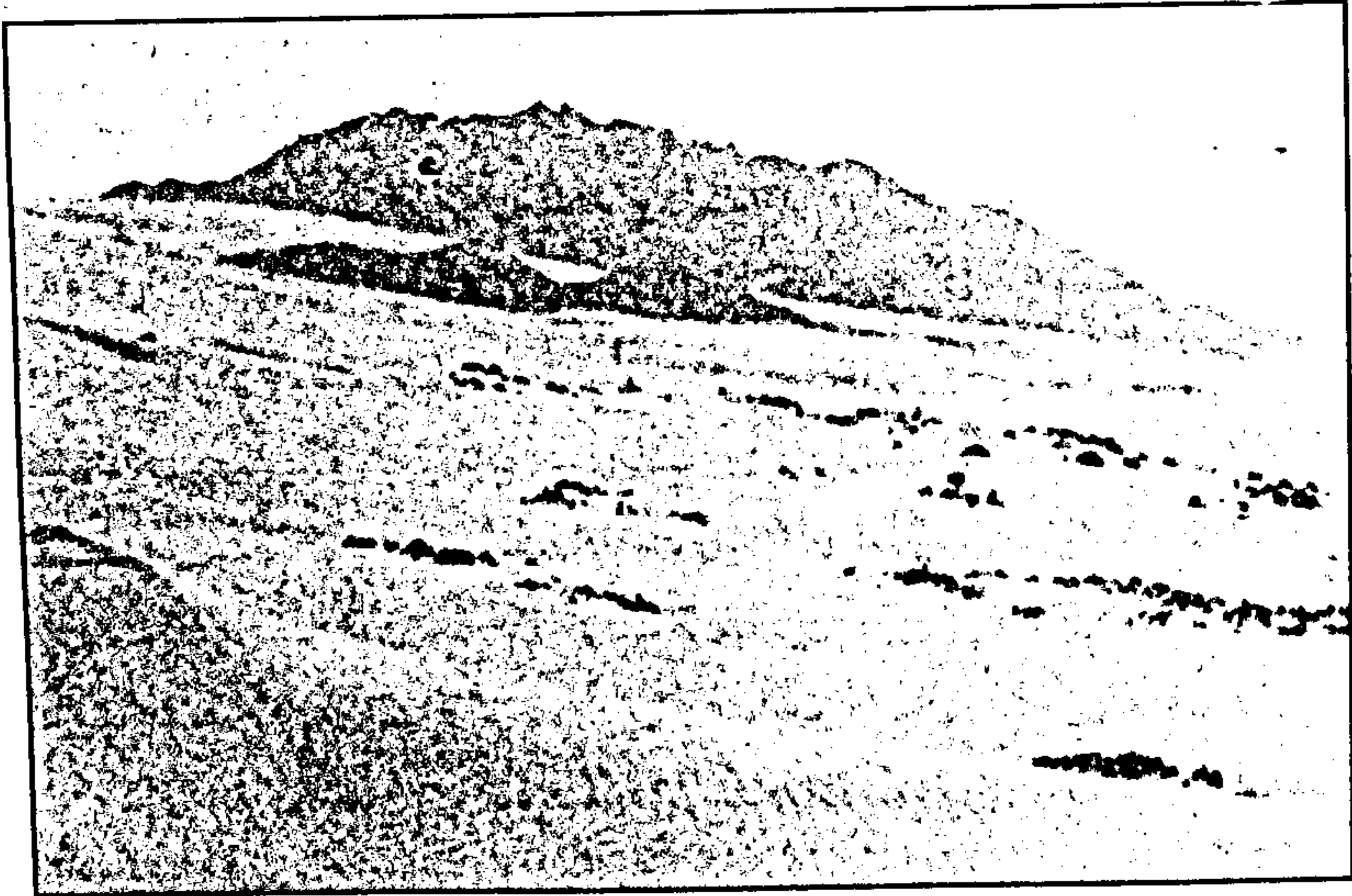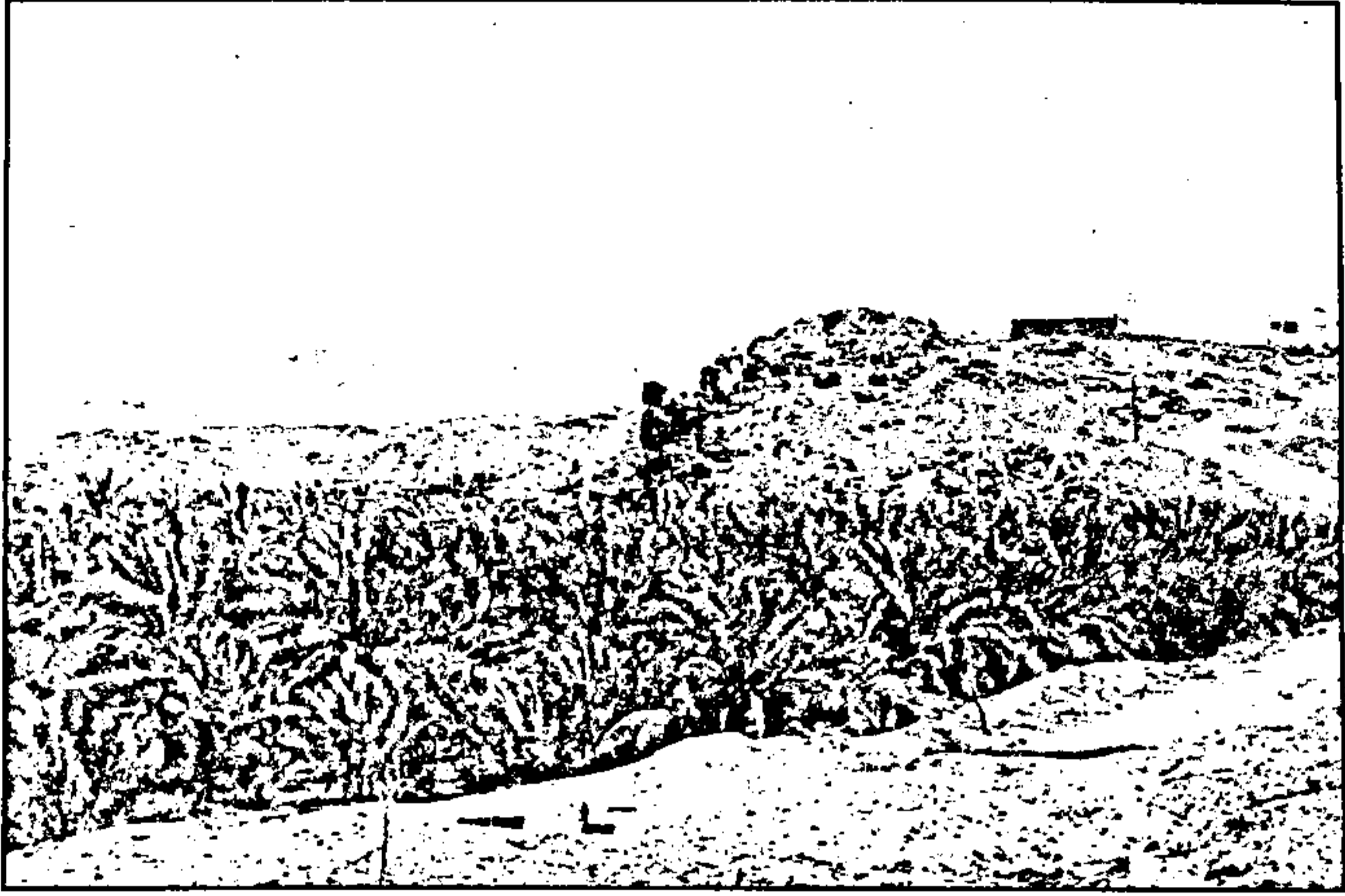
جبل عقنقل مشرکین کی قیام گاہ
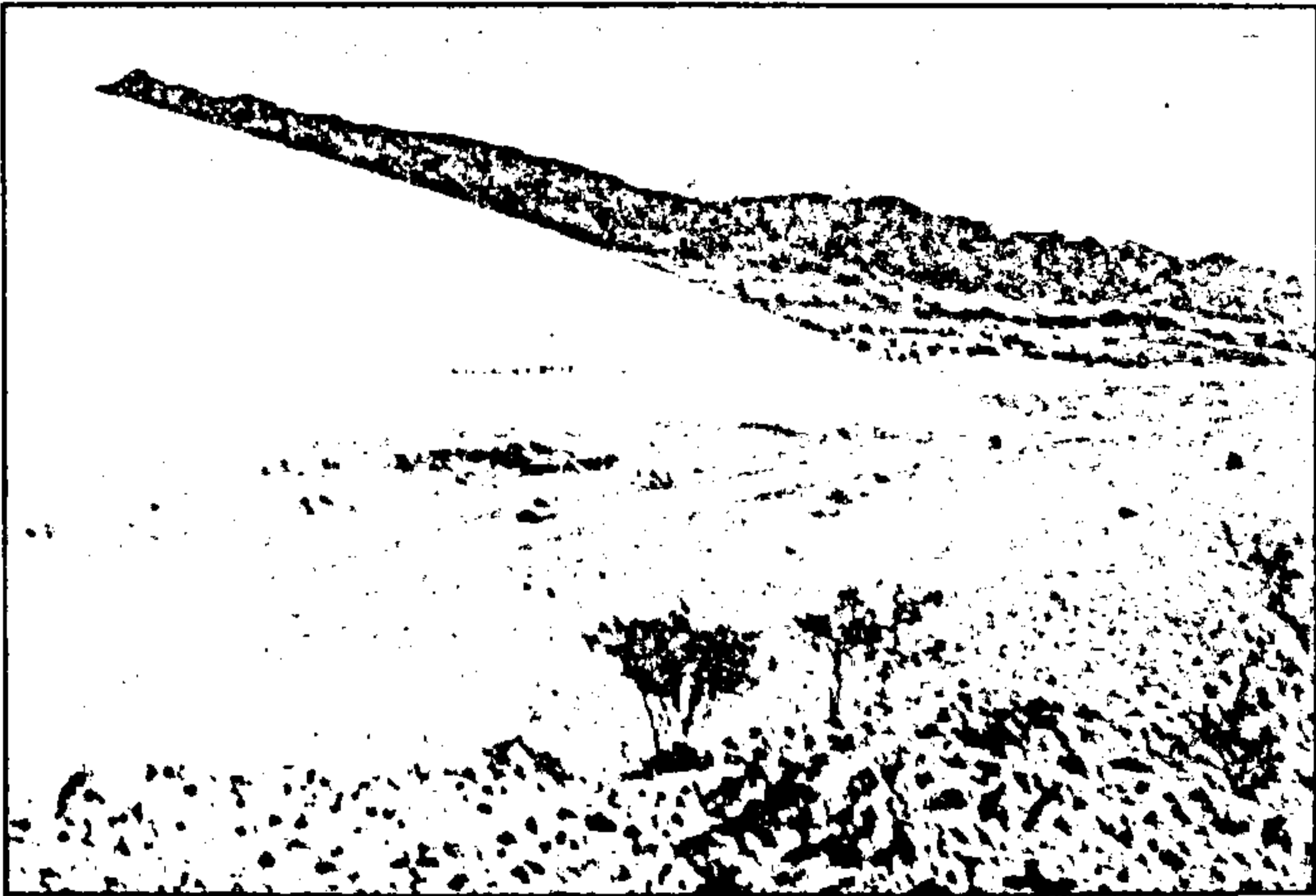
العدوۃ القصویٰ جبل عقنقل اس کے دائیں جانب کثیف الحنان ہے نبی ﷺ اسی راستے سے تشریف لائے تھے

لشکر اسلام اور لشکر قریش کے آمد کے راستوں کا نقشہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ وہاں سے چل پڑے اور دشمن کے قریب ترین کنوئیں کے پاس اترے، پھر آپ نے ان کنوؤں کو پاٹنے کا حکم دیا، جو مسلمانوں کے عقب میں تھے انہیں پاٹ دیا گیا یا انہیں گہرا کر دیا گیا تاکہ دشمن کی ان کے پانی تک رسائی ممکن نہ رہے، قریب ترین کنوئیں کو پانی سے بھر دیا گیا اور سارا پانی وہیں جمع کر لیا گیا۔(۱)

سیرت کی بعض کتب میں مذکور ہے کہ مسلمان اس کنوئیں پر نصف شب میں اترے، وہاں حوض بنایا صبح سے پہلے اسے بھر دیا اور اس میں پانی لینے کے برتن ڈال دیئے۔

یہاں پہنچنے کے بعد حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اور تجویز پیش کی، یارسول اللہ! کیا ہم آپ کے لئے ایک عریش (چھپر) نہ بنادیں۔ آپ دورانِ جنگ وہاں قیام فرمائیں اور آپ کی سواری کے اونٹ وہاں موجود رہیں پھر ہم دشمن سے نبرد آزما ہوں، اگر اللہ تعالیٰ ہمیں عزت وفتح سے سرفراز فرمائے تو پھر ہمیں اپنی محبوب مراد مل گئی ورنہ دوسری صورت میں آپ سوار ہو کر مدینہ طیبہ میں ہماری قوم کے باقی ماندہ افراد کے پاس تشریف لے جائیں جو ہم سے زیادہ آپ سے محبت کرتے ہیں، اگر انہیں علم ہوتا کہ آپ کو جنگ سے واسطہ پڑے گا تو وہ آپ کے ہمراہ ہوتے پیچھے نہ رہتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ آپ کا دفاع فرمائے گا وہ آپ کی خیر خواہی کریں گے اور آپ کے ساتھ جہاد کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد کے جذبات کی تحسین فرمائی اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عریش تیار کر دیا گیا۔(۲)

شرک اور مشرکین سے پہلی جنگ ہی میں مسلمانوں نے قائد اور سالار لشکر کی اہمیت کو خوب سمجھ لیا، انہیں معلوم ہو گیا کہ دورانِ معرکہ سپہ سالار کی کیا اہمیت ہوتی ہے۔ ضروری ہدایات کی ترسیل، مختلف دستوں میں باہم نظم وربط اور جنگ میں ہر آن بدلتی صورت حال کا گہرا مشاہدہ سالار لشکر کی ذمہ داری ہوتی ہے، اس سے لشکر کے جوہر کھلتے ہیں بصورت دیگر سالار اور قائد کی عدم موجودگی میدان جنگ میں لشکر کو کئی طرح کی پیچیدگیوں اور نامناسب انجام سے دوچار کر سکتی ہے۔ مسلمانوں نے اسی حکمت کے پیش نظر ایک بلند جگہ پر آپ کے لئے عریش تیار کیا تاکہ پورے میدان کا نقشہ آپ کے سامنے رہے اور آپ لحہ بہ لحہ بدلتی ہوئی صورتِ حال کا مشاہدہ فرماتے رہیں اور فوری ہدایات سے نوازتے رہیں۔ اس کے ساتھ انہوں نے آپ کی حفاظت کا بھی

---

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۶۲۰۔ (۲) سیرت ابن ھشام ص ۶۲۰

خاطر خواہ انتظام کر دیا تاکہ دشمن کے ناپاک ہاتھ اور قدم آپ تک نہ پہنچنے پائیں۔ بایں ہمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے حوصلے بڑھانے کے لئے خود میدان میں تشریف لائے، مجاہدین کی صف بندی کی بلکہ دشمن کو مار بھگانے میں ان کا پورا پورا ساتھ دیا۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عریش کی جگہ اب خوبصورت مسجد بنا دی گئی ہے۔ جیسا کہ ہم قبل ازیں ذکر کر چکے ہیں یہاں سے میدان جنگ صاف نظر آتا ہے۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ سے بدر کے لئے روانہ ہوئے، آپ مدینہ سے چل کر عقیق پہنچے پھر وہاں کے پہاڑی راستہ سے ذی الحلیفہ پہنچے پھر وہاں سے ذات الجیش اور تربان سے غمیس الحمام میں پہنچے، پھر یمام کی پتھریلی زمین سے گذر کر سیالہ پہنچے، وہاں سے فج الروحاء آئے پھر شنوکہ کے راستے عرق الظبیہ سے ہوتے ہوئے روحاء میں پہنچے یہاں آپ نے سجسج نامی کنوئیں پر قیام فرمایا۔ (اسے بیر الروحاء کہا جاتا ہے)

یہاں سے آپ مکہ کی طرف جانے والے راستہ کو بائیں جانب چھوڑ کر نازیہ سے ہوتے ہوئے رحقان پہنچے (یہ جگہ نازیہ اور صفراء کی گھاٹی کے درمیان واقع ہے) پھر آپ صفراء کی گھاٹی سے گذرے، آپ نے صفراء کے دو پہاڑوں اور وادی صفراء کو بائیں طرف چھوڑا اور وادی ذفران کو عبور کر کے قیام فرمایا۔

یہاں آپ کو قریش کے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے نکلنے کی خبر ملی، آپ نے لوگوں کو یہ خبر سنائی اور ان سے مشورہ طلب فرمایا۔ مہاجرین صحابہ کے اظہار خیال کے بعد حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی اور آپ کو خوش کر دیا۔ آپ نے لوگوں کو یہ بھی خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے دو میں سے ایک گروہ پر غلبہ عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

ذفران سے آپ اصافر کے ریتیلے ٹیلوں پر سے گذرے اور "الحنان" کو جو ایک زبردست ٹیلہ ہے دائیں طرف چھوڑ کر بدر کے قریب نزول اجلال فرمایا۔
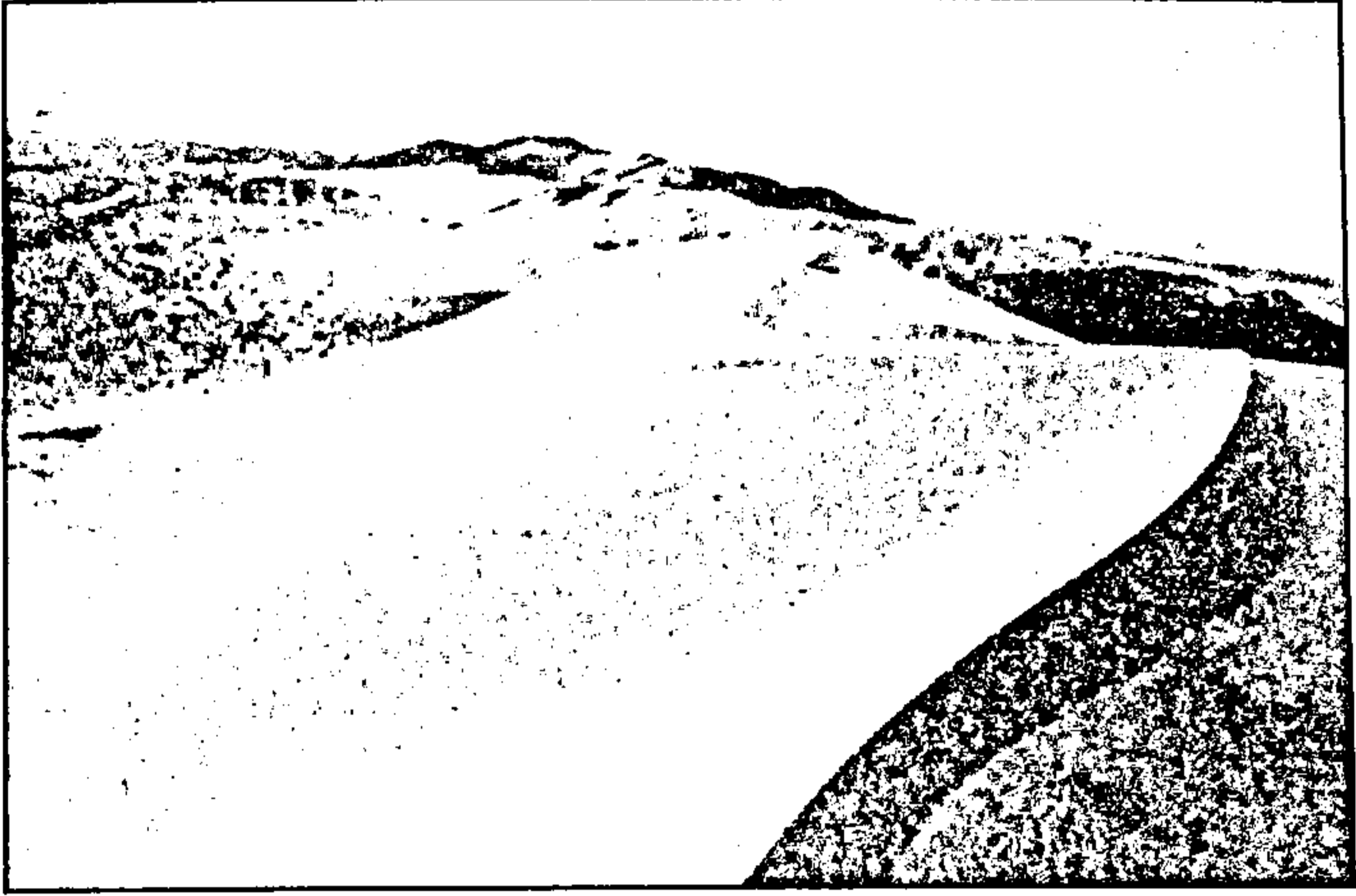
کثیب الحنان کا فضائی منظر

واپسی کا راستہ :

مسلمان بدر سے واپس ہوئے جب وادی الصفراء میں پہنچے یہاں مال غنیمت کی تقسیم عمل میں آئی، اور نضر بن الحارث کی گردن اڑادی گئی۔ لشکر نے وہاں سے روانہ ہو کر "عرق الظبیہ" میں پڑاؤ کیا۔ یہاں عقبہ بن ابی معیط کا سر قلم کیا گیا۔ یہاں سے روانہ ہو کر مسلمان منازل طے کرتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے۔
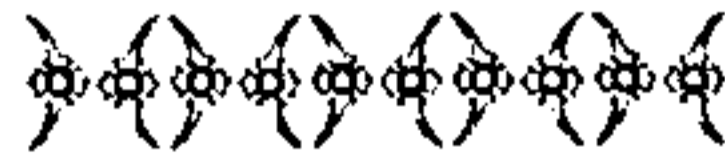
ابو سفیان اور قافلہ

غزوۃ العشیرہ میں ابو سفیان اور ان کا قافلہ مسلمانوں کی گرفت سے نکل گیا، شام کی سمت جانے والا یہ تجارتی قافلہ غزہ پہنچ گیا، وہاں کے بازار میں ان لوگوں نے خرید و فروخت کی، کئی دن تک یہ قافلہ وہاں ٹھہرا رہا، یہ لوگ مختلف اشیائے تجارت کا لین دین کرتے رہے، واپسی کے لئے ساز و سامان منتخب کرتے رہے، جب اپنے اونٹوں کو بکثرت اموال تجارت، تحائف اور عمدہ عمدہ اشیاء سے لاد چکے تو ان لوگوں نے واپسی کا ارادہ کیا، یہ قافلہ بہت سامالِ تجارت لے کر واپس ہو رہا تھا۔ کیونکہ گذشتہ ایک سال سے قریش مسلمانوں کے خوف سے شام کی طرف تجارتی قافلہ نہیں بھیج سکے تھے۔ اب انہوں نے موقع سے فائدہ اٹھانے کی ٹھانی اور بھاری مقدار میں اشیائے خورد و نوش اور دیگر اشیاء بار کر لیں۔ غزہ سے جب یہ قافلہ روانہ ہوا تو اس پر پچاس ہزار اشرفی سے زیادہ کا مال لدا ہوا تھا۔ راستہ میں بنو جذام کے ایک شخص نے اہل قافلہ کو اطلاع دی کہ جب تمہارا قافلہ شام کی جانب رواں تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے قافلے کا تعاقب کیا تھا لیکن تم چند دن پہلے ان کی گرفت سے نکل چکے تھے، اب وہ لوگ قافلے کی واپسی کے منتظر ہیں اور اب اس قدر سامان کی وجہ سے انہوں نے اپنی کوششیں دو چند کر دی ہیں۔ کیونکہ اب یہ قافلہ پہلے کی نسبت کہیں زیادہ لدا پھندا ہے۔

ابو سفیان یہ خبر سنتے ہی چوکنے ہو گئے اور ہر ممکنہ ذریعہ سے مسلمانوں کی نقل و حرکت کے متعلق خبریں حاصل کرنے لگے۔ دورانِ سفر جو بھی مسافر ملتا اس سے گن سُن لیتے تاکہ کہیں بے خبری میں مسلمانوں کے ہتھے نہ چڑھ جائیں۔ جب قافلہ حجاز کے قریب پہنچا تو بعض مسافروں نے بتایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے اصحاب تمہارے قافلے کی تلاش میں نکل چکے ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی ان کے اوسان خطا ہو گئے اور قافلے کی بخیریت مکہ تک رسائی کے لئے انہوں نے ہر احتیاطی تدبیر اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اہلِ قافلہ نے قافلہ کی شام تک رہنمائی کے لئے بنو غفار کے ضمضم کو بیس مثقال سونا بطور اجرت دینا طے کیا تھا۔ جناب ابو سفیان کو جب یہ خبر ملی کہ مسلمان قافلے پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے ضمضم غفاری کو پہلے سے بھی زیادہ اہم اور حساس ذمہ داری کے لئے منتخب کیا اور اسے کہا کہ وہ اڑ کے مکہ پہنچے اور اہلِ مکہ

کو اپنے قافلے کی حفاظت اور دفاع کے لئے فوراً نکلنے کو کہے اور ہر وہ مروجہ طریقہ کام میں لائے جس سے ان کی آتش انتقام بھڑک اٹھے تاکہ وہ ہر ممکن تیزی اور تیاری سے مسلمانوں کے پہنچنے سے پہلے قافلے کی حفاظت کے لئے پہنچ جائیں۔

ضمضم غفاری تیزی سے منازل سفر طے کرتا اس حال میں مکہ پہنچا کہ اس نے اہل عرب کے دستور کے مطابق اپنے اونٹ کے ناک اور کان کاٹ لئے تھے، پالان کو الٹا کر دیا تھا، اپنی قمیص کو آگے اور پیچھے سے پھاڑ لیا تھا اور اونٹ پر کھڑا ہو کر چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا اے گروہ قریش! اپنے قافلے کو بچاؤ، تمہارا قافلہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کی گرفت میں آنے والا ہے۔ مجھے نہیں معلوم تم اسے بچا پاؤ گے یا نہیں، فریاد، فریاد۔(۱)

قریش کو لشکر جمع کرنے میں زحمت کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ ہزار اونٹوں پر مشتمل شام کے اس تجارتی قافلہ میں مکہ کے تقریباً ہر گھرانے کا مال تجارت موجود تھا، اور اس کی نگہبانی اور حفاظت کے لئے صرف تیس یا چالیس افراد ساتھ تھے۔

ابو سفیان قافلے اور اپنے ساتھیوں سمیت مسلمانوں کی نقل و حرکت کی خبریں لیتے ہوئے بدر کے چشمے تک پہنچ گئے۔ راستہ میں حوران کے قریب انہیں کشد نامی جہینہ کا ایک شیخ ملا، انہوں نے اس سے پوچھا کہ تم نے یہاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کسی جاسوس کو تو نہیں دیکھا؟ شیخ نے اس سوال پر حیرت کا اظہار کیا کیونکہ مدینہ طیبہ اور حوران کے درمیان اچھا خاصا فاصلہ تھا۔ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں جاسوس اسی کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے) بدر کے قریب ابو سفیان کی مجدی بن عمرو سے ملاقات ہوئی۔ (مجدی قریش اور مسلمانوں دونوں کا حلیف تھا) ابو سفیان نے مجدی سے پوچھا تم نے یہاں کسی اجنبی کو دیکھا ہے؟ یا کوئی غیر معمولی بات نوٹ کی ہے؟ مجدی نے جواب دیا میں نے یہاں کسی اجنبی کو نہیں دیکھا، تمہارے اور یثرب کے درمیان کوئی دشمن بھی نہیں ہے۔ اور ایسا ہوتا بھی تو ہماری موجودگی میں تمہیں فکر کی ضرورت نہ تھی میں تمہیں مطلع کر دیتا البتہ میں نے یہاں دو سواروں کو دیکھا تھا انہوں نے بدر کے پانی کی دوسری طرف اپنے اونٹ بٹھائے یہاں سے پانی کے مشکیزے بھرے اور چل دیئے، مجدی نے اس سمت اشارہ کیا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادہ دو جاسوسوں عدی بن ابی الرغباء اور بسبس بن عمرو رضی اللہ عنہما نے اپنے اونٹ بٹھائے تھے۔ یہ

---

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۶۰۹۔

حضرات قافلے کی ٹوہ لینے آئے تھے اور انہوں نے چشمے پر موجود ان دو لونڈیوں کی گفتگو سن لی تھی جن میں سے ایک دوسری سے اپنے قرض کی واپسی کا تقاضہ کر رہی تھی اور مقروض لونڈی نے اس سے یہ کہہ کر ایک دن کی مہلت طلب کی تھی کہ کل قریش کا قافلہ یہاں آئے گا اور میں ان کے ہاں کام کر کے تیرا قرضہ لوٹا دوں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انٹیلی جینس کے ان افراد نے یہ خبر فوراً رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچادی۔

ابو سفیان اس جگہ آیا جہاں اونٹ بٹھائے گئے تھے۔ اس نے اونٹوں کی لید اٹھائی اسے توڑ کر مسلا تو اندر سے کھجور کی گٹھلیاں نکلیں، اس نے کہا یہ تو یثرب کے اونٹوں کا چارہ ہے۔ (بدویوں کے اونٹ چارے پر گذارا کرتے تھے جبکہ مدینہ کے لوگ اپنے اونٹوں کو چارے کے ساتھ کھجوروں کی گٹھلیاں نرم کر کے کھلایا کرتے تھے) ابو سفیان ممکنہ تیزی سے واپس پلٹا اور اس نے قافلہ کا رخ بحر احمر کے ساحل کی طرف موڑ دیا۔ بدر کو بائیں جانب چھوڑ دیا اور تیزی سے قافلے کو مکہ کی طرف بھگا لے گیا۔ اس تدبیر سے اس نے قافلہ کو مسلمانوں کی دست برد سے محفوظ کر لیا۔ (۱)

---

(۱) بدر کے سفر کے دوران جب ہم بدر کے قریب ریت کے بہت بڑے ٹیلے "الحنان" پر پہنچے تو ہم نے ریت کی حرکت کے وقت اس سے رونے جیسی آواز سنی، چند نوجوان ٹیلے کے بالکل اوپر پہنچ گئے اور انہوں نے ریت کو حرکت دی تو ہم سب نے واضح طور پر یہ آواز سنی۔ ہمارے ساتھ بدر کے کئی معزز باشندے بھی موجود تھے۔ انہوں نے بتایا ریت کی حرکت کے وقت ایسی آوازیں ان کے لئے نامانوس نہیں ہیں۔ میں نے یہاں یہ بھی دیکھا کہ "الحنان" اور "جبل اصفر" کے درمیان ایک راستہ مغرب کی سمت بحر احمر کے ساحل کی طرف جا رہا ہے۔ اسے "الملص" کہتے ہیں اسی راستہ سے ابو سفیان قافلہ کو ساحل کی طرف لے کر بھاگا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسی راستہ سے فرشتے بدر میں آئے تھے۔

جب ابو سفیان کو معلوم ہوا قریش قافلے کی حفاظت کے لئے نکل چکے ہیں اور وہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے اصحاب سے جنگ کرنے پر آمادہ ہیں تو اس نے قافلے کے ایک ساتھی قیس بن امرؤ القیس کو قریش کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا۔ تم اپنے قافلے، افراد اور سامان کی حفاظت کے لئے نکلے تھے اللہ نے اسے بچا لیا ہے لہٰذا تم واپس آجاؤ، لیکن انہوں نے مشیت الٰہی کے مطابق اپنے کان بہرے کر لئے اور اپنے سر جھکا لئے کسی نصیحت پر کان نہ دھرے اور اپنے اپنے مقتل کی طرف رواں دواں رہے، تاکہ اللہ تعالیٰ حق کو غلبہ عطا فرمائے باطل کو سرنگوں فرمادے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔

شرک کے سرغنوں کی اپنے مقتل کی طرف روانگی

ہم نے ضمضم غفاری کو مکہ میں چیختے ہوئے چھوڑا وہ قریش کے پاس اپنے مال تجارت کی حفاظت کے لئے فریادیں کر رہا تھا، قریش فوری طور پر اس غیر متوقع صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاریوں میں مصروف ہو گئے، ضمضم کی آمد سے چند روز پہلے انہیں کسی افتاد میں مبتلا ہونے کی خبر مل چکی تھی، یہ خبر جناب عبدالمطلب کی صاحبزادی محترمہ عاتکہ کے خواب کی صورت میں انہیں ملی تھی، عاتکہ کے اس خبر کو چھپانے کی بہت کوشش کی مگر یہ خبر ہر طرف پھیل گئی۔

"محترمہ عاتکہ بنت عبدالمطلب کا خواب"

کتاب السیرۃ عن عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عاتکہ بنت عبدالمطلب نے ضمضم کے مکہ میں پہنچنے سے تین رات پہلے ایک خواب دیکھا جس سے وہ گھبرا گئیں اور اپنے بھائی عباس بن عبدالمطلب کو بلا کر کہا "میں نے آج رات نہایت پریشان کن خواب دیکھا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تمہاری قوم پر کوئی مصیبت آنے والی ہے" تم یہ خواب کسی اور سے بیان نہ کرنا۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص اونٹ پر سوار آیا اور ابطح میں کھڑے ہو کر کہا "اے دھوکے بازو! تین دن کے اندر اپنے مقتلوں کی طرف نکلو" لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے، عاتکہ نے بیان کیا پھر میں نے دیکھا کہ وہ کعبہ کی چھت پر اپنے اونٹ پر سوار کہہ رہا ہے "اے دھوکہ بازو! تین دن کے اندر اپنی قتل گاہوں کی طرف نکلو" پھر میں نے اسے جبل بوقبیس پر اسی طرح اپنے اونٹ پر سوار دیکھا وہ کہہ رہا تھا "اے دھوکے بازو! تین دن کے اندر اپنی قتل گاہوں کی طرف نکلو" پھر اس نے اس پہاڑ سے ایک چٹان کو لڑھکا دیا وہ چٹان نیچے لڑھکتی ہوئی آئی اور نیچے آکر ٹوٹ گئی اور تیری قوم کے ہر گھر میں اس کا ٹکڑا جا گرا۔

حضرت عباس نے کہا تمہارا خواب سچا معلوم ہوتا ہے تم کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا، عاتکہ نے کہا تم بھی کسی سے اس خواب کا ذکر نہ کرنا ورنہ قریش کو ہمیں ستانے کا ایک بہانہ ہاتھ آجائے گا، حضرت عباس، عاتکہ

کے گھر سے نکل کر ولید بن عقبہ سے ملے، ولید سے ان کی دوستی تھی انہوں نے ولید سے خواب کا ذکر کر دیا اور اسے منع کر دیا کہ اس کا ذکر کسی سے نہ کرے، ولید راز داری بر قرار نہ رکھ سکا، ہوتے ہوتے ابو جہل کو بھی خبر ہو گئی اور ہر جگہ اس خواب کا چرچا ہونے لگا۔

حضرت عباس کعبہ کا طواف کرنے گئے وہاں لوگ عاتکہ کے خواب کے بارے میں باتیں کر رہے تھے، ابو جہل نے ان سے کہا ابو الفضل! (حضرت عباس کی کنیت) تم میں نبیہ کب سے پیدا ہوئی ہیں؟ عباس نے کہا کیا مطلب؟ کہا عاتکہ کے خواب کی بات کر رہا ہوں۔ اے بنو عبد المطلب! تمہارے مردوں نے تو نبوت کا دعویٰ کیا ہی تھا اب تمہاری عورتیں بھی نبوت کا دعوی کرنے لگیں؟ پھر کہنے لگا ہم عاتکہ کے قول کے مطابق تین دن تک انتظار کریں گے اگر یہ واقعہ ظہور میں آ گیا تو ٹھیک ہے ورنہ ہم تمہارے متعلق لکھ دیں گے کہ عرب میں تمہارا گھرانہ سب سے زیادہ جھوٹا گھرانہ ہے۔

حضرت عباس کہتے ہیں کہ میں نے اس وقت اس کے سامنے انکار ہی میں عافیت سمجھی اور کہا کہ عاتکہ نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔

ابن اسحاق کی روایت میں ابو جہل اور حضرت عباس کے درمیان گفتگو میں یہ اضافہ بھی مذکور ہے کہ ابو جہل نے کہا "کیا تم مردوں کے جھوٹ پر راضی اور خوش نہ تھے کہ اب تم اپنی عورتوں کے جھوٹے قصے ہمیں سنا رہے ہو، ہم اور تم مجد و عزت میں ہم پلہ تھے تم نے کہا سقایہ ہم میں رہے گا ہم نے کہا کوئی بات نہیں حاجیوں کو پانی پلانے دیں، پھر تم نے کہا حجابہ (کعبہ کی کلید برداری) ہم میں رہے گی، ہم نے کہا کوئی مضائقہ نہیں بیت اللہ کی نگہبانی کر رہے ہیں، پھر تم نے کہا دار الندوہ ہمارے پاس رہے گا ہم نے کہا کوئی حرج نہیں تمہارے پاس مہمان نوازی کی خدمت ہو گی، پھر جب ہم نے کھلایا اور تم نے بھی لوگوں کو کھلایا اور ہم مقابلے کے دو گھوڑوں کی طرح برابر برابر آ گئے اور ہم آگے بڑھنے لگے تو تم نے کہا ہم میں ایک نبی ہے اب یہی باقی رہ گیا تھا کہ تم کہو ہم میں ایک نبیہ بھی ہے، میں نے تمہارے گھر کے آدمیوں اور عورتوں سے بڑا جھوٹا کوئی مرد اور عورت نہیں دیکھی"

حضرت عباس کہتے ہیں کہ عاتکہ اور بنو عبد المطلب کی دیگر خواتین کو عاتکہ کے بارے میں ابو جہل کی اس زبان درازی پر سخت غصہ آیا، حضرت عباس اس وقت صبر کر گئے لیکن انہوں نے یہ تہیہ کر لیا کہ جب کعبہ کے پاس قریش کی مجلس لگے گی وہ ابو جہل کو منہ توڑ جواب دیں گے اور اس کی خبر لیں گے۔ جب عباس وہاں پہنچے تو انہوں نے ابو جہل اور قریش کے تمام لوگوں کو ضمضم غفاری کی خبر سے پریشان اور سرگردان دیکھا لوگوں

نے اسے ابطح میں اپنے اونٹ پر اس حالت میں چیختے ہوئے دیکھا کہ اس نے کجاوا الٹا رکھا تھا اپنی قمیص پھاڑ ڈالی تھی اونٹ کے کان اور ناک چیر دیئے تھے، وہ کہہ رہا تھا "اے گروہ قریش! اپنے قافلے کو بچاؤ" اپنے قافلے کو بچاو، تمہارے اموال اور مالِ تجارت پر محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھی قبضہ کرنا چاہتے ہیں، فریاد، فریاد۔(۱)

اس نئی افتاد نے حضرت عباسؓ اور ابو جہل کو مصروف کر دیا اور وہ اس موضوع پر بات نہ کر سکے، سب لوگ اس قافلے کو بچانے کی تدابیر میں سرگرم ہوگئے جس میں بنو عدی کے سوا قریش اور اہلِ مکہؐ کے ہر خاندان کا مالِ تجارت موجود تھا۔

لوگ بہت جلد نکلنے کو تیار ہوگئے اور کہنے لگے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے صحابہ نے سب کو ابن الحضرمی والا قافلہ سمجھ رکھا ہے، اب انہیں اپنی حقیقت معلوم ہو جائے گی، ان میں سے ہر شخص خود اس جنگ میں شریک ہونے کو بے تاب تھا اگر کسی مجبوری کے تحت کوئی شخص خود جانے سے قاصر تھا تو وہ اپنی جگہ کسی دوسرے کو بھیج رہا تھا۔ ابو لہب خود شریک نہیں ہوا، اس نے عاصی بن ھشام بن المغیرہ کو اپنی جگہ بھیجا اور اسے اپنے چار ہزار درہم پرانے قرض سے سبکدوش کر دیا۔

ضمضم غفاری کے اعلان نے لوگوں میں خوف و ہراس کی کیفیت پیدا کر دی تھی وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ جنگ کے لئے نکلنا چاہتے تھے تاکہ نہ صرف اپنے اموال کو مسلمانوں کی دست برد سے محفوظ کرلیں بلکہ مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے سبق سکھادیں، ان کی مالی قوت و سطوت اس وقت شدید خطرے میں تھی انہوں نے دار الندوہ میں محفوظ اپنا تمام سامان حرب، ہتھیار اور زرہیں وغیرہ نکال کر لشکر میں تقسیم کر دیں، قریش کے سرداروں اور مالدار افراد نے نادار افراد کی مالی اعانت کی، کسی نے پانچ سو اشرفی اور کسی نے دو سو اشرفی چندہ دیا، بعض نے سواروں کے لئے بیس اونٹ مہیا کئے اور ان کے تمام اخراجات کی ذمہ داری قبول کر لی کسی نے دس اونٹ پیش کئے اور ہتھیاروں سمیت سواروں کے تمام اخراجات کی کفالت قبول کر لی۔

قریش کے اس متعصّبانہ رویے کی ایک جھلک زمعہ بن الاسود کے ان جملوں میں صاف نظر آتی ہے:

"لات و عزیٰ کی قسم! تمہارے اوپر آج تک اس سے بڑی مصیبت نازل نہیں ہوئی کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اہل یثرب تمہارے مال و دولت سے لدے ہوئے قافلے کو روکنے کا لالچ کر رہے ہیں، خبردار کوئی

---

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۶۰۷ تا ۶۰۹۔

فرد پیچھے نہ رہے جس کے پاس اخراجات اور اسلحہ نہ ہو اس کے لئے میری دولت اور اسلحہ حاضر ہے، بخدا اگر محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس مال پر قبضہ کر لیا تو وہ اس کے زور سے تمہارے گھروں پر دستک دینے آجائے گا"۔

ابو جہل اس مرحلے پر سب سے پیش پیش تھا وہ قریش کو اپنی پوری قوت کے ساتھ نکلنے کی ترغیب دے رہا تھا، وہ بہر صورت مسلمانوں سے شدید انتقام لینے کا خواہش مند تھا۔ ظہورِ اسلام کی اولین ساعت سے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک اس کا واحد مشن یہی رہا کہ کسی طرح محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے صحابہ کو اہل مکہ کے ہاتھوں نیست و نابود کر دے۔

اہلِ مکہ ایک ہزار یا اس سے قدرے کم جنگجو افراد کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جن میں ایک سو زرہ پوش گھڑ سوار تھے، ساڑھے سات سو اونٹ ہمراہ تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سعد اور امیہ بن خلف میں باہم دیرینہ دوستی تھی، امیہ کا اگر مدینہ سے گذر ہوتا تو وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرا کرتا اور اگر سعد کبھی مکہ آتے تو امیہ کے ہاں قیام کرتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد حضرت سعد عمرہ کے ارادہ سے مکہ آئے اور حسب سابق امیہ کے ہاں ٹھہرے، آپ نے امیہ سے کہا کوئی ایسا وقت دیکھو جب حرم میں زیادہ بھیڑ نہ ہو تاکہ میں بیت اللہ کا طواف کر لوں، امیہ دوپہر کے قریب انہیں حرم شریف کی طرف لے گیا، ابو جہل نے دونوں کو دیکھ لیا اور امیہ سے پوچھا ابو صفوان! یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ امیہ نے کہا یہ سعد ہے۔

ابو جہل نے حضرت سعد سے کہا "کیا میں تجھے مکہ میں امن کے ساتھ طواف کرتے نہیں دیکھ رہا ہوں حالانکہ تم نے بے دینوں کو اپنے ہاں پناہ دے رکھی ہے اور تمہارا خیال ہے کہ تم ان کی امداد و اعانت کرو گے۔ خدا کی قسم اگر تم ابو صفوان کے ہمراہ نہ ہوتے تو زندہ اپنے گھر واپس نہ جاتے"۔

حضرت سعد نے بلند آواز سے جواب دیتے ہوئے کہا "بخدا اگر تم مجھے کعبہ کے طواف سے روکو گے تو میں تمہیں اس سے روک دوں گا جو تمہارے لئے ناقابل برداشت ہو گا، میں مدینہ سے تمہارا راستہ بند کر دوں گا"

امیہ نے سنا تو بولا سعد! اس وادی کے سردار ابو الحکم کو اونچی آواز سے جواب نہ دو۔

حضرت سعد نے فرمایا امیہ! ایسی باتیں رہنے دو، خدا کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسلمان تمہیں قتل کر دیں گے۔

اس نے پوچھا کیا مکہ میں ؟ فرمایا یہ مجھے نہیں معلوم۔

یہ سن کر امیّہ کے ہوش اڑ گئے۔ جب وہ گھر آیا تو اپنی بیوی سے کہنے لگا صفوان کی ماں! سنتی ہو سعد نے میرے بارے میں کیا کہا ہے ؟ اس نے پوچھا اس نے کیا کہا ہے ؟ امیّہ بولا اس نے کہا ہے کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں بتایا ہے کہ مجھے قتل کر دیں گے۔ میں نے پوچھا مکہ میں ؟ تو کہنے لگا مجھے یہ نہیں معلوم۔ بخدا اب میں مکہ سے باہر نہیں نکلوں گا۔

بدر کے دن جب ابو جہل لوگوں کو قافلے کی حفاظت کے لئے جلد نکلنے کی ترغیب دیتا پھر رہا تھا، امیّہ نہیں نکلنا چاہتا تھا ابو جہل نے امیّہ کے پاس آکر کہا، ابو صفوان! تم اس وادی کے سردار ہو، جب لوگ یہ دیکھیں گے کہ آپ ساتھ نہیں جا رہے تو وہ بھی نہیں جائیں گے وہ اسے برابر جانے پر آمادہ کرتا رہا یہاں تک کہ امیّہ ساتھ جانے پر تیار ہو گیا اور کہنے لگا اب جب کہ تم نے مجھے تیار کر ہی لیا ہے تو بخدا میں مکہ کا سب سے عمدہ اونٹ خریدوں گا۔ پھر اس نے اپنی بیوی سے اسلحہ وغیرہ تیار کرنے کو کہا امیّہ کی بیوی بولی اے ابو صفوان! کیا آپ اپنے یثربی بھائی کی بات بھول گئے ہیں ؟ کہا نہیں۔ میں کچھ دور تک ان کے ہمراہ جاؤں گا (پھر واپس پلٹ آؤں گا) امیّہ لشکر کفار کے ساتھ نکلا وہ ہر منزل پر اپنے اونٹ کا گھٹنا باندھ دیتا (تاکہ اسے واپس جانے میں آسانی ہو جب چاہے اپنے اونٹ پر سوار ہو جائے) یہاں تک کہ وہ بدر میں پہنچ کر موت کے گھاٹ اتر گیا۔

عقبہ بن ابی معیط سے بھی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر آپ اسے مکہ سے باہر پائیں گے تو قتل کر دیں گے۔ یہ اس کے اس گھناؤنے جرم کی سزا تھی کہ اس بدباطن نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر تھوکا تھا۔

یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے عقبہ نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے پر بلایا آپ تشریف لائے آپ نے ارشاد فرمایا میں اس وقت تک تیرا کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تو یہ گواہی نہ دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسُول ہوں، عقبہ نے یہ جملے کہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا تناول فرمایا اور واپس تشریف لائے، کفار کو معلوم ہوا تو انہوں نے عقبہ کو ملامت کی، اسے شرم دلائی اور اس احمقانہ فعل پر اسے خوب رسوا کیا، عقبہ نے ندامت کا اظہار کیا اور اس کی تلافی کی صورت دریافت کی، لوگوں نے مشورہ دیا کہ تم رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں بکو اور آپ کے چہرہ پر تھوکو، اس بدتمیزی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بتایا تھا کہ وہ آپ کے ہاتھوں قتل ہو گا۔ بدر کے دن عقبہ خوف زدہ تھا اور اس نے لشکر کے ساتھ جانے سے

انکار کردیا۔ لوگوں نے اسے سرخ اونٹ لاکر دیا اور کہنے لگے اگر حالات ناموافق دیکھو تو اس سبک رفتار اونٹ پر سوار ہو کر بھاگ نکلنا۔ لیکن مشیت الٰہی یہ تھی کہ عقبہ گرفتار ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے قتل کریں۔ چنانچہ عقبہ گرفتار ہوا اور مدینہ طیبہ کی طرف واپسی کے سفر میں عرق الظبیہ کے مقام پر اس کی گردن اڑا دی گئی۔

اسی طرح عتبہ بن ربیعہ بھی نہیں نکلنا چاہتا تھا، اس کے بھائی شیبہ نے اسے اس ارادے سے باز رکھا اور کہا اگر ہم قوم سے پیچھے رہے تو ہم رسوا ہو جائیں گے۔ قوم کے ساتھ نکلیں جو انجام ان کا وہی ہمارا۔ ایک روایت میں ہے جب ان کے نصرانی غلام عداس نے انہیں نکلتے دیکھا وہ ان سے لپٹ گیا اور کہنے لگا "آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، آپ اپنی قتل گاہوں کی طرف جارہے ہیں" انہوں نے پیچھے رہ جانے کا ارادہ کرلیا لیکن ابو جہل نے انہیں ساتھ چلنے پر مجبور کردیا۔ یہ راستے میں سے واپس آنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

جب قریش نے جحفہ میں پڑاؤ کیا تو جہیم بن الصلت بن مخرمہ بن عبد المطلب نے نیند اور بیداری کی درمیانی کیفیت میں خواب دیکھا کہ ایک آدمی گھوڑے پر سوار آیا اس کا اونٹ بھی اس کے ساتھ تھا وہ آکر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ عتبہ بن ربیعہ قتل ہوا، شیبہ بن ربیعہ قتل ہوا، ابوالحکم بن ہشام قتل ہوا، امیہ بن خلف قتل ہوا اور فلاں فلاں قتل ہوئے اشراف قریش کے ان لوگوں کے نام لئے جو بدر میں قتل ہوئے۔ جہیم نے کہا پھر میں نے دیکھا اس شخص نے اپنے اونٹ کے سینہ میں نیزہ مار کر ہمارے لشکر کی طرف چھوڑ دیا، ہمارے لشکر کا کوئی خیمہ ایسا نہ تھا جس میں اس کے خون کے چھینٹے نہ پہنچے ہوں۔

جب ابو جہل نے یہ خواب سنا تو کہنے لگا بنو عبد المطلب میں یہ ایک اور نبی پیدا ہوا ہے کل اگر ہم نے جنگ کی تو خوب معلوم ہو جائے گا کہ کون قتل ہوتا ہے۔(۱)

قریش اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق مکمل تیاری اور بڑے لشکر کے ساتھ خاصی رقم خرچ کرکے روانہ ہوئے، رقص کرنے والی کنیزیں دفیں بجا کر اور گیت گا کر ان کے حوصلے بڑھا رہی تھیں۔ لشکر میں بڑی تعداد میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جو خوف و تردد کا شکار تھے لیکن نام و نمود کے لئے ساتھ دینے پر مجبور تھے، قافلہ کے بخیریت نکل جانے کی خبر نے ان کے حوصلوں کو خاصا پست کردیا تھا اور اب وہ اسے ایک لاحاصل سفر سمجھ رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان کا یہ ایمان و یقین کہ ان کی ہر خبر سچی نکلتی ہے ان کے ارادوں کو مضمحل کررہا تھا اور ان کی اکثریت اس احساس کی وجہ سے شک، تردد اور غم و اندوہ میں مبتلا تھی۔

---

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۶۱۸۔

عاتکہ بنت عبدالمطلب اور جہیم بن الصلت کے خوابوں کی روایات صحیح ہوں یا ان میں قدرے مبالغہ آرائی ہو ان سے بہر حال یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ بنو ہاشم بر ضا و رغبت اس لشکر میں شامل نہیں ہوئے وہ بہ ظاہر اشراف قریش کے ساتھ تھے مگر ان کی دلی ہمدردیاں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔

اسی طرح قریش کی سرگرمیوں سے بھی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ نیم دلانہ سفر کر رہے تھے وہ مرعوب تھے اور ان کے دلوں کی گہرائیوں میں شکست کا خوف سمایا ہوا تھا، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے "میری رعب سے مدد کی گئی ہے"۔

آیت کریمہ میں ہے۔

سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ	میں عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا

(الانفال۔ آیت: ۱۲)

فتح کی دعا:

مشرکین جب ابوسفیان کے قافلہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی گرفت میں آنے سے بچانے کے لئے مکہ مکرمہ سے نکلے انہوں نے کعبہ کا غلاف پکڑ کر یہ دعا مانگی "اے اللہ! ان دو لشکروں میں سے جو زیادہ عزیز ہو اور ان دو جماعتوں میں سے جو زیادہ مکرم ہو اور ان دو قبیلوں میں سے جو زیادہ بہتر ہو اس کو فتح عطا فرما"۔ یہ بوقت روانگی ان کی دعا تھی اور بدر میں اس کا جواب تھا۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ	(کافرو) اگر تم (محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر) فتح چاہتے ہو تو تمہارے پاس فتح آچکی۔
وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ	(دیکھو) اگر تم (اپنے افعال سے) باز آجاؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور
تَعُوْدُوْا نَعُدْ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ	اگر پھر نافرمانی کرو گے تو ہم بھی پھر (تمہیں عذاب) کریں گے اور تمہاری جماعت
شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾	خواہ کتنی ہی کثیر ہو تمہارے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور خدا تو مومنوں کے ساتھ ہے۔ ﴿۱۹﴾

(سورۃ الانفال۔ آیت ۱۹)

بنو کنانہ کی عداوت:

جب قریش نے اپنا ساز و سامان درست کر لیا اور تیاری مکمل کر لی تو انہیں اس عداوت اور دشمنی کا خیال

آیا جو ان کے اور کنانہ کے بنو بکر بن عبد مناۃ کے درمیان تھی۔ انہیں یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ ان کی عدم موجودگی میں وہ لوگ ان کی عورتوں اور بچوں پر حملہ نہ کر دیں اور اپنا انتقام لے لیں۔ وہ اسی تردد میں تھے کہ شیطان سراقہ بن مالک بن جعشم کنانی مدلجی کی شکل میں آیا (سراقہ بنو کنانہ کے اشراف میں سے تھا) اور کہنے لگا "میں تمہیں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ بنو کنانہ تمہاری عدم موجودگی میں کوئی ایسی حرکت نہیں کریں گے جو تمہیں ناپسند ہو" قریش مطمئن ہو گئے اور بے فکری کے ساتھ فوراً روانہ ہو گئے۔

ابن سید الناس "عیون الاثر فی المغازی والسیر" میں فرماتے ہیں ابن عقبہ اور ابن عائذ بیان کرتے ہیں ابلیس ملعون بھی بہ شکل سراقہ بن مالک مشرکوں کے ہمراہ تھا۔ اس نے قریش کو بتایا بنو کنانہ بھی تمہارے پیچھے تمہاری مدد کو آ رہے ہیں آج تم پر کوئی غالب نہیں ہو سکتا میں تمہارا ساتھی ہوں۔(۱)

راوی کہتے ہیں یہ شیطان ہی تھا جو نزولِ ملائکہ کے وقت الٹے پاؤں بھاگا اور کہنے لگا "بے شک میں ان کو دیکھ رہا ہوں جن کو تم نہیں دیکھتے" شیطان قریش کے ساتھ لگا رہا یہاں تک کہ انہیں موت کی وادی میں تنہا چھوڑ کر بھاگ نکلا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ اس کیفیت کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

۱۔ ہم نے سفر کیا اور انہوں نے بھی بدر کی طرف اپنی ہلاکتوں کی جانب سفر کیا، اگر انہیں یقینی علم ہوتا وہ سفر نہ کرتے۔

۲۔ انہیں شیطان نے دھوکے میں ڈالا پھر انہیں موت کے حوالے کر دیا۔ یقیناً خبیث جس کسی سے دوستی کرتا ہے اسے دھوکے میں ڈالتا ہے۔

دورانِ سفر کھانا کھلانے والے قریش :

اگرچہ قریش نے اپنی رگِ حیات کے دفاع کے لئے فوری طور پر تمام انتظام کئے تھے تاہم اس افراتفری میں بھی وہ ٹھاٹ باٹ کے اسباب اور تکبر و خود رائی کے ممکنہ ذرائع مہیا کرنے سے غافل نہ رہے۔ ناچنے گانے والی کنیزیں، خدمت گار غلام، کھانے پکانے کا سامان، شراب کے مشکیزے اور طرح طرح کے عطریات ایسا محسوس ہوتا تھا وہ سیر سپاٹا کرنے یا شکار کھیلنے نکلے ہیں، راستہ بھر دل کھول کر مال لٹاتے رہے، ہر

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۶۱۲

منزل پر نویا دس اونٹ ذبح کرتے رہے، اونٹوں کا انتظام قریش کے مندرجہ ذیل سرداروں نے کیا تھا۔

۱۔ ابو جہل بن ہشام نے مکہ سے روانگی کے وقت دس اونٹ ذبح کئے۔

۲۔ امیہ بن خلف نے عسفان سے نو اونٹ ذبح کئے۔

۳۔ سہیل بن عمرو نے قدید میں دس اونٹ ذبح کئے۔

۴۔ شیبہ بن ربیعہ نے مناۃ میں نو اونٹ ذبح کئے۔ (قریش نے یہاں ایک دن قیام کیا تھا)

۵۔ عتبہ بن ربیعہ نے جُحفہ میں دس اونٹ ذبح کئے۔

۶۔ مقیس بن عمر الجمحی نے ابواء میں نو اونٹ ذبح کئے۔

۷۔ نبیہ اور منبہ (بن الحجاج) نے دس اونٹ ذبح کئے۔

۸۔ (حضرت) عباس بن عبد المطلب نے دس اونٹ ذبح کئے۔

۹۔ حارث بن عامر بن نوفل نے نو اونٹ ذبح کئے۔

۱۰۔ ابو البختری نے بدر میں پہنچ کر دس اونٹ ذبح کئے۔

مکہ سے بدر تک دس دنوں میں ان کا سفر مکمل ہوا۔ اسی دوران ان لوگوں کے پاس ابو سفیان کا قاصد آیا اور ان سے واپس آجانے کو کہا کیونکہ قافلہ بخیریت مکہ پہنچ چکا تھا۔ ابو سفیان نے کہلا بھیجا تم اپنے قافلے، افراد اور اموال کے تحفظ کے لئے نکلے تھے۔ اللہ نے سب کو بحفاظت پہنچادیا ہے سو تم واپس آجاؤ۔ ابو جہل بن ہشام نے پیغام سن کر کہا خدا کی قسم ہم واپس نہیں جائیں گے۔ ہم بدر تک جائیں گے وہاں تین دن قیام کریں گے اونٹ ذبح کریں گے۔ کھانا کھائیں گے شرابیں پئیں گے، لونڈیاں رقص و سرود کی مجلسیں سجائیں گی، رنگ تغزل جمے گا، اہل عرب میں ہماری آمد اور اجتماع کا شہرہ ہوگا اور وہ ہمیشہ ہم سے خوف زدہ رہیں گے۔

اگر آپ ابو جہل کے الفاظ پر غور کریں تو آپ یقیناً سمجھ جائیں گے کہ اسے جنگ کی توقع نہیں تھی، مسلمانوں کی مالی کمزوری، سامانِ جنگ کی عدم دستیابی اور قلت تعداد کے پیش نظر اس کا خیال تھا کہ قافلے کے نکل جانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان واپس مدینہ کی طرف لوٹ جائیں گے۔ کیونکہ ان کا ہدف صرف قافلے پر قبضہ تھا، خصوصاً اس صورت میں مسلمانوں کی بلا تاخیر واپسی یقینی نظر آتی تھی کہ انہیں قریش کے عظیم لشکر کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی جس میں افرادی قوت، سواریوں، ہتھیاروں اور اشیائے خورد و نوش کی وافر مقدار تھی۔

اور اگر ان تمام حقائق سے صرف نظر کرتے ہوئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں نے مشرکین سے ٹکرانے کی غلطی کر ہی لی تو ایک ہی ہلے میں ان کا صفایا کر دیا جائے گا۔ اور پھر ابو جہل اور قریش شراب و کباب اور رقص و سرود کی محافل سجائیں گے۔ عرب میں ان کی شہرت دور دور تک پھیل جائے گی۔ ابو جہل کی باتوں سے یہی نتیجہ سامنے آتا ہے۔۔۔۔ ابو جہل کی اس سوچ کے حامی حضرات کا کہنا ہے کہ قریش مکہ کے لئے ایسا کرنا نہایت ضروری تھا تا کہ قبائل عرب پر عموماً اور مکہ اور شام کی شاہراہ تجارت کے قریب و جوار میں رہائش پذیر قبائل پر خصوصاً اس کا مثبت اثر پڑے، قریش کی گرتی ہوئی ساکھ کو سہارا ملے اور ان کی قوت و شوکت اور رعب و دبدبہ برقرار رہے۔

یہ قبائل بھی مسلمانوں اور مشرکوں کی اس فوجی نقل و حرکت کے نتائج جاننے کے مشتاق تھے، معرکہ آرائی ہوتی ہے کہ نہیں؟ معرکہ آرائی کی صورت میں فتح و نصرت کس فریق کا نصیب بنتی ہے؟ کیا قریش ہر طرح کی عددی برتری اور کروفر کے ساتھ جیت کے حقدار بنتے ہیں؟ اگر جیت گئے تو مکہ اور اس کے ارد گرد ان کا اثر و نفوذ اور سیادت برقرار رہے گی۔ یا قلت تعداد اور مالی و معاشی کمزوری کے باوجود مسلمان کامیاب و کامران رہتے ہیں۔ اس صورت میں قبائل کی سوچ اور موقف تبدیل ہو جائے گا۔ کیونکہ قبائل ہمیشہ طاقتور کا ساتھ دیتے ہیں۔

مسلمانوں کا معاملہ جداگانہ تھا ان کے لئے ناممکن تھا کہ وہ مدینہ منورہ لوٹ جائیں اور قریش کے لئے میدان خالی چھوڑ دیں۔ ان کے لئے مندرجہ ذیل اسباب کی وجہ سے مقابلہ آرائی ضروری تھی۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قافلے یا لشکر میں سے کسی ایک پر غلبے کا وعدہ فرمایا تھا، قافلہ دسترس سے باہر ہو چکا تھا اب لامحالہ قریش کا لشکر باقی تھا، فتح و نصرت، عطاءِ الٰہی ہے مشرکوں کی کثرت اور مسلمانوں کی عددی قلت اس میں مؤثر نہیں تھی۔

۲۔ مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد گروہوں سے معاہدے فرمائے تھے تاکہ تمام فریق امن و سکون کی زندگی بسر کر سکیں، تاہم یہود، مشرک اور منافق اسلام اور مسلمانوں پر مصائب و آلام کے منتظر رہتے تھے، اگر مسلمان کامران و کامیاب واپس نہ جاتے تو انہیں سر جھکا کر رہنا پڑتا، یہ بھی ممکن تھا ان میں سے بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دت کو چیلنج کر دیتے اور خودسری پر اتر آتے۔

۳۔ مسلمانوں کا خالی ہاتھ واپس جانا مدینہ طیبہ کے ارد گرد آباد قبائل کی نگاہوں میں ان کی ہیبت و شوکت کو

کم کر دیتا اور وہ مدینہ طیبہ اور مسلمانوں پر دست درازی شروع کر دیتے، ان کی کھیتیاں، چراگاہیں اور تجارت کے راستے غیر محفوظ اور مخدوش ہو جاتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے قبل کی وارداتیں پھر شروع ہو جاتیں۔

۴۔ قریش میں مسلمانوں کے متعلق یہ احساس بر قرار رہتا کہ مسلمان اب بھی کمزور اور بے بس ہیں۔ ان سے پنجہ آزمائی کی جاسکتی ہے وہ مزاحمت کے قابل نہیں ہیں۔ انہیں بآسانی دبوچا جاسکتا ہے۔ ان سے کسی سخت ردِ عمل کا امکان نہیں ہے۔ غرض ایسے متعدد اسباب تھے جن کی وجہ سے ہر فریق کے لئے بدر کے میدان میں معرکہ آرائی سے گریز خارج از امکان ہو گیا تھا۔

جب ابو سفیان کا قاصد قیس بن امرؤالقیس واپس آیا اور اس نے بتایا کہ قریش نے اس کے مشورہ پر عمل نہیں کیا اور واپس نہیں آئے تو ابو سفیان نے کہا "ہائے میری قوم کی بدبختی ! یہ عمرو بن ہشام (ابو جہل) کی کارستانی ہو گی، وہی لوگوں کے سر پر سوار ہو گا اور انہیں ظلم پر اکسارہا ہو گا۔ حالانکہ ظلم و عدوان نری ذلت اور بدبختی ہے، اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لشکر پر غالب آگئے وہ ہمیں ذلیل کر کے مکہ میں بھیجیں گے۔ یہ ابو جہل کے بارے میں ابو سفیان کے تاثرات و خیالات تھے حالانکہ وہ مکہ میں تھا ان لوگوں کے کیا تاثرات ہوں گے جو ابو جہل کے ہمراہ تھے۔ قافلہ بہ سلامت مکہ پہنچ چکا تھا اور اب مال و اسباب لٹنے کا کوئی اندیشہ باقی نہیں رہا تھا۔ ابو جہل نے بدر کے پانی تک رسائی سے قبل واپس چلے جانے کی ہر رائے مسترد کر دی تھی، وہ بدر میں تین روز ٹھہرنا چاہتا تھا وہاں شراب و کباب اور ناچ گانے کی محافل منعقد کرنا چاہتا تھا تا کہ اہلِ عرب میں ان کی شان و شوکت کے چرچے ہوں۔ لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کو بھول جائیں انہیں کوئی اہمیت نہ دیں، اور پھر ابو جہل اپنے لشکر سمیت باعافیت واپس چلا جائے اس طرح عربوں پر ان کی دھاک بیٹھ جائے اور عرب قبائل، قریش کے زیر اثر زندگی گذارنے پر مجبور ہو جائیں۔

سیرت نگاروں نے متعدد ایسی روایات نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قریش غزوہ بدر کے موقع پر یک دل اور یک رائے نہ تھے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں باہم متفق نہ تھے۔ گذشتہ سطور میں آپ ابو سفیان اور ابو جہل کا موقف ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اخنس بن شریق (ابی بن شریق) بنو زہرہ کا حلیف تھا، وہ بنو زہرہ کے پاس آیا اور ان سے کہا اے بنو زہرہ ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے اموال کو بچالیا ہے۔ اور تمہارا آدمی مخرمہ بن نوفل بھی بہ سلامت گھر پہنچ گیا ہے تم تو مخرمہ اور اپنے مال کے تحفظ کے لئے نکلے تھے (اب آگے جانے کی

کیا ضرورت ہے) تم بزدلی میرے ذمہ لگادو اور واپس چلو ہمیں خواہ مخواہ آگے جانے اور غیر ضروری کام میں ملوث ہونے کی ضرورت نہیں ہے، بنو زہرہ اس کا مشورہ مان کر جحفہ سے واپس ہو گئے۔ اس سے پہلے مر الظہران سے بنو عدی بھی واپس چلے گئے تھے، سیرۃ حلبیہ جزء ثانی صفحہ ۳۹۱ میں ہے اخنس بن شریق نے تنہائی میں ابو جہل سے پوچھا کیا تیرے خیال میں محمّد (صلی اللہ علیہ وسلّم) جھوٹے ہیں؟ ابو جہل نے بے ساختہ کہا "اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا ہم انہیں امین کہا کرتے تھے لیکن بات یہ ہے کہ بنو عبد المطلب کے پاس پہلے ہی سقایہ، رفادہ اور شوریٰ کے اہم مناصب ہیں اگر ان میں نبوت بھی آجائے تو ہمارے لئے کیا باقی رہے گا؟"

اخنس یہ بات سن کر حقیقت حال سے آگاہ ہو گیا اور وہ بنو زہرہ کو لے کر واپس چلا گیا، اسی دن سے اس کا نام اخنس (الگ ہونے والا) پڑ گیا، طالب بن ابی طالب بھی واپس چلا گیا۔

قریش جب ایماء بن رحضہ کے ٹھکانوں سے گذرے تو اس نے ان کی مہمانداری کے لئے اپنے بیٹے کے ہاتھ دس اونٹ بھیجے اور کہلوا بھیجا اگر چاہو کہ ہم ہتھیاروں اور آدمیوں سے تمہاری مدد کریں تو ہم اس کے لئے تیار ہیں۔ قریش نے جواب بھیجا تو نے صلہ رحمی کی، حق ادا کر دیا، زندگی کی قسم اگر ہمارا مقابلہ محمّد (صلی اللہ علیہ وسلّم) اور اس کے ساتھیوں سے ہے تو ہم کم اور کمزور نہیں ہیں اور اگر ہماری جنگ اللہ سے ہے جیسا کہ محمّد (صلی اللہ علیہ وسلّم) کا خیال ہے۔ تو اللہ سے لڑنے کی کسی میں مجال نہیں ہے۔

کتاب المغازی میں واقدی، خفاف بن ایماء بن رحضہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا میرے والد کو لوگوں کے درمیان صلح کرانا بہت محبوب تھا وہ اس معاملے میں بڑی تگ و دو کرتے تھے، جب قریش کا لشکر ہمارے علاقوں سے گذرا میرے والد نے مجھے دس اونٹ بطور تحفہ قریش کے پاس لے جانے کا حکم دیا، میں اونٹ لے کر قریش کے پاس گیا انہوں نے یہ ہدیہ قبول کر لیا۔ اور اسے قبائل میں تقسیم کر دیا۔ میرے والد بھی میرے پیچھے چلے آئے وہ اس روز لوگوں کے سردار اور قائد عتبہ بن ربیعہ سے ملے اور اس لشکر کشی کے بارے میں دریافت کیا، عتبہ بولا مجھے نہیں معلوم مجھے تو زبردستی لایا گیا ہے۔ میرے والد نے کہا آپ قوم کے سردار ہیں آپ کے راستہ میں کیا رکاوٹ ہے؟ آپ لوگوں کو واپس لے جائیں اور اپنے حلیف (ابن حضرمی) کا خون بہا اپنے ذمہ لے لیں۔ اور نخلہ کے مال کی ذمہ داری اپنی قوم پر تقسیم کر دیں، بخدا تم محمّد (صلی اللہ علیہ وسلّم) سے صرف یہی تو چاہتے ہو، خدا کی قسم! اے ابو الولید تم محمّد (صلی اللہ علیہ وسلّم) اور ان کے ساتھیوں میں سے جس کو بھی قتل کرو گے اپنے آپ کو قتل کرو گے۔ (تم سب ایک قبیلہ ہی سے تعلق رکھتے ہو)۔

اگرچہ مذکورہ بالا دونوں روایات میں قدرے اختلاف ہے تاہم ان میں تطبیق ممکن ہے۔ پہلی روایت کے مطابق اس نے بطور دوست مہمان نوازی کے لئے اونٹ پیش کئے اور دوسری روایت کے مطابق ایک دوست کی حیثیت سے اس نے ناصحانہ اقدام کیا، بہر حال اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ قریش بدر میں پہنچنے تک یک رائے نہ تھے، ان کے دلوں اور صفوں میں کمزوری اثر دکھا رہی تھی، اکثریت بغیر جنگ کئے واپس جانے کی خواہش مند تھی، جس کے متعدد اسباب تھے، قافلہ بحفاظت منزل مقصود تک پہنچ چکا تھا، جنگ نے دلوں میں انتقام ہی کے شعلے بھڑکانے تھے اور ان کے مقتولین نے تقریباً بلا مقصد ہی مرنا تھا۔

قریش کے پاس نفری، اسلحہ اور اشیائے خورد و نوش کی فراوانی تھی، ان کے قلوب و اذہان تکبر و بڑائی سے لبریز تھے، ان کی گردنیں تنی ہوئی تھیں وہ اتراتے پھر رہے تھے اور ان کا حلیف ابلیس لعین یہ کہہ کر ان کے فخر و غرور میں اور اضافہ کر رہا تھا کہ "آج تم پر کوئی شخص غالب نہیں آسکتا میں تمہارا حامی و مددگار ہوں"۔

قریش "العقنقل" کے عقب میں بدر کی وادی میں "العدوۃ القصوی" کے پاس اترے۔ العقنقل (عظیم ریتیلا ٹیلا) شہر بدر کے شمال مشرق میں "العدوۃ القصوی" کے سامنے ہے۔

اطمینان بخش جگہ کے حصول کے بعد قریش نے عمیر بن وہب کو مسلمانوں کی تعداد اور حربی استعداد کے متعلق خبر لینے کو بھیجا عمیر نے مسلمانوں کے لشکر کے گرد چکر لگایا اور انہیں آکر بتایا کہ مسلمانوں کی تعداد تین سو یا اس سے قدرے کم یا زیادہ ہے۔ پھر کہنے لگا مجھے مہلت دو میں گھوم پھر کر دیکھ لوں انہوں نے کچھ لوگوں کو کمین گاہوں میں تو نہیں چھپا رکھا۔ وہ وادی میں دور تک چکر لگا آیا اور آکر بتایا کہ اس نے کسی کو کمین گاہوں میں نہیں پایا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ!

"میں نے ایسی اونٹنیاں دیکھی ہیں جن پر موتیں سوار ہیں، یثرب کے اونٹ یقینی موت اٹھائے ہوئے ہیں، میں نے ایسی قوم دیکھی ہے جن کی پناہ گاہ ان کی تلواریں ہیں۔ بخدا میں دیکھ رہا ہوں ان میں سے ایک آدمی بھی قتل نہیں کیا جائے گا جب تک تم میں سے ایک آدمی قتل نہ ہو جائے۔ اگر انہوں نے اپنی تعداد کے مطابق ہمارے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تو اس کے بعد زندگی میں کیا لطف باقی رہے گا؟ آگے تمہاری مرضی" (۱)

عمیر کے ان جملوں سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اضطراب کا شکار تھا اور لڑائی چھوڑ کر واپس چلے جانے میں حرج نہیں سمجھتا تھا۔

---

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۶۲۲۔

حکیم ابن حزام نے جب یہ بات سنی تو اس نے مختلف لوگوں سے ملاقات کی پھر وہ عتبہ بن ربیعہ کے پاس آیا اور کہا اے ابو الولید! آپ قریش کے بڑے اور سردار ہیں سب آپ کی بات مانتے ہیں کیا آپ ایسا کارنامہ سر انجام دینے کو تیار ہیں کہ لوگ ہمیشہ آپ کو خیر اور بھلائی سے یاد کریں؟ عتبہ نے پوچھا حکیم ایسی کون سی بات ہے؟ حکیم نے کہا لوگوں کو واپس لے جاؤ، اپنے حلیف عمرو بن الحضرمی کا بوجھ (خون بہا) اپنے ذمہ لے لو، عتبہ نے کہا مجھے منظور ہے وہ میرا حلیف ہے اس کا خون بہا میرے ذمہ رہا اور اس کا جس قدر مال لوٹا گیا وہ بھی میں دوں گا۔ تم عمرو بن ہشام (ابو جہل) کے پاس جا کر اسے سمجھاؤ، پھر عتبہ نے لوگوں کے سامنے تقریر کی اور کہا:-

"اے گروہِ قریش! تم یہی چاہتے ہو کہ محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب سے جنگ کرو بخدا اگر تم نے ایسا کیا تو کیا ہوگا ہر شخص ایسا چہرہ (بطورِ مقتول) دیکھے گا جس کی طرف دیکھنا اسے ناپسند ہوگا، وہ اپنے چچازاد، خالہ زاد اور اپنے خاندان کے کسی فرد کو قتل کرے گا، میرا مشورہ یہ ہے کہ واپس لوٹ جاؤ، محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اہل عرب کو لڑنے کے لئے چھوڑ دو، اگر اہل عرب غالب آگئے تو تمہارا مدعا پورا ہوا اور اگر دوسری صورت سامنے آگئی تو یہ بات قریش کے لئے باعث عزت ہوگی۔ ان کی بادشاہی قریش کی بادشاہی ہوگی۔ اے گروہِ قریش! بخدا میں دیکھ رہا ہوں ان چمکدار چہروں (قریش) کے مقابلے میں ایسے چہرے آئے ہیں (انصار) جن کی آنکھیں سانپوں کی طرح ہیں"۔

حکیم نے ابو جہل سے جا کر کہا عتبہ ابن ربیعہ کہہ رہا ہے کیا تم اپنے ساتھیوں کو اپنے ابن عم کے مقابلہ سے واپس لے جا سکتے ہو؟ ابو جہل بولا کیا اسے تیرے علاوہ کوئی اور قاصد نہیں ملا؟ حکیم نے کہا نہیں اور میں کسی کا قاصد نہیں ہوں، ابو جہل غصہ سے بھڑک اٹھا اور کہنے لگا" عتبہ کے پھیپھڑے پھول گئے ہیں۔ (بزدلی کا طعنہ دیا) محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی اتنے کم تعداد میں ہیں کہ ان کے لئے ایک اونٹ کافی ہے۔ (ایک اونٹ سے سب کا پیٹ بھر سکتا ہے) اور ان میں عتبہ کا بیٹا (ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ) بھی ہے۔ وہ اپنے بیٹے کے قتل ہونے سے ڈر گیا ہے۔ پھر اس نے قسم کھائی بخدا ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان فیصلہ کر دے۔

پھر ابو جہل نے عمرو بن الحضرمی کے بھائی عامر بن الحضرمی کو بلا بھیجا اور اسے کہا تیرا یہ حلیف (عتبہ) لوگوں کو واپس لے جانا چاہتا ہے۔ اور تیرے بھائی کے خون کو ضائع کرنا چاہتا ہے تو اٹھ اپنے معاہدے اور اپنے

بھائی کے خون کی دہائی دے۔

عامر بن الحضرمی اٹھا اور اپنے کولھے ننگے کر کے چلا چلا کر کہنے لگا "واعمراہ! واعمراہ! لوگ طیش میں آگئے اور حکیم بن حزام کی مصالحت کی کوشش ناکام ہو گئی۔(۱)

جب مشرکوں کو یہ خبر ملی کہ مسلمانوں نے پانی پر قبضہ کر لیا ہے ان کی حالت غیر ہو گئی۔ انہی میں سے بعض لوگوں سے مروی ہے لوگ اپنے خیموں میں اونٹوں کا گوشت بھون بھون کر کھا رہے تھے کہ انہیں یہ خبر ملی، انہوں نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور کبیدہ خاطر ہوئے۔ علامہ ابن کثیر، ابن اسحاق سے نقل کرتے ہیں کہ قریش رات بھر نہیں سوئے، پانی پر مسلمانوں کے کنٹرول کی خبر نے قریش کو پریشان اور بے چین کر دیا تھا۔

جنگ کی آگ بھڑکنے کو آئی، لوگ آشفتہ حال تھے، جب عتبہ بن ربیعہ کو ابو جہل کی بات پہنچی (کہ عتبہ کے پھیپھڑے پھول گئے ہیں۔۔۔) اس نے کہا اس ذلیل کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کس کا سانس پھولا ہے میرا یا اس کا، اور وہ بھی دوسروں کی طرح جنگ کی تیاری کرنے لگا، عتبہ کی کھوپڑی بڑی تھی اسے ایسا خود نہ ملا جو اس کے سر پر آجاتا تو اس نے سر پر اپنی چادر لپیٹ لی۔(۲)

سیرت حلبیہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قریش کے پاس یہ پیغام دینے کے لئے بھیجا کہ "تم لوگ واپس چلے جاؤ مجھے تمہاری نسبت دوسروں سے مقابلہ کرنا زیادہ پسند ہے"۔ حکیم بن حزام نے یہ پیغام سن کر کہا انہوں نے جنگ سے دست بردار ہونے کی نصف پیش کش کر دی ہے تم اسے قبول کر لو بخدا اس پیش کش کے بعد تم ان پر فتح یاب نہ ہو سکو گے۔ ابو جہل بولا خدا کی قسم ہم واپس نہیں جائیں گے اللہ نے انہیں ہمارے قابو میں کر دیا ہے۔

بدر میں معرکہ والی رات قریش کے لشکر کی اندرونی کیفیت کیا تھی ان کے جذبات اور احساسات کیا تھے ہمارے لئے اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں، گذشتہ سطور میں منقول روایات سے معلوم ہوتا ہے وہ اپنی کثرت تعداد، زبردست تیاری اور راشن کی فراوانی کے باوجود بظاہر اکٹھے نظر آتے تھے مگر ان کی سوچ ایک دوسرے سے مختلف تھی۔ تکبر و خود رائی کا پتلا ابو جہل ہر حالت میں جنگ پر مصر تھا، لیکن لشکر میں اس کے علاوہ بھی کئی سردار موجود تھے جن کی رائے اس سے مختلف تھی اور وہ جنگ کو گھاٹے کا سودا سمجھتے تھے، حکیم بن حزام نے پوری

---

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۶۲۲۔ ۶۲۳ (۲) سیرت ابن ہشام ص ۶۲۴

کوشش اور بھاگ دوڑ کی کہ کسی طرح تصادم نہ ہو اور لوگ واپس چلے جائیں، وہ خود اس لئے واپس نہ گیا کہ اسے بزدلی کا طعنہ دیا جائے گا اور یہ عیب لگایا جائے گا کہ اس نے جنگ کے وقت اپنی قوم کو چھوڑ دیا۔

عتبہ بن ربیعہ جنگ کو ٹالنے کی سعی میں مصروف عمل رہا لیکن ابو جہل نے اس کی ایک نہ چلنے دی عتبہ جب بھی کوئی تدبیر بروئے کار لانا چاہتا ابو جہل اس کے راستہ میں دشواریاں اور رکاوٹیں کھڑی کر دیتا۔ بنو ہاشم بادل نخواستہ شریک تھے انہیں جنگ سے کسی قسم کی دلچسپی نہ تھی، فکر و رائے کے اس اختلاف نے ان میں بزدلی اور کمزوری پیدا کر دی، فتح و کامیابی کی امیدوں کی جگہ دامن بچانے کی فکر دامن گیر ہو رہی تھی۔ جب لڑنے والوں کے دل انتشار کا شکار ہوں ان کے عزائم اور ارادے مختلف ہوں، جدید سے جدید ہتھیار بھی فتح سے ہمکنار نہیں کرتے، کیونکہ جنگیں صرف اسلحہ کے زور پر نہیں لڑی جاتیں بلکہ ان کے لئے ایسے آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے جن کی فکر اور ارادے یکساں ہوں، عقیدے اور ایمان کی قوت اور یکجائی ہی فوجوں کو اپنے مال، خون اور جانوں کی قربانی پیش کرنے پر آمادہ کرتی ہیں۔

معرکہ آرائی سے ایک رات پہلے ہی سے مشرکوں کی ہزیمت کے آثار نظر آنے لگے تھے کیونکہ ان کے مادی وسائل اگرچہ وافر مقدار میں تھے مگر وہ ایمان، وحدت فکر اور وحدت مقصد جیسے اہم اسلحہ سے تہی دامن تھے، اس حقیقت سے وہ بھی ناواقف نہ تھے اس کے باوجود انہیں فتح اور کامیابی کا یقین تھا۔ ان کے لئے معرکہ آرائی کے بغیر چارہ کار نہ تھا کیونکہ ان کی عزت و وقار اور شوکت و ہیبت سب داؤ پر لگی ہوئی تھی۔ لڑائی کے بغیر ان کی واپسی کی صورت میں ان کی عزت دو کوڑی کی نہ رہتی، اہل عرب کہتے محمّد (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے چھوٹے سے لشکر نے انہیں میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ نتیجتاً اہل عرب کے قلوب سے ان کا احترام حرف غلط کی طرح مٹ جاتا۔

اس جنگ کی اہمیت اس لئے بھی بڑھ گئی تھی کہ ان کی شام کی تجارتی شاہراہ کا امن اس جنگ میں کامیابی سے وابستہ تھا۔ مسلمان متعدد بار ان کے تجارتی قافلوں کو روک چکے تھے۔ ان کے لئے مسلمانوں کو شکست دینا لازم ہو گیا تھا تاکہ مسلمان پھر کبھی ان کے شام کی طرف آنے جانے والے قافلوں کو روکنے کی جراءت نہ کریں۔ لیکن اس وقت ان کے فخر و غرور، خود رائی، تکبر، ہٹ دھرمی، قوت کے غلط مظاہرے، لشکر اسلام کو حقیر اور معمولی جاننے جیسے امور نے انہیں ہلاکت و ہزیمت کی دہلیز پر لا کھڑا کیا تھا، شیطان ان کا حامی

اور رفیق کار رہا ہوا تھا، مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد حاصل تھی، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عزم و ہمت اور ثابت قدمی سے نواز رہا تھا۔ واللّٰہ غالب علی امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ اور اللہ اپنے ارادے پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

الملص۔ ابوسفیان اسی راستے سے قافلہ بچا لے گیا

میدان جنگ کا نقشہ

جنگ بدر میں طے ہوا
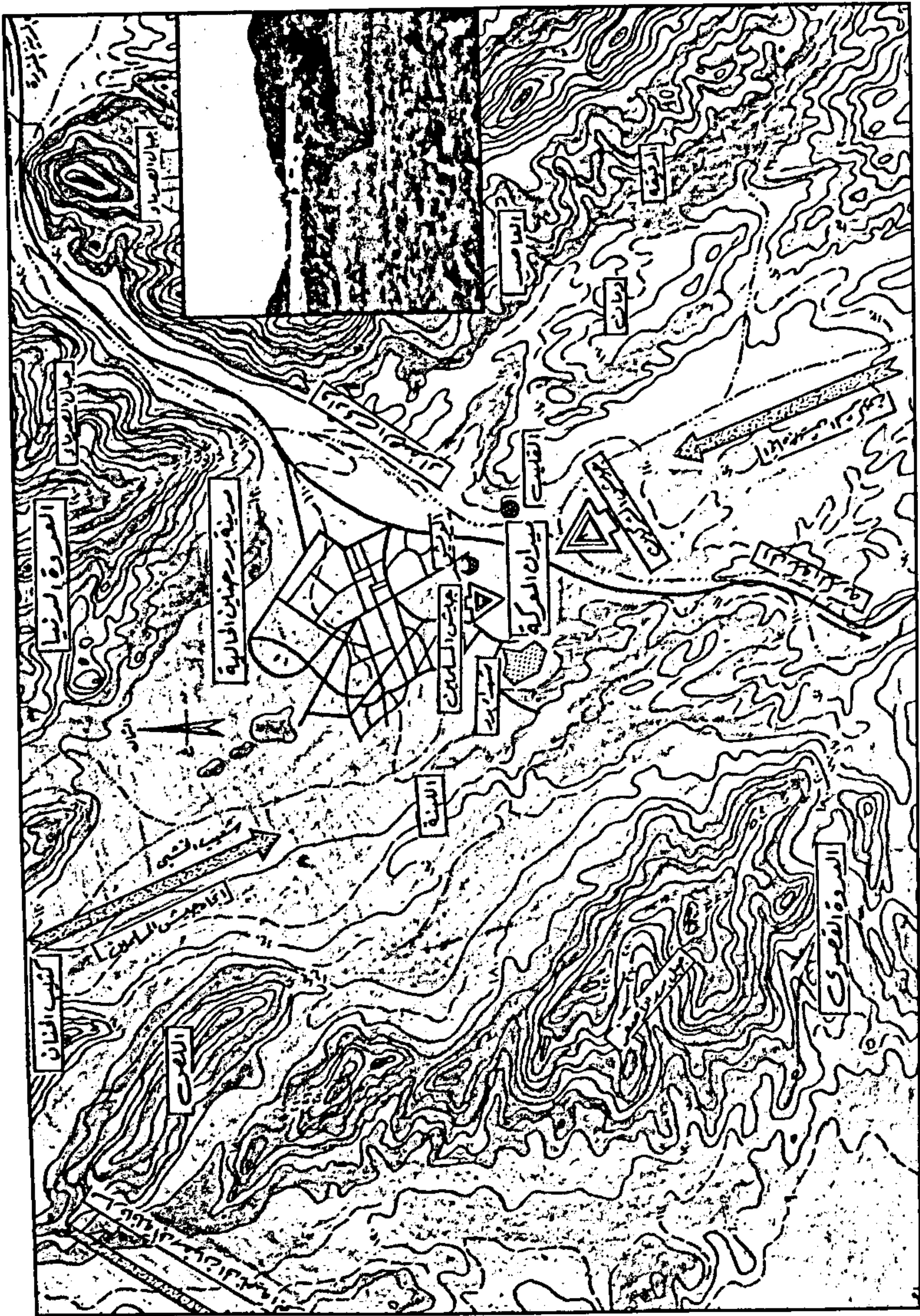
دونوں لشکر آمنے سامنے

مہاجرین اور انصار کا موقف سننے اور بدر کے پانی پر مسلمانوں کے غلبہ سے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطمئن اور خوش تھے آپ نے انہیں جسمانی اور روحانی طور پر جنگ کے لئے آمادہ فرمالیا تھا، وہ ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار تھے، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول کی اطاعت کا ایسا طوق اپنی گردنوں میں ڈال چکے تھے کہ تا ابد وہ اس سعادت سے دستبردار ہونے کو تیار نہ تھے۔

قریش نے وادی بدر یا میدان بدر میں "کثیب حنان" کے عقب میں "العدوۃالقصویٰ" کے پاس پڑاؤ کیا۔ وہ اختلاف رائے کا شکار تھے۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ مکہ سے بدر تک نکلنے کا مقصد پورا ہو گیا ہے، قافلہ بحفاظت منزل مقصود تک پہنچ چکا ہے اب جنگ فضول ہے، واپس چلے جانا چاہیے۔ کیونکہ جنگ کی صورت میں دشمنیوں میں اضافہ ہوگا۔ پہلے سے زیادہ عداوتیں بڑھیں گی، لشکر قریش میں عتبہ بن ربیعہ اپنے سرخ اونٹ پر سوار لوگوں کو یہی مشورہ دیتا پھر رہا تھا، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اگر اس قوم کے کسی فرد میں خیر ہے تو اس سرخ اونٹ والے میں ہے اگر لوگوں نے اس کی بات مان لی تو خیر کو پالیں گے"۔ حکیم بن حزام لوگوں سے ملاقاتیں کر کے انہیں جنگ کئے بغیر واپسی پر آمادہ کر رہے تھے۔(۱)

دوسری طرف رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اس امت کا فرعون ابو جہل ہر تجویز کے خلاف مورچہ زن تھا۔ امن و سلامتی پر مبنی ہر رائے کو اپنے کفر و عناد اور بغض و جہالت سے برابر مسترد کئے جا رہا تھا۔ مشیت الٰہی نے اسے اس روشن دن میں ہلاکت کے لئے مسخر کر لیا تھا (اور وہ اپنی ہلاکت کے سامان کر رہا تھا) رات کو بارش ہوئی قریش کے لئے چلنا پھرنا دشوار ہو گیا۔ مسلمانوں نے پانی پر قبضہ کر لیا، قریش رات بھر پیاس سے بے چین رہے۔

---

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۶۲۲

مسلمان بدر کے آخری پانی پر "العدوۃ الدنیا" کے پاس اترے انہوں نے باقی کنوئیں بند کر دیئے، اپنے لئے حوض تیار کیا رات بھر اسے پانی سے بھرتے رہے تاکہ دوران جنگ اس سے پیاس بجھاتے رہیں، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں تجویز پیش کی یا رسُول اللہ! کیا ہم آپ کے لئے ایک عریش (چھپر) نہ بنا دیں آپ دورانِ جنگ اس میں قیام فرمائیں۔ وہاں آپ کی سواری کے لئے اونٹ تیار ہوں، پھر ہم دشمن سے نبرد آزما ہوں اگر اللہ تعالیٰ ہمیں فتح و عزت سے نواز دے تو ہمارا مقصد پورا ہو گیا یہی ہمیں پسند ہے اور اگر دوسری صورت پیدا ہو جائے تو آپ اونٹوں پر سوار ہو کر واپس تشریف لے جائیں۔ مدینہ طیبہ میں آپ کے خدام کی معقول تعداد موجود ہے۔ اے اللہ کے نبی! وہ ہم سے زیادہ آپ سے محبت کرتے ہیں اگر انہیں معلوم ہوتا کہ جنگ کی نوبت آئے گی تو وہ کبھی بھی آپ سے پیچھے نہ رہتے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے آپ کا دفاع اور حفاظت فرمائے گا وہ آپ کی بھرپور انداز میں خیر خواہی کریں گے اور آپ کے ساتھ دادِ شجاعت دیں گے۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے سعد کی رائے پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور ان کے لئے دعائے خیر کی، پھر آپ کے لئے ایک بلند جگہ پر عریش بنا دیا گیا تاکہ تمام لوگ اور میدانِ جنگ آپ کی نگاہوں میں رہے، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تلوار حمائل کئے عریش کے دروازے پر پہرہ دینے کے لئے کھڑے ہو گئے اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ عریش میں تشریف فرما ہوئے۔(۱)

---

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۶۲۰

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر اور ابن مسعود رضی اللہ عنھما کو لشکر کفار کا جائزہ لینے کے لئے روانہ فرمایا، انہوں نے واپس آکر بتایا یارسُول اللہ! لوگ خوف زدہ اور گھبرائے ہوئے ہیں۔ اگر گھوڑا ہنہنانا چاہتا ہے تو اس کے منہ پر مارنے لگتے ہیں، صبح کو نبیہ بن الحجاج نے ان حضرات کے قدموں کے نشانات دیکھے تو کہنے لگا یہ ابن سمیہ (عمار بن یاسر) اور ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود) کے قدموں کے نشان ہیں میں ان کے کھرے پہچانتا ہوں (نبیہ ماہر کھوجی تھا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری قوم کے احمقوں اور یثرب کے نادانوں کو ہمارے مقابلہ میں لایا ہے۔ پھر اس نے یہ شعر پڑھا۔

ہم نے خوف ہی میں رات گذاری ☆ لامحالہ ہم مریں گے یا ہم کسی کو ماریں گے

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی رات ارشاد فرمایا:-

"انشاء اللہ یہ کل فلاں کے گرنے کی جگہ ہے اور آپ نے زمین پر ہاتھ رکھا، اور یہ فلاں کافر کے گرنے کی جگہ ہے اور وہ فلاں کافر کے گرنے کی جگہ ہے، حضرت انس بیان کرتے ہیں۔ ان میں کوئی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متعین کردہ جگہ سے ادھر ادھر نہ ہوا"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم نے بدر کے دن دیکھا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہم سب سو رہے تھے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول رہے اور دعائیں مانگتے رہے، رات کو ہلکی ہلکی بارش ہونے لگی ہم درختوں اور ڈھالوں کی آڑ میں بارش سے بچنے لگے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر اس دعا میں مشغول رہے "بارالٰہا! اگر یہ جماعت (مسلمان) ہلاک ہوگئی تو تیری عبادت نہیں کی جائے گی"۔ جب فجر طلوع ہوئی آپ نے آواز دی "بندگانِ خدا! نماز" لوگ درختوں اور ڈھالوں کی آڑ اور اوٹ میں جمع ہوگئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی اور جنگ کی ترغیب دی۔
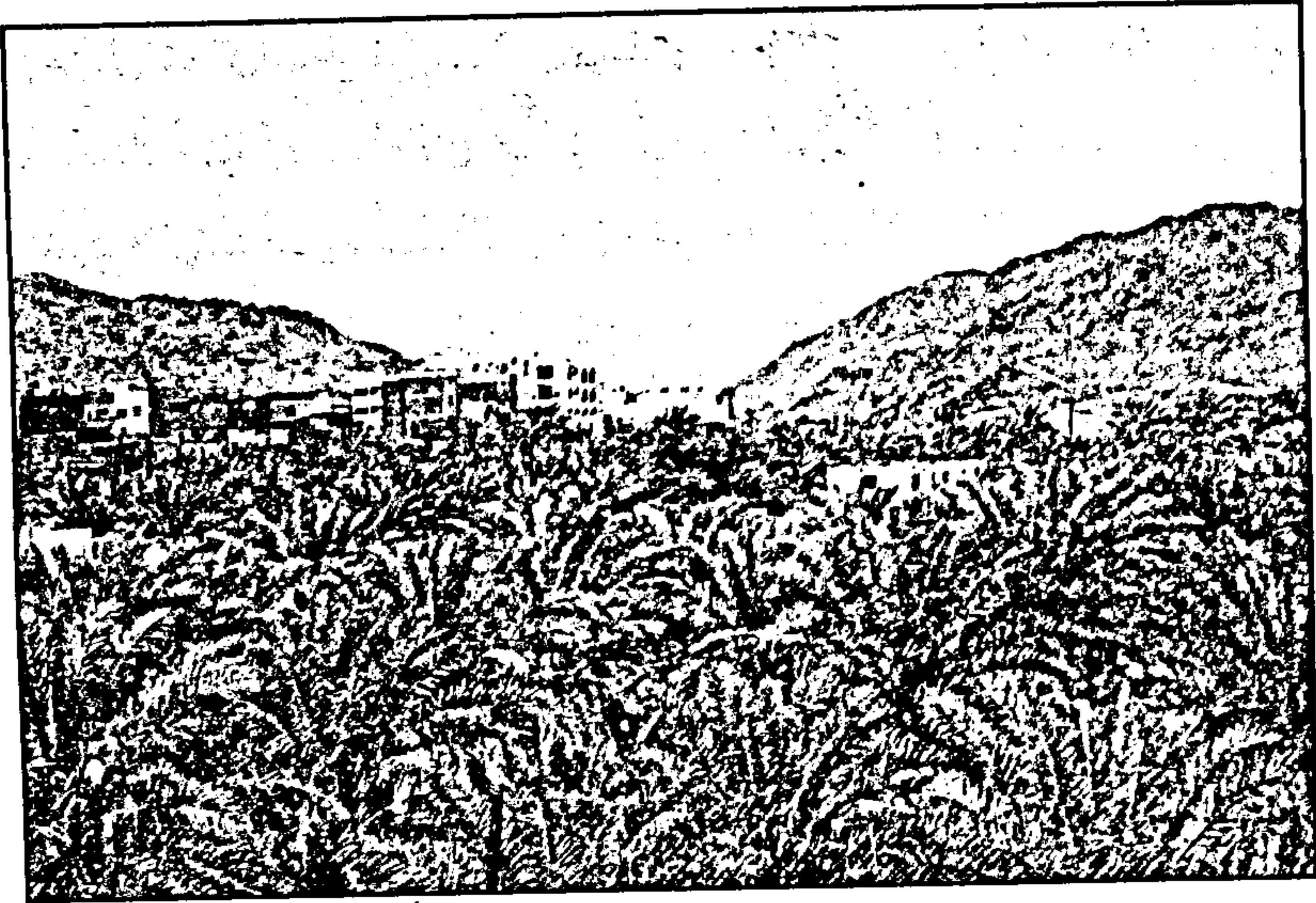
مسجد عریش کے سامنے میدان جنگ کا ایک حصہ جہاں اب کھجوروں کا باغ ہے
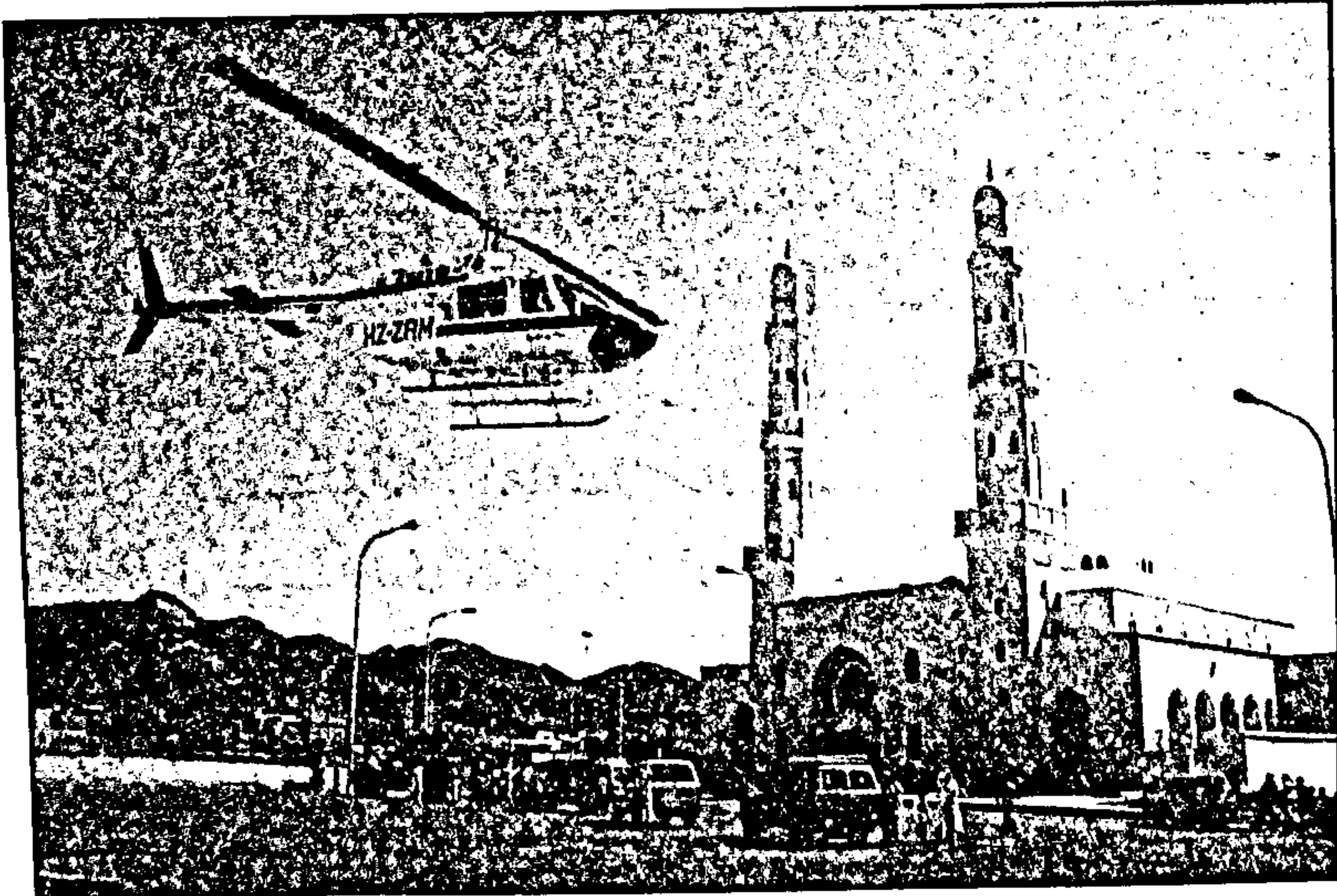
مسجد عریش برابر میں ہیلی پیڈ نظر آرہا ہے

جنگ سے پہلے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ

مغازی الواقدی میں ہے مجھ سے محمّد بن قدامہ نے اس نے عمر بن حسین سے روایت کیا ہے کہ بدر کے روز رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا علَم مہاجرین کا علَم تھا جو مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، خزرج کا جھنڈا حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کے پاس اور اوس کا جھنڈا اسعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز خطبہ دیا، اللہ کی حمد و ثنابیان کی پھر اجر و ثواب کے حصول کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا :-

"امابعد ! میں تمہیں اس چیز پر برانگیختہ کرتا ہوں جس پر اللہ عزوجل نے تمہیں برانگیختہ کیا ہے، اور ان کاموں سے تمہیں منع کرتا ہوں جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں منع فرمایا ہے۔ اللہ عظمتِ شان والا ہے وہ حق کا حکم دیتا ہے، سچائی کو پسند فرماتا ہے اور نیک کام کرنے والوں کو اپنے ہاں بلند منازل عطا فرماتا ہے۔ اسی سے ان کا ذکر بلند ہوتا ہے اور انہیں فضیلت حاصل ہوتی ہے، آج تم حق کی منزلوں میں سے ایک منزل پر کھڑے ہو، اس مقام پر اللہ تعالیٰ کسی سے صرف وہی عمل قبول کرے گا جو محض اس کی رضا کے لئے کیا گیا ہو، اور جنگ کے موقع پر صبر ہی ایسی چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ غم واندوہ کو دور کرتا ہے اور رنج سے نجات عطا فرماتا ہے۔ اسی صبر سے تم آخرت میں نجات پاؤ گے۔ تم میں اللہ کا نبی موجود ہے جو تمہیں بعض چیزوں سے روکتا ہے اور بعض چیزوں کا حکم دیتا ہے۔ آج تم کو ایسے کسی عمل سے احتراز کرنا چاہیے جس کے ارتکاب سے اللہ تعالیٰ تم سے ناراض ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اللہ تعالیٰ کی تم سے بیزاری اس بیزاری سے زیادہ سخت ہے جو تمہیں اپنے آپ سے ہے ان چیزوں کو غور سے دیکھو جن کا اس نے تمہیں اپنی کتاب میں حکم دیا ہے اور اپنی جو نشانیاں تمہیں دکھائی ہیں۔ اس نے ذلت کے بعد تمہیں عزت بخشی ہے، اس کا دامن رحمت مضبوطی سے تھام لو تمہارا رب تم سے راضی ہو گا اور ان مقامات پر اپنے رب کو آزماؤ تم اس کی اس رحمت اور مغفرت کے مستحق ہو جاؤ گے جس کا اس نے تم سے وعدہ فرمایا ہے۔ بے شک اس کا وعدہ حق ہے اور اس کا قول سچا ہے۔ اور اس کا عذاب بہت سخت ہے، بے شک میں اور تم اللہ کی مدد طلب کرتے ہیں جو حی و قیوم ہے وہی ہمارا پشت پناہ ہے۔ ہم نے اسی کا دامن تھاما

ہوا ہے۔ اسی پر ہمارا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے"۔(۱)

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی صفیں بالکل سیدھی اور برابر بنوائیں تاکہ ان کی صفیں نماز کی صفوں کی طرح ہوں کوئی اپنی جگہ سے آگے یا پیچھے نہ ہو، محدثین روایت کرتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی صفوں کی ایسی ترتیب رکھی کہ ہر صف دوسری صف سے ملی ہوئی تھی صحابہ ایک دوسرے سے مل کر کھڑے تھے ان میں کوئی رخنہ اور خلا نہیں تھا، ہر مجاہد دوسرے مجاہد کی زرہ بنا ہوا تھا اور وہ سب ایک دوسرے کی حفاظت اور دفاع کے لئے تیار تھے۔

سواد کی محبتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم:

آپ بغیر پیکان کا تیر ہاتھ میں لئے صفیں درست کرا رہے تھے، آپ نے دیکھا سواد بن غزیہ صف میں اپنے ساتھیوں سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ آپ نے اس لکڑی سے سواد کے پیٹ پر ہلکی سی چوٹ لگائی اور فرمایا "اے سواد! برابر کھڑے ہو" سواد نے عرض کیا یارسُول اللہ! آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق اور عدل کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے مجھے اس کا بدلہ دیں، راوی کہتے ہیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا شکم اطہر کھول دیا اور سواد سے فرمایا "بدلہ لے لو" سواد آگے بڑھ کر آپ سے لپٹ گیا اور آپ کے شکم مبارک کو بوسے دینے لگا۔ آپ نے دریافت فرمایا سواد! تم نے یہ حرکت کیوں کی؟ عرض کیا یارسُول اللہ، جو مرحلہ درپیش ہے اسے آپ ملاحظہ فرمارہے ہیں میری یہ آرزو تھی کہ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت میرا جسم آپ کے جسم اطہر سے مَس ہو جائے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواد کے لئے دعائے خیر فرمائی۔(۲)

---

(۱) المغازی ۔ واقدی ۔ جزء اول ص ۵۸-۵۹ (۲) سیرت ابن ہشام ص ۶۲۶
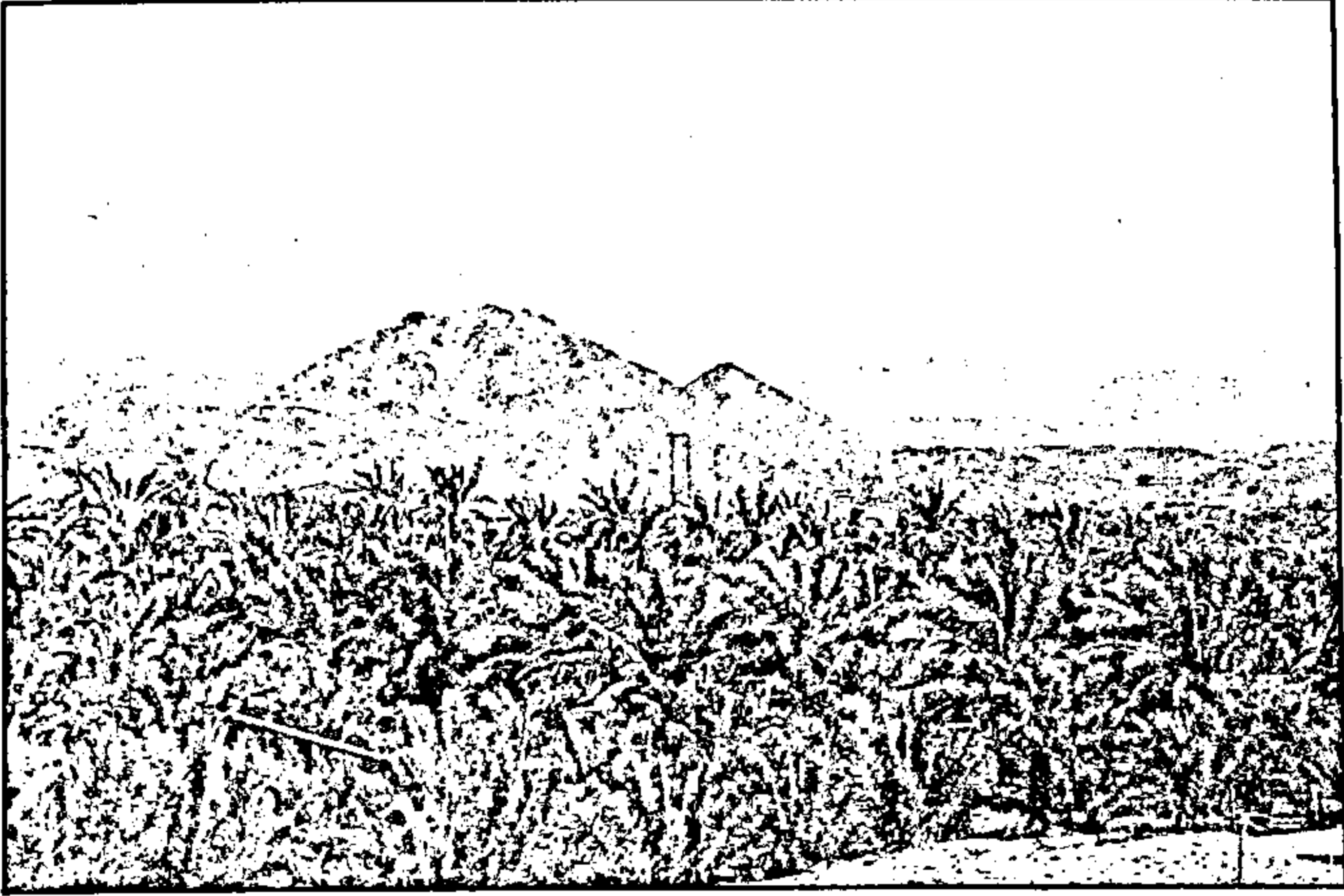
العدوۃ الدنیا سے آگے بڑھنے کے بعد لشکر اسلام کے پڑاؤ کا مقام
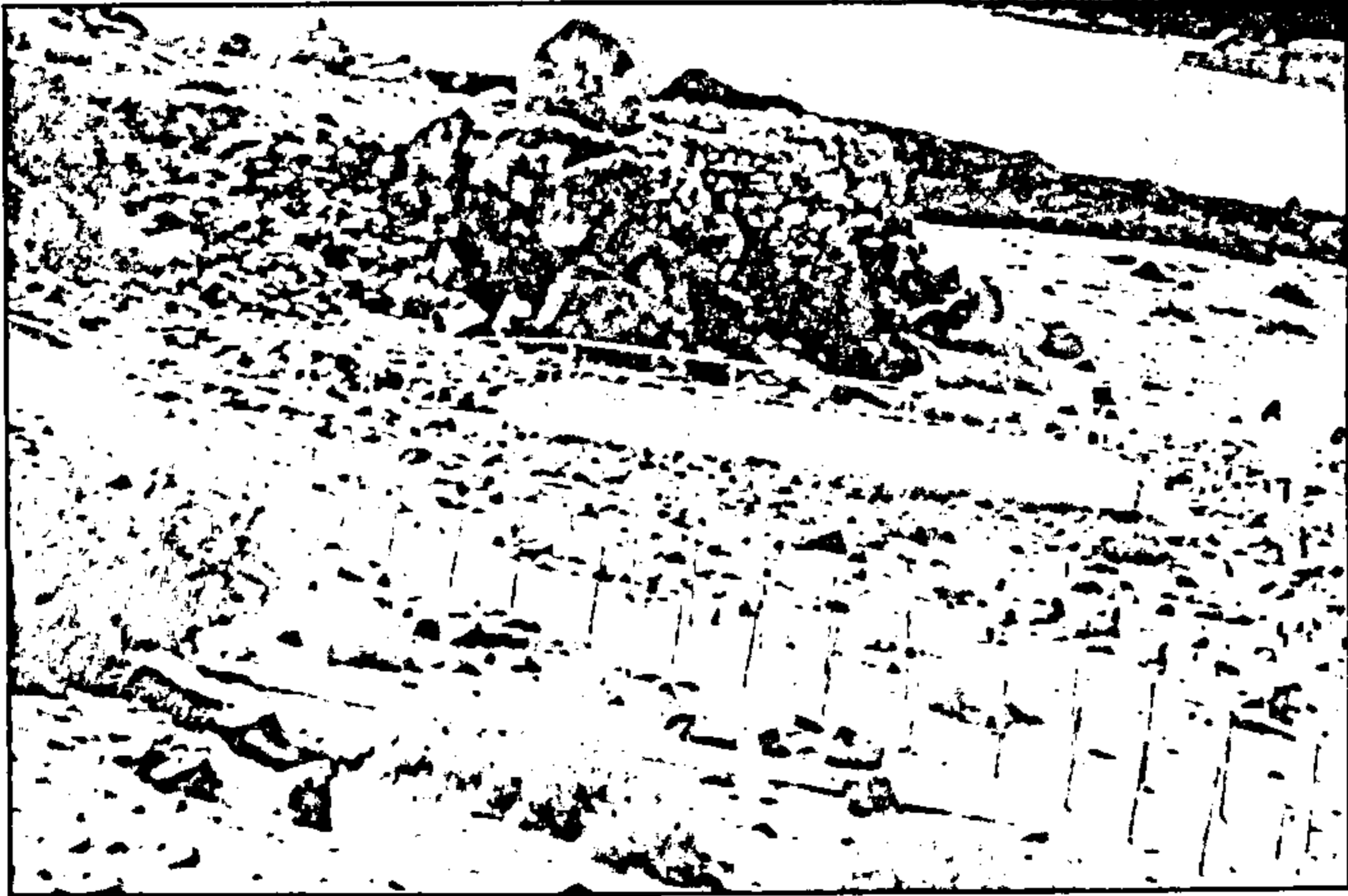
رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستانے کا مقام

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں انصار کا ایک خوش طبع آدمی صف میں موجود تھا وہ اپنی باتوں سے لوگوں کو ہنسا رہا تھا۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے دست مبارک میں موجود لکڑی سے اس کی کمر میں چوکا دیا اس نے عرض کیا یا رسُول اللہ! مجھے بدلہ لینے کی اجازت دیں، آپ نے فرمایا آؤ بدلہ لو، اس نے کہا آپ قمیص پہنے ہوئے ہیں میرے جسم پر قمیص نہیں تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی قمیص ہٹالی وہ آگے بڑھا اور آپ کے شکم اطہر کو بوسے دینے لگا۔

مذکورہ بالا دونوں روایات سے معلوم ہوتا ہے آپ نے قصاص کے مطالبہ پر فوراً اپنے آپ کو پیش فرما دیا اور صحابہ کے دل و دماغ کی گہرائیوں میں یہ حقیقت راسخ کر دی کہ کوئی فرد حق سے بالاتر نہیں ہے اور جس نے کوئی جرم کیا ہے وہ خود کو قصاص کے لئے پیش کر دے۔ خواہ وہ کسی اعلیٰ عہدے اور مرتبے پر فائز ہو۔ کیونکہ صحابہ کرام میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے بڑھ کر باعزت و عظمت اور مرتبہ و وقار والا کوئی نہ تھا۔ اور آپ نے قصاص کے مطالبہ پر بلا تاخیر اپنے آپ کو پیش فرما دیا۔

اس سے لوگوں کے مابین مساوات کا درس ملتا ہے آپ لوگوں میں گھل مل کر رہتے تھے ان سے ممتاز اور نمایاں ہو کر رہنا آپ کو پسند نہیں تھا باوجودیکہ آپ اللہ کے نبی، صحابہ میں افضل ترین اور ان کے قائد و رہنما تھے۔

ان روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے کس قدر محبت کرتے تھے وہ آپ سے قرب کے بہانے تلاش کرتے تھے تاکہ انہیں آپ کے جسم اطہر کے قرب سے اللہ کی رحمت اور برکت حاصل ہو جائے۔ مروی ہے "جہنم کی آگ اس چیز کو نہیں چھوئے گی جو آپ کے جسم اطہر سے مَس ہوئی"۔
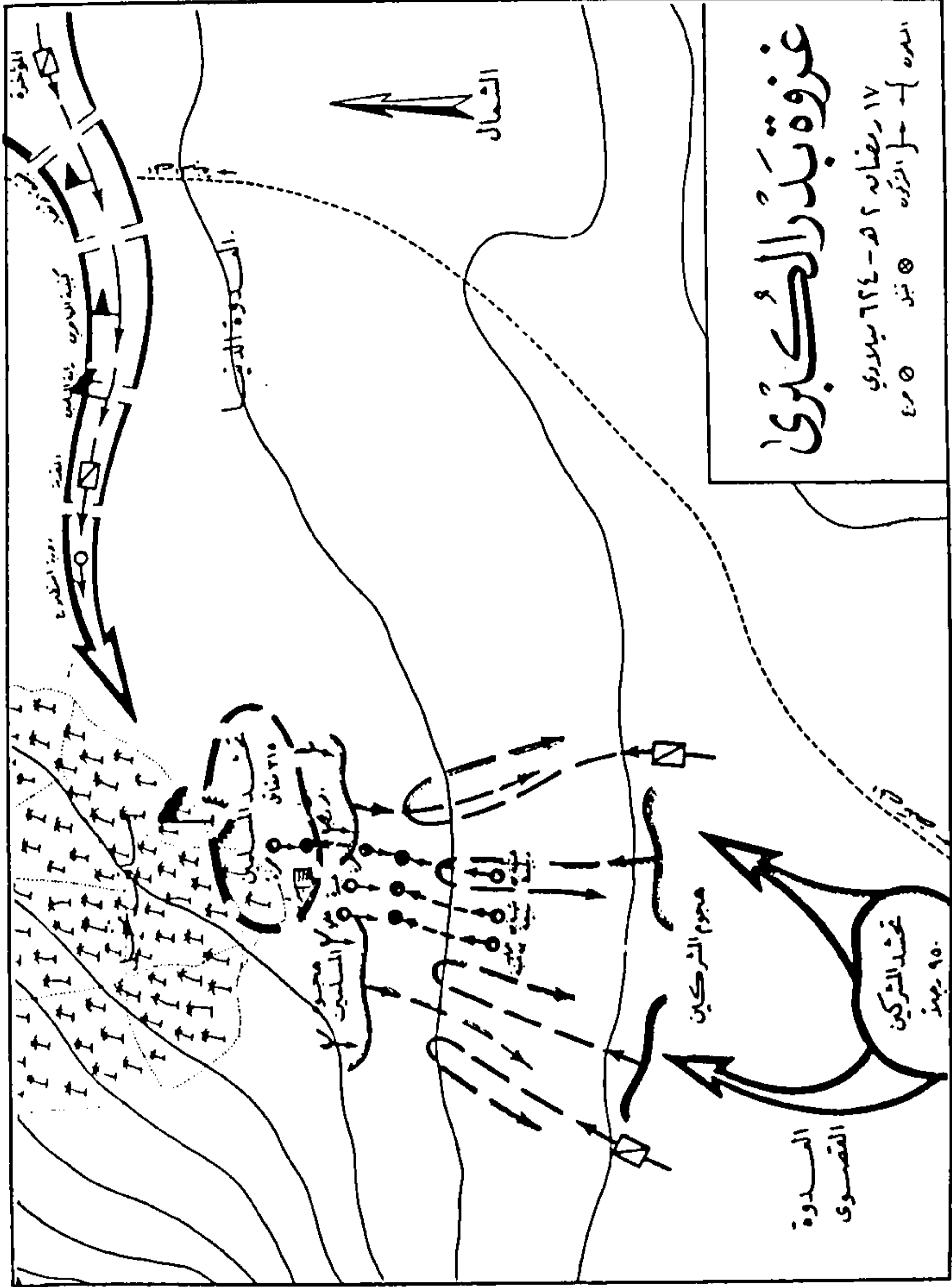
غزوہ بدر کا نقشہ : (ڈاکٹر حسین مونس کی کتاب "یوم التقی الجمعان" سے ماخوذ)
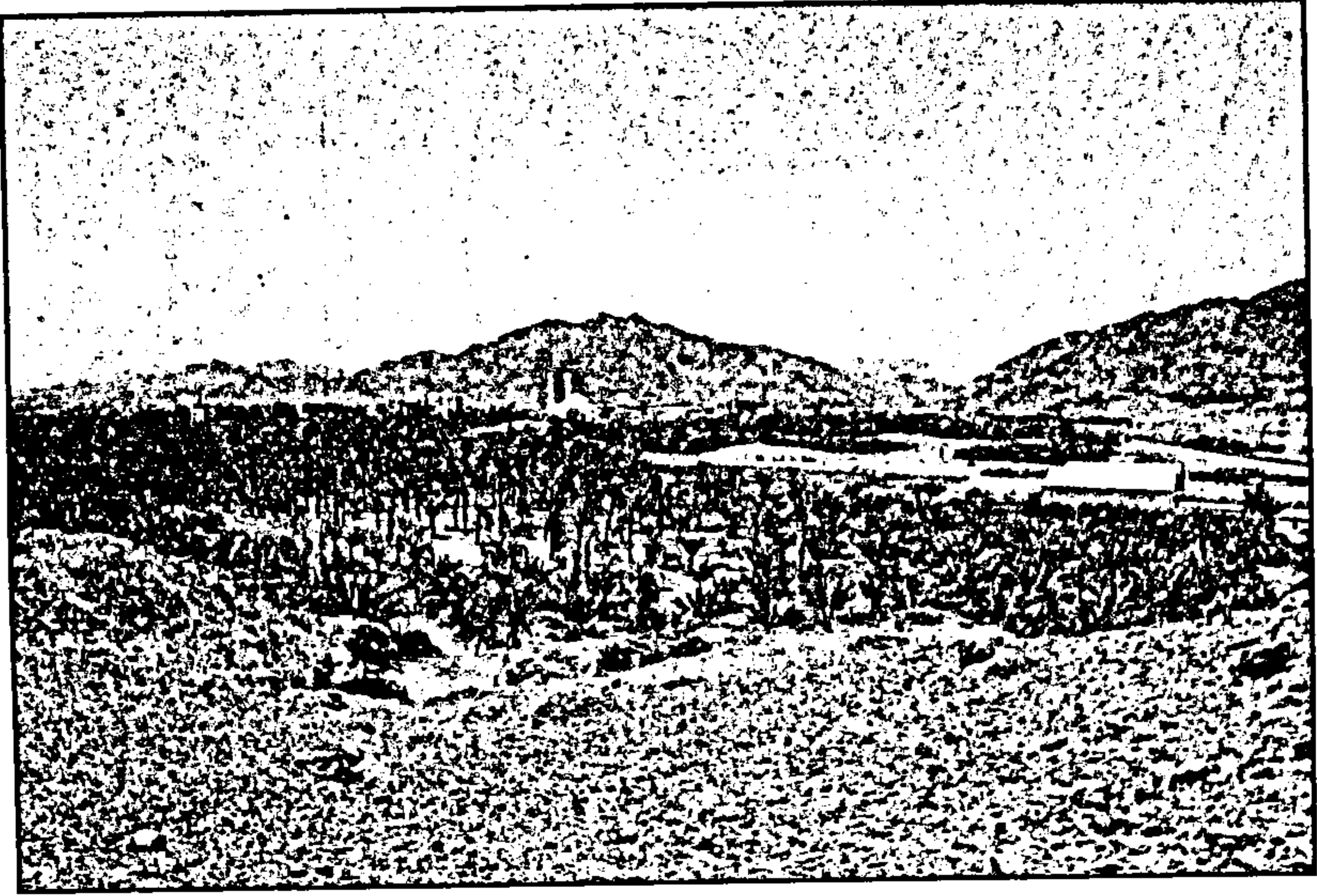
العدوۃ القصویٰ سے آگے بڑھنے کے بعد قریش کی قیام گاہ
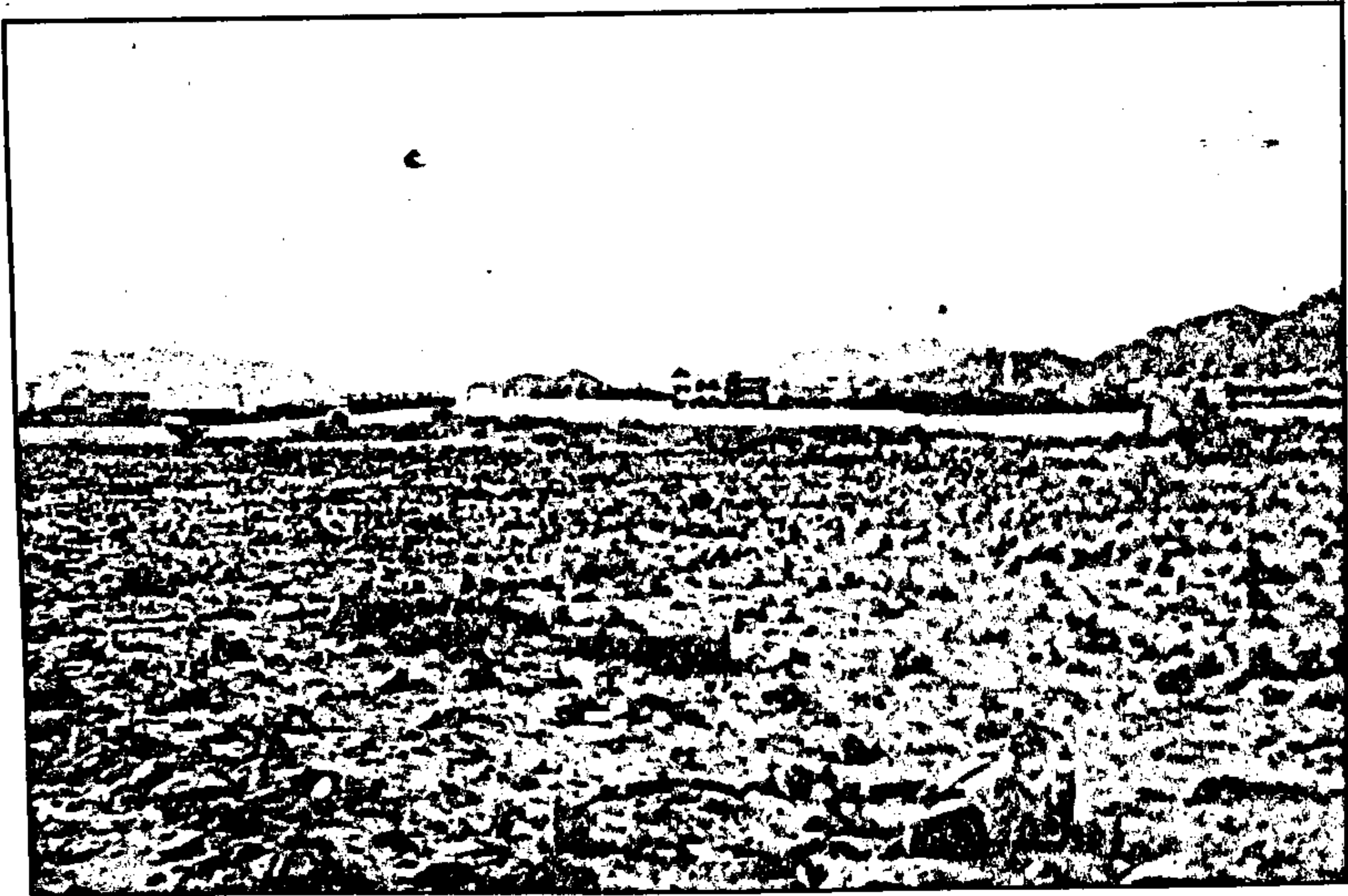
سرزمین معرکہ کا ایک حصہ

میدانِ جنگ اور جنگی حکمتِ عملی

جب صفیں درست ہو گئیں اور دونوں لشکر آمنے سامنے آگئے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا:

۱۔ دشمن کا تیروں سے مقابلہ کریں۔
۲۔ تیر صرف اس وقت چلائیں جب دشمن قریب ہوں اور تیر ٹھیک نشانہ پر بیٹھے، ضائع نہ ہو۔
۳۔ تلواریں اس وقت نکالی جائیں جب دوبدو جنگ کی نوبت آجائے۔

بدر میں آباد بنو غِفار کے لوگ بھی جنگ کا نظارہ کرنے اور مفتوح کے مال واسباب چھیننے اور غنیمت میں حصّہ دار بننے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ انہیں جنگ کا یہ انداز بالکل جداگانہ نظر آیا، اس طرح صف بستہ ہو کر لڑنا اہل عرب میں مروج اور معروف نہ تھا، ان کے ہاں تو دونو لشکر بغیر صف آرائی کئے باہم گتھ جایا کرتے تھے پھر ہر چہ بادلباد۔ کمزور بھاگ جاتا اور طاقت ور میدان مار لیتا۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمایا وہ اسے لے کر آگے بڑھے اور آپ کے منتخب فرمودہ مقام پر جھنڈا نصب کر دیا۔ آپ صفوں کو ملاحظہ فرمانے لگے، اسلامی لشکر کا رخ مغرب کی طرف تھا سورج پیچھے تھا، مشرکوں کا رخ سورج کی طرف تھا، ایک صحابی نے آگے بڑھ کر گذارش کی یارسُول اللہ ! اگر یہاں صف بندی اور انتظامات وحیِ الٰہی کے مطابق ہیں تو فبھا ورنہ میرا خیال ہے آپ وادی کی بلندی پر صف بندی کروائیں کیونکہ وادی کی بلندی سے ہوا چلنا شروع ہو گئی ہے میرا اندازہ ہے یہ ہوا آپ کی نصرت میں ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میں نے صف بندی کر لی ہے اور جھنڈا نصب کر دیا ہے اب میں اسے نہیں بدلوں گا۔ آپ نے صحابی کی رائے سماعت فرمائی اسے شرف قبولیت نہ بخشا بلکہ اللہ پر توکل کیا اور تمام معاملات کو جوں کا توں برقرار رکھا۔ جبکہ قبل ازیں حباب کی رائے کو قبول فرماتے ہوئے بدر کے آخری کنوئیں پر قیام فرمایا تھا۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عریش میں تشریف لائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے، آپ اللہ جل مجدہٗ الکریم سے نصرت اور اپنا وعدہ پورا کرنے کی التجائیں کرنے لگے۔ عرض کرنے لگے "بارِ الٰہا ! اگر آج یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو زمین پر تیری عبادت نہیں ہو گی" آپ کی الحاح وزاری اور شدت گریہ وزاری دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا شانہؑ مبارک پکڑ کر گذارش کی یارسُول اللہ ! بس کیجئے

آپ نے بہت الحاح وزاری کرلی ہے، اللہ تعالیٰ آپ سے کیا ہوا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا۔ اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ	جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری
اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ	دعا قبول کرلی اور فرمایا کہ تسلی رکھو ہم ہزار فرشتوں سے جو
مُرْدِفِيْنَ ﴿٩﴾	ایک دوسرے کے پیچھے آتے جائیں گے تمہاری مدد کرینگے ﴿٩﴾

(سورۃ الانفال۔ آیت ۹)

اسی دوران رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونگھ آگئی یا اونگھ جیسی کیفیت طاری ہوگئی۔ آپ ہوشیار ہوئے اور فرمایا "ابوبکر خوشخبری ہو اللہ کی مدد آگئی ہے یہ جبریل اپنے گھوڑے کی لگام تھامے آرہے ہیں، جس کے پاؤں پر غبار ہے"۔

میدانِ بدر میں بارگاہِ رب العزت میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طلبِ نصرت کی متعدد دعائیں منقول ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے تمام مادی وسائل مہیا کرنے، صف بندی، ہدایات، خطبہ، راہ خدا میں قتال پر ترغیب و تحریص کے بعد آپ کی پوری توجہ بارگاہِ رب العزت کی طرف ہوگئی، نصرت و توفیق کی التجائیں اور وعدہ ایفائی کی درخواستیں آپ کے لبوں پر مچلتی رہیں۔

پھر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف تشریف لائے انہیں جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے آج جو شخص صبر کرتے ہوئے ثواب کی امید رکھتے ہوئے آگے بڑھتا جائے گا۔ پیٹھ نہیں پھیرے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا"۔ بنو سلمہ کے عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ ہاتھ میں چند کھجوریں لئے کھا رہے تھے انہوں نے یہ سنا تو عرض کیا، واہ وا کیا میرے اور جنت کے درمیان اس کے سوا کوئی چیز حائل نہیں کہ یہ لوگ مجھے قتل کردیں، پھر اپنے ہاتھ کی کھجوریں پھینک دیں اور تلوار بے نیام کرکے دشمنوں سے لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ (۱)

قریش صبح کے وقت جبل عققل سے وادئ بدر کی طرف آئے، ان کی شب اختلاف وانتشار میں گذری تھی وہ فخر و غرور کے باوجود دبے ہوئے اور مسلمانوں سے مرعوب نظر آتے تھے۔

لشکر قریش میں سے سب سے پہلے زمعہ بن اسود اپنے بیٹے کے ساتھ گھوڑا دوڑاتا ہوا نکلا وہ لوگوں کو اپنی بہادری اور جی داری دکھانا چاہتا تھا، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے لشکر کو دیکھ کر یہ دعا فرمائی:

---

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۶۲۷

"اے اللہ! یہ قریش ہیں جو بڑے فخر و غرور سے چلے آرہے ہیں تاکہ تیرے ساتھ ٹکرائیں اور تیرے رسُول کو جھٹلائیں۔ اے اللہ! اپنی وہ مدد بھیج جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ اے اللہ! کل ان کو ہلاک فرمادے"۔(۱)

دوسری روایت میں ہے آپ نے یہ دعا کی "اے اللہ! تو نے مجھ پر کتاب نازل فرمائی ہے مجھے ثابت قدمی کا حکم فرمایا ہے اور تو نے مجھ سے دو میں سے ایک گروہ کا وعدہ فرمایا، بے شک تو اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا، اے اللہ! تو کل انہیں ہلاک فرمادے، اے اللہ! زمعہ بن اسود کو نہ چھوڑ، اے اللہ! ابو زمعہ کی آنکھ پھوڑ دے اسے اندھا کردے، اے اللہ، سہیل کو نہ چھوڑ۔(۲)

ابو جہل کی دعا :

بعض محدثین روایت کرتے ہیں کہ جب فریقین ایک دوسرے کے قریب آگئے تو ابو جہل نے یہ دعا مانگی "اے اللہ! جو ہم میں سے زیادہ قطع رحمی کرنے والا ہے اور ہمارے پاس ایسی چیز لایا ہے۔ جسے ہم نہیں پہچانتے اسے ہلاک کردے"۔(۳) ابو جہل کی اس دعا کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی :

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ	(کافرو) اگر تم (محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر) فتح چاہتے ہو تو تمہارے پاس فتح آچکی
وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ	(دیکھو) اگر تم (اپنے افعال سے) باز آجاؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور
تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ	اگر پھر (نافرمانی) کرو گے تو ہم بھی پھر (تمہیں عذاب) کریں گے اور تمہاری جماعت
شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾	خواہ کتنی ہی کثیر ہو تمہارے کچھ بھی کام نہ آئیگی اور خدا تو مومنوں کے ساتھ ہے ﴿۱۹﴾

(سورۃ الانفال۔ آیت ۱۹)

مشرکین حوض پر آتے ہیں :

مشرکوں کے چند لوگ مسلمانوں کے حوض پر پانی پینے کے لئے آئے، بعض صحابہ نے انہیں منع کرنے کا ارادہ کیا، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انہیں مت روکو" انہوں نے سیر ہو کر پانی پیا، راوی کہتے ہیں جن لوگوں نے اس روز مسلمانوں کے حوض سے پانی پیا تھا وہ سب میدانِ جنگ میں مارے گئے سوائے حکیم بن حزام کے، آپ اس کے بعد زندہ رہے، مسلمان ہو گئے اور مسلمان ہونے کا حق ادا کر دیا، بعد میں وہ جب بھی قسم کھاتے تو کہتے "اس ذات کی قسم جس نے مجھے بدر کے دن نجات عطا فرمائی"۔(۴)

---

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۱۳۵ (۲) سیرت ابن ہشام ص ۶۲۸

(۳) سیرت ابن ہشام ص ۶۲۲ (۴) سیرت ابن ہشام ص ۶۲۲

بحکم الٰہی ہر فریق دوسرے کو کم اور کمزور دیکھ رہا تھا

اِذۡ یُرِیۡکَهُمُ اللّٰهُ فِیۡ مَنَامِكَ قَلِیۡلًا ؕ وَّلَوۡ اَرٰىكَهُمۡ كَثِیۡرًا لَّفَشِلۡتُمۡ وَلَتَنَازَعۡتُمۡ فِی الۡاَمۡرِ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۴۳﴾ وَاِذۡ یُرِیۡكُمُوۡهُمۡ اِذِ الۡتَقَیۡتُمۡ فِیۡۤ اَعۡیُنِكُمۡ قَلِیۡلًا وَّیُقَلِّلُكُمۡ فِیۡۤ اَعۡیُنِهِمۡ

اُس وقت خدا نے تمہیں خواب میں کافروں کو تھوڑی تعداد میں دکھایا اور اگر بہت کر کے دکھاتا تو تم لوگ جی چھوڑ دیتے اور (جو) کام (در پیش تھا اُس) میں جھگڑنے لگتے لیکن خدا نے (تمہیں اس سے) بچا لیا بیشک وہ سینوں کی باتوں تک سے واقف ہے ﴿۴۳﴾ اور اُس وقت جب تم ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو کافروں کو تمہاری نظروں میں تھوڑا کر کے دکھاتا تھا اور تم کو اُن کی نگاہوں میں تھوڑا کر کے دکھاتا تھا

(سورۃ الانفال۔ آیات ۴۳۔۴۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں مشرکین، بدر کے دن ہمیں کم دکھائی دے رہے تھے میں نے ایک آدمی سے کہا تمہارا کیا خیال ہے یہ ستر ہوں گے؟ اس نے کہا میرے اندازے کے مطابق سو ہوں گے۔

مشرکوں کو مسلمان بہت کم تعداد میں نظر آرہے تھے۔ چند مشرکوں نے مسلمانوں کی قلت کے پیش نظر کہا۔

غرھؤ لاء دینھم — ان لوگوں کو ان کے دین نے مغرور کر رکھا ہے۔

(سورۃ الانفال۔ آیت: ۴۹)

قَدۡ كَانَ لَكُمۡ اٰيَةٌ فِىۡ فِئَتَيۡنِ الۡتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَاُخۡرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوۡنَهُمۡ مِّثۡلَيۡهِمۡ رَاۡىَ الۡعَيۡنِ ؕ

تمہارے لئے دو گروہوں میں جو (جنگ بدر کے دن) آپس میں بھڑ گئے (قدرت خدا کی عظیم الشان) نشانی تھی ایک گروہ (مسلمانوں کا تھا وہ) خدا کی راہ میں لڑ رہا تھا۔ اور دوسرا گروہ (کافروں کا تھا وہ) ان کو اپنی آنکھوں سے اپنے سے دوگنا مشاہدہ کر رہا تھا

(سورۃ آلِ عمران۔ آیت ۱۳)

جنگ سے قبل مسلمانوں کو مشرک قلیل تعداد میں اور مشرکوں کو مسلمان بہت کم تعداد میں نظر آرہے تھے اور جب دونوں فریق مقابل ہوئے اور لڑائی شروع ہوئی تو صورت حال بدل گئی اور مسلمان مشرکوں کو

اپنے سے دگنے نظر آنے لگے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتوں کو روانہ فرمایا جس سے ان کی تعداد بڑھ گئی۔

اسود مخزومی کی قسم :

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ قریش میں اسود مخزومی نہایت بد خلق، شریر اور بدذات شخص تھا اس نے قسم کھائی کہ وہ ہر حالت میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض سے پانی پیے گا یا حوض کو مسمار کر دے گا یا پھر خود وہیں ہلاک ہو جائے گا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کو آئے اور اس کو ایسی تلوار ماری کہ اس کی پنڈلی پیر سمیت اڑا دی۔ اسود پیٹھ کے بل جا گرا۔ اور اس حالت میں بھی وہ حوض کی طرف بڑھنے لگا تاکہ اپنی قسم پوری کرلے اور صحیح ٹانگ سے حوض کی دیوار گرانے لگا۔ حضرت حمزہ نے آگے بڑھ کر تلوار کی دوسری ضرب لگائی اور اسے حوض میں قتل کر دیا۔(۱)۔

غور کیجئے پہلے چند مشرک پیاس بجھانے کے لئے حوض پر آئے تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پیاس بجھانے دی، اگرچہ وہ دشمن تھے مگر رحمت اور انسانیت کا یہی تقاضا تھا۔ لیکن اسود مخزومی اتراتا ہوا، سرکشی، بد اخلاقی اور بے ادبی سے بالجبر پانی پینا یا حوض خراب کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے اسے اجازت نہ دی۔ ایسے شخص کی گوشمالی اور اسے اپنی اوقات میں رکھنا ضروری تھا تاکہ دوسروں کو بھی کان ہو جائیں۔ ایسے واقعات سے ہمیں جنگ اور میدان کارزار میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور طرز عمل کا سبق ملتا ہے۔

مبارزت :

دورِ جاہلیت میں عربوں میں یہ طریقہ مروج تھا کہ عام جنگ سے پہلے بہادروں کے انفرادی مقابلے ہوتے تھے، ایک طرف سے بہادر نکلتا اور حریف لشکر سے مقابلے کے لئے آدمی طلب کرتا۔ چنانچہ لشکر کفار سے عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور بیٹے ولید بن عتبہ کو دائیں بائیں لئے میدان جنگ میں آکھڑا ہوا اور مد مقابل طلب کرنے لگا۔ عتبہ جب مقابلے کے لئے نکلنے لگا تو کسی نے اسے کہا "تم تو جنگ سے منع کر رہے تھے اور اب سب سے پہلے تمہی جنگ کے لئے نکل رہے ہو" عتبہ سنی ان سنی کر گیا، اس سے پہلے وہ لوگوں کو واپسی کی ترغیب دیتا رہا۔ لڑائی سے باز رہنے کی تلقین کرتا رہا اپنے حلیف عمرو بن الحضرمی کا خون بہا دینے اور اس کے مالی

---

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۶۲۴۔ ۶۲۵

نقصان کی تلافی کرنے کی ذمہ داری لینے پر تیار ہو گیا۔ لیکن ابو جہل اور قریش کے احمقوں نے اس کا مذاق اڑایا تھا۔ اب عتبہ گویا قوم کے سامنے اپنی شجاعت و بہادری ثابت کرنا چاہتا تھا تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ عتبہ خوف یا بزدلی کی وجہ سے واپس جانے کی ترغیب دے رہا تھا۔ انصار کے تین جوان ایک قول کے مطابق عوف بن حارث، معوذ بن حارث اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنھم مقابلے کے لئے نکلے، عتبہ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم انصار میں سے ہیں، وہ بولے ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ پھر ان میں سے کسی نے بلند آواز سے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے مقابلے کے لئے ہماری قوم کے مد مقابل بھیجو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عبیدہ بن حارث تم اٹھو، حمزہ آپ اٹھیں، علی تم اٹھو، تینوں حضرات جب ان کے قریب پہنچے تو انہوں نے کہا اپنا تعارف کراؤ تم کون ہو؟ سب نے اپنا اپنا نام بتایا یہ سن کر وہ کہنے لگے "بے شک تم معزز مد مقابل ہو"۔

حضرت حمزہ نے شیبہ کو للکارا اور چشم زدن میں خاک و خون میں لوٹا دیا، حضرت علی نے ولید کو چیلنج کیا اور آنِ واحد میں ڈھیر کر دیا، حضرت عبیدہ ان میں سے عمر رسیدہ تھے ان کی عتبہ بن ربیعہ سے پنجہ آزمائی شروع ہوئی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو کاری ضربیں لگائیں۔ حضرت حمزہ اور علی اپنے حریفوں کا کام تمام کر کے فارغ ہو چکے تو عتبہ کی طرف پلٹے اور اسے قتل کر دیا اور حضرت عبیدہ کو لشکر اسلام میں اٹھا لائے۔

حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ زخمی حالت میں اٹھا کر لائے گئے انہوں نے اپنا سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم شریف پر رکھ دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں شہید نہیں ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میں تیری شہادت کا گواہ ہوں" بدر سے واپسی کے سفر میں وادی صفراء میں حضرت عبیدہ کا انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔

ھند بنت اثاثہ بن عباد بن المطلب ان کے مرثیہ میں کہتی ہیں:

۱۔ وادی صفراء نے بزرگی، سرداری، مسلمہ حلم اور عقل و فہم کی بڑی مقدار اپنے پاس رکھ لی۔

۲۔ عبیدہ کو (اپنے پاس رکھ لیا) پس مسافر مہمانوں اور ان بیواؤں کے لئے تو اس پر رو جو ان کے لئے درخت کے تنے کی طرح تھا۔

۳۔ اور اس پر ان لوگوں کے لئے رو جو موسم سرما میں آسمان کے کنارے قحط سے سرخ ہونے پر اس کے پاس آتے تھے۔

۴۔ اور یتیموں کے لئے رو جب سخت ہوا کے تیز جھونکے آتے تھے (انہیں اسی کے پاس پناہ ملتی تھی) اور

ان دیگوں کے لئے جو بڑی مدت تک جوش مارتی رہتی تھیں۔

۵۔ اگر ان کی آگ بجھ جاتی تو وہ اسے موٹی موٹی لکڑیوں کے ایندھن سے سلگایا کرتا تھا۔

۶۔ یہ سب رات کو کسی آنے والے یا مہمانی کے طالب اور راہ گیر کے لئے ہوتا تھا جو کھنکھار کر خود کو اس پر ظاہر کرتا تھا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، حضرت علی نے فرمایا" قیامت کے دن سب سے پہلے میں اللہ کے حضور اپنی حجت ثابت کرنے کے لئے گھٹنوں کے بل گروں گا۔ یہ آیت ہمارے (یعنی حضرت علی، حمزہ اور عبیدہ رضی اللہ عنہم اور عتبہ، شیبہ اور ولید کے) بارے میں نازل ہوئی۔(۱)

هٰذٰنِ خَصۡمٰنِ اخۡتَصَمُوۡا فِیۡ رَبِّهِمۡ فَالَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا قُطِّعَتۡ لَهُمۡ ثِیَابٌ مِّنۡ نَّارٍ یُصَبُّ مِنۡ فَوۡقِ رُءُوۡسِهِمُ الۡحَمِیۡمُ ﴿۱۹﴾

یہ دو فریق، ایک دوسرے کے دشمن اپنے پروردگار کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ تو جو کافر ہیں اُن کیلئے آگ کے کپڑے قطع کئے جائیں گے (اور) انکے سروں پر جلتا ہوا پانی ڈالا جائے گا ﴿۱۹﴾

(سورۃ الحج۔ آیت۔ ۱۹)

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیں برابر فرمائیں۔ اور مجاہدین اسلام کو حکم دیا جب دشمن تمہارے قریب آجائے تو تیر اندازی کرنا، دور سے تیر پھینک کر انہیں ضائع نہ کرنا، جب دشمن تم پر چھا جائے تو تلواریں بے نیام کرنا۔

حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں بدر کے دن جب ہم نے قریش کے مقابل صف بندی کرلی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" جب دشمن تم پر حملہ آور ہو تب تیر چلانا"۔ پھر آپ نے ہمیں خطبہ دیا اور جہاد کی ترغیب دی۔ اور واپس عریش میں تشریف لے گئے۔ جناب خفاف بن ایماء بیان کرتے ہیں میں نے بدر کے دن رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو دیکھا لوگ ان پر حملہ آور ہو رہے تھے مگر انہوں نے اپنی تلواریں نیاموں سے نہیں نکالی تھیں وہ کمانوں کو حرکت میں لا رہے تھے۔ وہ ایک دوسرے کے بالکل قریب صف بستہ تھے ایک دوسرے کے لئے ڈھال کا کام دے رہے تھے۔ ان کی صفوں میں کوئی خلا اور رخنہ نہیں تھا۔ ان کی تلواریں اس وقت بے نیام ہوئیں جب دست بدست جنگ کی نوبت آگئی۔ میرے لئے یہ طریقِ جنگ بہت تعجب خیز تھا۔ بعد میں میں نے ایک مہاجر صحابی سے اس کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہی حکم فرمایا تھا کہ جب تک دشمن تم پر چھا نہ جائے تلواریں نیام میں رکھنا۔

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۶۲۵

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کے ہمراہ عریش کی طرف تشریف لے آئے، رب کائنات سے دعا کرنے لگے، مسلمانوں کی مدد فرمانے اور اپنے وعدہ کے ایفاء کی التجائیں کرنے لگے، اس دوران مسلمانوں کی مدد کے لئے ملائکہ کے نزول کی بشارت آگئی۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ	جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری
أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ	دعا قبول کرلی (اور فرمایا) کہ (تسلی رکھو) ہم ہزار فرشتوں سے جو
مُرْدِفِينَ ﴿٩﴾	ایک دوسرے کے پیچھے آتے جائیں گے تمہاری مدد کرینگے ﴿٩﴾
وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ	اور اس مدد کو خدا نے محض بشارت بنایا تھا کہ تمہارے دل
بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ ۚ	اس سے اطمینان حاصل کریں۔ اور مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہے۔
إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾	بے شک خدا غالب حکمت والا ہے ﴿١٠﴾

(سورۃ الانفال آیت۔ ۹۔ ۱۰)

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت کریمہ تلاوت کرتے ہوئے باہر تشریف لائے:

سیهزم الجمع ویولون الدبر۔ عنقریب یہ جماعت شکست کھاجائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔
(القمر۔ آیت۔ ۴۵)

قائدِ عظیم رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مقام اور ہر زمان میں مسلمان حکمرانوں، فرمانرواؤں اور سالاروں کے لئے بے مثال اسوہ پیش فرماتے ہیں۔ جنگ کے وقت تمام دستیاب وسائل کے حصول کے لئے ہر ممکن کوشش اور جدوجہد فرماتے ہیں۔ پھر مجاہدین کو ذہنی، جسمانی اور روحانی طور پر تیار کرتے ہیں۔ متعدد گشتی دستے اطراف وجوانب میں آباد قبائل سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے روانہ فرماتے ہیں۔ دشمن کی نقل و حرکت اور ارادوں سے باخبر رہنے کے لئے جاسوسی مشن بھیجتے ہیں۔ بلکہ بدر کے قریب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کی ٹوہ لینے کو تشریف لے جاتے ہیں۔ اپنی خداداد صلاحیت اور فہم و فراست سے قریش کے سقوں کی باتوں سے مشرکوں کے لشکر کی صحیح تعداد کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔ لشکر کے ساتھ موجود قریش کے سرغنوں اور سرداروں کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ لشکر اعداء کے بارے میں تمام ضروری معلومات فراہم کرلیتے ہیں۔ پھر ایسے لشکر کی معیت میں میدان کارزار میں شریک ہورہے ہیں جنہیں اس معرکہ کی اہمیت سے پوری طرح واقف فرما چکے ہیں۔ جو اس معرکہ کے ہمہ گیر اثرات سے بخوبی آشنا ہیں۔ جن کے دل شہادت کی تمنا میں تڑپ رہے ہیں۔ انہیں اللہ کے ہاں شہید کے اجرو

کرامت کا علم ہے اور انہیں اپنے حق و صداقت پر مبنی موقف کی کامرانی پر غیر متزلزل یقین ہے۔

اس تیاری کے بعد آپ نے بعض بے مثال عسکری اقدامات فرمائے۔ پانی پر کنٹرول قائم فرمالیا اور دشمن کے لئے اس کا حصول ناممکن ہو گیا جس سے ان کی ہمتیں پست اور عزائم مضمحل ہو گئے۔ عربوں میں جنگ کا نیا اسلوب متعارف کرلیا مجاہدوں کی باہم ملی ہوئی صفیں ترتیب دیں ہر مجاہد دوسرے مجاہد کے لئے ڈھال کا کام دے رہا تھا۔ اور انہیں سختی سے اپنی اپنی جگہ بر قرار رہنے کی ہدایت فرمائی، یہاں تک کہ جب دشمن ان پر ہجوم کرے تب وہ حرکت کریں تاکہ ان کی محدود قوت محفوظ رہے انتشار کا شکار نہ ہو، پھر حکم فرمایا جب دشمن قریب آجائے تو تیر اندازی کرنا تاکہ ان کے تیر ضائع نہ ہوں اور ہر تیر کسی نہ کسی کو قتل یا زخمی کردے، اور اس لئے بھی تاکہ دشمن ان کے قریب نہ آنے پائے اور ممکنہ وقت تک اسے دور رکھنے کی کامیاب کوشش کی جائے۔

آپ نے مجاہدین اسلام کو حکم فرمایا جب تک دشمن چھانے نہ لگے اور دست بدست جنگ کی نوبت نہ آئے تلواریں نہ نکالیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے جنگی امور سے متعلق صحابہ کرام کی آراء اور مشورے بھی سماعت فرمائے اور بعض مفید مشوروں کو شرف قبولیت بخشا اور صاحب مشورہ کے لئے دعائے خیر بھی فرمائی۔ حضرت حباب بن منذر خزرجی اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کے مشوروں کا ذکر گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

یہ مادی اسباب کی فراہمی تھی، روحانی اور ایمانی طور پر آپ نے صحابہ کرام کے قلوب واذہان میں یہ حقیقت راسخ فرمادی کہ ان مادی اسباب کے باوجود فتح و نصرت اللہ کی جانب سے ہوتی ہے۔ مادی اسباب کی فراہمی بھی ضروری ہے، ارشادِ الٰہی ہے:

واعد و الھم ما استطعتم من قوۃ و من رباط الخیل (سورۃ الانفال۔ آیت: ۶۰)	اور جہاں تک ہو سکے (فوج کی جمعیت کے) زور سے اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے ان کے (مقابلے کے) لئے مستعد رہو۔

قبل ازیں ہم بیان کر چکے ہیں کہ زمان و مکان کے اختلاف سے قوت کی مراد بدلتی رہتی ہے۔ ہر اس مادی قوت کا حصول اور تیاری لازم ہے جس سے امت کا امن و سلامتی، عزت و وقار اور رعب و دبدبہ قائم رہے۔ مادی اسباب کی فراہمی کے بعد اللہ کی نصرت پر بھروسہ رکھا جائے، اہل ایمان قلب سلیم کے ساتھ اللہ ہی سے توفیق، راستی اور نصرت کی التجا کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی اسوہ حسنہ ہے، آپ نے بدر کی رات سجدہ میں الحی القیوم کو پکارتے

بسر کی، اپنے رب سے دعائیں کرتے رہے، اسے وعدۂ نصرت پورا فرمانے کے واسطے دیتے رہے، آپ کی بکثرت الحاح وزاری سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رحم آنے لگا۔ فاعتبروا یا اولی الالباب۔

مسلمانوں نے جب جنگ کو ناگزیر پایا اور صفیں درست ہو گئیں انہوں نے بہ آواز بلند اللہ سے دعا کی، اس سے نصرت و مدد کی التجا کی، اللہ تعالیٰ نے ان کی ملائکہ سے مدد فرمائی، انہیں طاقت، ثابت قدمی بخشی اور کفار کے دلوں میں ان کا رعب ڈال دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ بیان کرتے ہیں ابلیس سراقہ بن جعشم مدلجی کی صورت میں مشرکوں کو لڑائی پر برانگیختہ کر رہا تھا اور انہیں یہ فریب دے رہا تھا کہ تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا، جب دشمن خدا نے ملائکہ کو دیکھا تو الٹے قدم پیچھے کو بھاگا اور کہنے لگا "میں تم سے لاتعلق ہوں میں اسے دیکھ رہا ہوں جسے تم نہیں دیکھتے" حارث بن ہشام نے سراقہ کی صورت میں ابلیس کو بھاگتے دیکھا تو اس سے لپٹ گیا، ابلیس نے حارث کے سینہ پر ہاتھ مار کر اسے گرا دیا اور وہاں سے بھاگ نکلا، اس نے سمندر میں پناہ لی اور ہاتھ اٹھا کر فریاد کی "اے اللہ! تو نے میرے ساتھ (قیامت تک مہلت دینے کا) جو وعدہ فرمایا ہے اسے پورا فرما"۔(۱)

ابو جہل لشکرِ کفار کو لڑائی پر آمادہ کرنے لگا اور بولا سراقہ بن جعشم کی رسوائی تمہیں غلط فہمی میں نہ ڈالے وہ در حقیقت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب سے درون خانہ ملا ہوا تھا، جب ہم واپس قدید پہنچیں گے تو اسے معلوم ہوگا ہم اس کی قوم کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں، عتبہ، شیبہ اور ولید کی ہلاکت بھی ان کی جلد بازی کا نتیجہ تھی، لڑائی کے دوران وہ غیر ضروری خود اعتمادی اور تکبر کا شکار ہو گئے تھے، خدا کی قسم! آج ہم اس وقت تک واپس نہ ہوں گے جب تک محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کو رسیوں میں نہ باندھ لیں، تم اپنے کسی مقتول کے بدلہ میں انہیں قتل نہ کرنا بلکہ انہیں گرفتار کر لینا، ہم انہیں بتائیں گے کہ اپنے دین سے روگردانی کا کیا نتیجہ ہوتا ہے اور اپنے آباؤ اجداد کے معبودوں سے پیٹھ پھیرنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔

جب دونوں لشکر باہم ٹکرانے کو تھے نوفل بن خویلد نے چیخ کر کہا قریش کے لوگو! آج رفعت و سربلندی کا دن ہے۔ قریش کے لوگو! سراقہ اور اس کی قوم کی ہر میدان میں پسپائی اور تمہارے مقابلہ میں ان کی ذلت و رسوائی تم پر عیاں ہے، تم قوم کی شان بڑھاؤ، مجھے معلوم ہے عتبہ اور شیبہ نے اپنے اپنے مد مقابل سے مقابلہ میں جلد بازی کا مظاہرہ کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوفل کی آواز سنی تو دعا کی "اے اللہ! تو

---

(۱) مغازی الواقدی۔

مجھے نوفل بن خویلد سے کفایت فرما" جب جنگ اختتام کو پہنچی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا نوفل بن خویلد کے بارے میں کسی کو علم ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اسے میں نے قتل کر دیا ہے۔
آپ نے فرمایا "اس اللہ کی حمد ہے جس نے نوفل کے متعلق میری دعا کو شرف قبولیت بخشا"۔

وما رميت اذ رميت ولكن الله رمىٰ

جب جنگ میں شدت آگئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا "مجھے زمین سے کنکریاں اٹھا کر دو" حضرت علی نے مٹی سے آلودہ کنکریاں پیش کیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کنکریاں کفار کی طرف پھینکیں اور فرمایا:

"چہرے بگڑ جائیں اے اللہ! ان کے دلوں کو مرعوب فرما دے اور ان کے قدم ڈگمگا دے"

پھر آپ نے صحابہ کو حکم دیا "حملہ کر دو"

کوئی مشرک باقی نہ رہا جس کی آنکھوں میں یہ مٹی نہ پڑی ہو، مشرکوں میں بھگدڑ پڑ گئی، مسلمان آگے بڑھ بڑھ کر انہیں قتل کرنے اور قیدی بنانے لگے، مسلمان مشرکوں پر چھا گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھینکی ہوئی کنکریوں نے انہیں اندھا کر دیا، آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں واضح کیا گیا کہ بہ ظاہر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل تھا۔ آپ نے کنکریاں لے کر لشکر کفار کی طرف پھینکیں، لیکن مٹھی بھر کنکریاں اتنی نہیں ہوتیں کہ اتنے بڑے لشکر کے ہر فرد کی آنکھوں میں پہنچ جائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پھینکنے کی قوت کتنی تھی کہ قریب و دور ہر فرد تک کنکریوں کی رسائی ممکن ہو گئی؟

یہ اللہ کی قدرت تھی اس نے کنکریوں کو سینکڑوں گنا زیادہ کر دیا اور وہ سب کی آنکھوں میں جا سمائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پھینکنے کی قوت میں اتنا اضافہ فرما دیا کہ سب لوگوں تک کنکریوں کی رسائی ممکن ہو گئی۔

مسلمانوں کی جنگ کا انداز نرالا تھا ان میں سے ہر مجاہد فتح سے پہلے شہادت کا طلبگار تھا، وہ کسی حالت میں پسپا ہونے کو تیار نہ تھے، ان میں تردد اور تامل کا شائبہ تک نہ تھا، وہ بڑھ چڑھ کر ایک دوسرے کی مدد کر رہے تھے، اپنی قلت تعداد کے باوجود نصرتِ الٰہی پر کامل یقین کی بدولت وہ کثیر سے اکثر تھے۔

اہلِ ایمان کی جانبازیاں

اس موقع پر اہل تقویٰ کے لئے تیار کردہ، آسمانوں اور زمین جیسا عرض رکھنے والی جنت کے خواہش مندوں اور شہادت کے خواستگار نفوسِ قدسیہ نے بے مثال بہادری اور بے نظیر جانبازی کا مظاہرہ کیا۔ مروی ہے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدین اسلام کے پاس تشریف لائے اور انہیں جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

"اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے آج جو شخص جنگ کرے گا اور اس حالت میں قتل کیا جائے گا کہ وہ صبر کا دامن تھامے ہوگا، رضائے الٰہی کا طالب ہوگا آگے بڑھنے والا ہوگا پیچھے ہٹنے والا نہ ہوگا، اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا"۔

حضرت عمیر بن الحمام رضی اللہ عنہ نے یہ کلمات سن کر کہا "واہ وا! میرے اور دخول جنت کے درمیان یہ چیز حائل ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیں۔ پھر انہوں نے اپنے ہاتھ کی کھجوریں پھینک دیں، تلوار بے نیام کر کے جنگ شروع کر دی یہاں تک کہ شہادت کا رتبہ پالیا۔ ایک روایت میں ہے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے ارشاد فرمایا:

"اس جنت کی طرف کھڑے ہو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے"

حضرت عمیر نے کہا واہ وا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واہ وا کیوں کر رہے ہو؟ عرض کیا اس امید پر کہ میں اس جنت کا حقدار ہو جاؤں، اور چند کھجوریں لے کر چبانے لگے، پھر کہا "اگر میں یہ کھجوریں کھانے کی دیر تک زندہ رہا تو یہ بہت لمبا عرصہ ہوگا"۔ یہ کہہ کر کھجوریں پھینک دیں اور لڑتے لڑتے شرف شہادت سے مشرف ہوئے۔ (۱) عمیر دوران جنگ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

اے میرے نفس! بغیر زادِ راہ اللہ کی طرف تیزی سے بڑھو وہاں صرف تقویٰ اور آخرت کے لئے نیک عمل، اور راہِ خدا میں جہاد کے وقت صبر ہی بہترین زادِ سفر ہے۔ ہر زادِ راہ ختم ہونے والا ہے صرف تقویٰ، نیکی اور راست روی کا زادِ راہ باقی رہنے والا ہے

حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شہادت کی دعا کی درخواست کی، حضور نے متوجہ ہو کر دریافت فرمایا حارثہ! تم نے کس حال میں صبح کی؟ حارثہ نے جواب دیا:

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۶۲۷

"میں نے پکا مومن ہو کر صبح کی ہے"۔ آپ نے فرمایا "سوچ لو تم کیا کہہ رہے ہو کیونکہ ہر بات کی ایک حقیقت ہوتی ہے" حارثہ نے گذارش کی یارسُول اللہ! "میں نے دنیا سے قطع تعلق کر لیا ہے میں رات کو جاگتا ہوں اور دن میں بھوکا پیاسا رہتا ہوں گویا میں عرش الٰہی کو روبرو پاتا ہوں اور اہلِ جنت کو باہم ملاقاتیں کرتے دیکھتا ہوں" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تیری بصیرت عمدہ ہو گئی ہے۔ اس پر ثابت قدم رہنا" یعنی تم ایسے بندے ہو گئے ہو جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی تخم ریزی فرمائی ہے۔ حارثہ رضی اللہ عنہ نے درخواست کی یارسُول اللہ! دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کی موت عطا فرمادے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی، غزوہ بدر میں حارثہ انصار کے پہلے شہید تھے۔ حوض پر پانی پی رہے تھے انہیں تیر لگا اور شہید ہو گئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حارثہ نو عمری میں بدر میں شہید ہوئے ان کی والدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یارسُول اللہ! مجھے حارثہ سے جیسی والہانہ محبت تھی وہ آپ کو معلوم ہے۔ اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کرلوں گی اور اجر و ثواب کی طلبگار رہوں گی اور اگر جہنم میں ہے تو آپ جانتے ہیں میں کیا کروں گی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تیری خیر ہو کیا تو دیوانی ہو گئی ہے کیا ایک جنت ہے؟ وہاں تو کئی جنتیں ہیں اور حارثہ فردوس اعلیٰ میں ہے"۔ (بخاری)

حضرت عوف بن حارث۔ ابن عفراء نے دریافت کیا یارسُول اللہ! اللہ تعالیٰ بندے کے کس کام سے خوش ہوتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب وہ بغیر زرہ کے اپنا ہاتھ دشمن میں گھسادے" یہ سن کر انہوں نے اپنی زرہ اتار کر پھینک دی تلوار نکالی اور مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (۱)

بدر کے روز تنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بائیس کفار کو جہنم رسید کیا تھا۔

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی بہادری اور دلیری نے کفار کو لرزہ براندام کر دیا، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب میں نے امیہ بن خلف کو قیدی بنایا اس نے مجھ سے پوچھا میں نے تمہارے لشکر میں ایک شخص کو سینہ پر شتر مرغ کا پر لگائے دیکھا ہے وہ کون ہے؟ میں نے کہا "حمزہ بن عبدالمطلب" امیہ نے کہا "اس شخص نے ہمارے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بدر کے روز دن چڑھے جب گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی میں ایک کافر کے تعاقب میں نکلا، اچانک ایک ٹیلے پر میں نے ایک مشرک اور سعد بن خیثمہ (رضی اللہ عنہما) کو ایک

---

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۳۶۲

دوسرے پر وار کرتے دیکھا، مشرک نے حضرت سعد کو شہید کر دیا، مشرک لوہے میں غرق گھوڑے پر سوار تھا اس نے گھوڑے سے جھک کر مجھے دیکھا اور پہچان لیا، میں اسے نہ پہچان سکا، اس نے مجھے للکارا ابن ابی طالب! میدان میں آؤ، میں ادھر متوجہ ہوا وہ میری طرف جھکا، کیونکہ میں پست قامت آدمی تھا میں جھک گیا تاکہ وہ کسی طرح گھوڑے سے اتر آئے اور مجھ پر تلوار کا وار نہ کرنے پائے، کہنے لگا ابن ابی طالب! بھاگ رہے ہو؟ میں نے جواب دیا اے ابن الشتراء ابھی فرار کا پتہ چلے گا، حضرت علی فرماتے ہیں جب میرے اور اس کے قدم زمین پر جم گئے ہم مقابلے میں آگئے اس نے آگے بڑھ کر وار کیا میں نے ڈھال سے وار بچایا اور اس کی تلوار ڈھال میں پیوست ہو گئی، میں نے اس کے کندھے پر وار کیا وہ زرہ میں ملبوس تھا لڑکھڑا گیا میری تلوار نے اس کی زرہ کو کاٹ دیا میرا خیال تھا میری تلوار اسے موت کے گھاٹ اتار دے گی، اچانک میں نے اپنے پیچھے تلوار کی چمک دیکھی میں نے فوراً اپنا سر نیچے کر لیا، وہ تلوار مشرک کے سر پر پڑی اور خود سمیت اس کی کھوپڑی توڑ دی، اور آواز آئی "لے میں ابن عبد المطلب ہوں" میں نے پلٹ کر دیکھا میرے پیچھے حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت عُکاشہ بن محصن کی جانبازی(۱)

حضرت عکاشہ بن محصن اسدی بنو عبد شمس بن عبد مناف کے حلیف تھے، قدیم الہجرت صحابی ہیں، غزوہ بدر آپ کی شجاعت و بسالت قابل دید تھی، بڑھ چڑھ کر حملے کر رہے تھے، شیر دل بہادروں کی طرح مشرکوں کے سروں کی فصل کاٹ رہے تھے کہ ان کی تلوار ٹوٹ گئی، معذوری کا بہانہ بنا کر میدان ضرب و حرب سے پیچھے ہٹنا گوارا نہ کیا سیدھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور میری تلوار ٹوٹ گئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عکاشہ کو خشک ٹہنی عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا "عکاشہ اس سے دشمن کے ساتھ جنگ کرو" عکاشہ رضی اللہ عنہ نے ٹہنی ہاتھ میں لے کر لہرائی تو وہ لوہے کی سفید لمبی نہایت تیز تلوار بن گئی، وہ اس تلوار سے برابر لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت عطا فرمائی، یہ تلوار حضرت عکاشہ کے پاس رہی آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں اسی تلوار سے دادِ شجاعت دیتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ مرتدوں کے ساتھ ایک جنگ میں درجہ شہادت پر فائز المرام ہوئے۔

صحیحین میں حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک دل نشین قصہ مذکور ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا "میری امت کے ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۶۳۷۔۶۳۸

ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکدار ہوں گے، یہ لوگ جھاڑ پھونک سے پرہیز کرتے ہوں گے" حضرت عکاشہ نے گذارش کی یارسُول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے ان خوش نصیبوں میں کردے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی "اے اللہ! عکاشہ کو ان لوگوں میں کردے" ایک اور شخص نے درخواست کی یارسُول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں کردے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عکاشہ تم سے سبقت لے گیا" پھر یہ جملہ ضرب المثل بن گیا۔

ابودجانہ سماک بن خرشہ انصاری کی جانبازی:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں مجھ سے امیہ بن خلف نے پوچھا وہ پست قد آدمی کون تھا جس نے سرخ پٹی باندھی ہوئی تھی؟ میں نے اسے بتایا وہ سماک بن خرشہ انصاری تھے، امیہ کہنے لگا عبدالالٰہ (امیہ حضرت عبدالرحمٰن کو اسی نام سے پکارتا تھا) یہ تو ہمیں تمہارے سامنے بھیڑ بکریوں کی طرح ہانک لایا، حضرت سماک رضی اللہ عنہ نے آٹھ مشرکوں کو جہنم رسید کیا تھا۔

جب گھمسان کا رن پڑا عاصم بن ابی عوف بن ضبیرہ سہمی بھوکے بھیڑیے کی طرح آگے بڑھا اور کہنے لگا قریش کے لوگو! قطع رحمی کرنے والے، جماعت میں تفریق اور انتشار پیدا کرنے والے، نامانوس اور غیر معروف باتیں کرنے والے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) بچ کر نہ جانے پائیں۔ آج وہ زندہ رہیں گے یا میں زندہ رہوں گا، حضرت ابودجانہ آگے بڑھے، باہم پنجہ آزمائی اور شمشیر زنی ہونے لگی، ابودجانہ نے ایسی نپی تلی ضرب لگائی کہ کافر ڈھیر ہو گیا، ابودجانہ رضی اللہ عنہ اس کے ہتھیار اتارنے لگے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو فرمایا انہیں رہنے دو فی الحال دشمن کو روکو میں تمہاری گواہی دوں گا۔ (دستور کے مطابق اس کا سامان تمہیں ملے گا)۔ اتنے میں معبد بن وہب آگے بڑھا اور اس نے ابودجانہ پر وار کیا، ابودجانہ نے جھکائی دی اور اس مشرک کو قتل کر دیا اور اس کا اسلحہ لے لیا۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بدر کے دن میرا مقابلہ عبیدہ بن سعید بن العاص سے ہوا وہ سر تا پا لوہے میں غرق تھا اس کی صرف دو آنکھیں نظر آرہی تھیں، اس کی کنیت ابوذات الکرش تھی، اس نے کہا میں ابوذات الکرش ہوں، میں نے برچھی لی اور تاک کر اس کی آنکھ میں ماری، اس کاری ضرب سے وہ مر گیا، ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں مجھے معلوم ہوا ہے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے عبیدہ کے سر پر اپنا پیر رکھ کر پوری قوت سے برچھی نکالی جس سے اس کا پھل ٹیڑھا ہو گیا، عروہ روایت کرتے ہیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ برچھی حضرت زبیر سے مانگ لی انہوں نے حاضر خدمت کر دی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے وصال کے بعد انہوں نے اپنی برچھی واپس لے لی، پھر یہ برچھی حضرت ابو بکر نے مانگ لی، حضرت ابو بکر کی وفات کے بعد حضرت زبیر نے اپنی برچھی واپس لے لی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ برچھی مانگ لی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے وہ برچھی واپس لے لی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے وہ برچھی مانگ لی، حضرت عثمان کی شہادت کے بعد برچھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھرانے میں رہی پھر یہ برچھی حضرت عبداللہ بن زبیر نے لے لی اور ان کی شہادت تک برچھی انہی کے پاس رہی۔ (بخاری)

بدر کے جانبازوں میں حضرت حباب بن منذر بن جموح (بدر کے کنوؤں پر کنٹرول قائم کرنے کا مشورہ دینے والے) ثابت بن الجذع، مجذر بن زیاد، معاذ بن عمرو بن الجموح، سعد بن ربیع اور رفاعہ کے صاحبزادے عبداللہ، زہیر اور سائب رضی اللہ عنھم بھی شامل ہیں۔ حضرت ابو بردہ بن نیار بیان کرتے ہیں بدر کے دن میں نے تین سر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاکر رکھے اور عرض کی یا رسول اللہ! ان میں سے دو کو تو میں نے قتل کیا ہے تیسرے شخص کو ایک طویل القامت گورے چٹے آدمی نے قتل کیا ہے۔ (جسے میں نہیں جانتا) یہ اس کے سامنے گرا تھا اور میں نے اس کا سر قلم کر لیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "یہ فلاں فرشتہ تھا"۔(۱)

صحابہ کرام میں سب سے بہادر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے صحابہ کرام کہتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عریش (سائبان، چھپر) تیار کیا اور کہا کفار کے حملوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کون کرے گا۔ بخدا ہم سب گھبرا رہے تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور دشمنوں سے آپ کے دفاع کے لئے تلوار سونت کر کھڑے ہوئے اور کسی مشرک کو آپ کے قریب نہ پھٹکنے دیا۔ جو بھی آپ کے قریب آنے کی کوشش کرتا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اسے مار بھگاتے، حضرت ابو بکر سب سے بہادر انسان تھے۔(۲)

لیکن بہادروں کے بہادر، جی داروں اور دلیروں کے لئے سرمایہ افتخار خود حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں صحابہ کرام نے دیکھا بدر کے دن "سیھزم الجمع ویولون الدبر (القمر: ۴۵)
آیت کریمہ ورد زبان تھی اور آپ مشرکوں کا تعاقب فرما رہے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں بدر کے دن میں نے دیکھا ہم رسول اللہ ﷺ کی آڑ لیتے تھے، حضور ہی سب سے زیادہ مشرکوں کے قریب تھے اور آپ ہی سب سے بڑھ کر جنگ میں مصروف تھے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا بیٹا عبدالرحمٰن غزوہ بدر میں مشرکین کے لشکر میں تھا (اسلام قبول کرنے

---

(۱) ابو عفیر از رافع بن خدیج از ابی بردہ۔ مغازی واقدی۔ (۲) روایات متعلقہ غزوہ بدر۔

سے پہلے ان کا نام عبد الکعبہ یا عبد العزی تھا حضور نے عبد الرحمن نام رکھا) ان کا شمار قریش کے نہایت بہادر اور بہترین تیر اندازوں میں ہوتا تھا۔ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے اچھے اور خوش طبع انسان تھے، اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے والد ماجد کو بتایا غزوہ بدر کے دن آپ کئی مرتبہ میرے نشانے کی زد میں آئے لیکن میں نے آپ کو چھوڑ دیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اگر تم میرے حملے کی زد میں آجاتے تو میں تمہیں نہ چھوڑتا، بخدا اگر تم مجھے مل جاتے تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔

عبد الرحمن نے کفر اور والد میں انتخاب کے وقت والد کو ترجیح دی اور حضرت ابو بکر نے اسلام اور بیٹے میں سے کسی ایک کے انتخاب کی صورت میں اسلام کو ترجیح دی۔

اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے نزول سے مسلمانوں کی قوت بڑھائی، قریش کے کئی سرغنے جہنم رسید ہوئے اور باقی ماندہ قیدی بنا لئے گئے، بدر کے دن فرشتوں کی علامت یہ تھی کہ انہوں نے نور کے سبز، زرد اور سرخ عمامے باندھے ہوئے تھے جن کے شملے شانوں کے درمیان تھے اور ان کے گھوڑوں کی پیشانیوں پر اون تھی۔

عاصم بن عمرو، محمود بن لبید سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ملائکہ نے نشان لگائے ہوئے ہیں تم بھی علامت اور نشان لگالو" صحابہ نے اپنے خودوں اور ٹوپیوں پر اون کی نشانی لگالی۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ عریش میں تھے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ چند مہاجرین وانصار کے ساتھ عریش کے باہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے پہرہ دے رہے تھے، جب حضرت سعد نے دیکھا مسلمان مشرکوں کو قیدی بنا رہے ہیں ان کے چہرے پر ناگواری کے اثرات نظر آئے، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا "سعد! کیا تجھے مسلمانوں کی یہ کارروائی پسند نہیں آئی؟" عرض کی ہاں یارسُول اللہ! اللہ تعالیٰ نے پہلی مرتبہ ہمیں اہل شرک پر فتح ونصرت سے نوازا ہے میرے نزدیک انہیں موت کے گھاٹ اتار دینا انہیں زندہ رکھنے سے زیادہ بہتر ہے۔

سیرت کی بعض کتب میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا تمہیں علم ہے بنو ہاشم مجبوراً آئے ہوئے ہیں وہ ہم سے لڑنا نہیں چاہتے گر تمہارا بنو ہاشم کے کسی فرد سے سامنا ہو تو اسے قتل نہ کرنا (قیدی بنا لینا) ابو البختری کو بھی قتل نہ کرنا، ابو البختری مکہ میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی جانے والی تکالیف میں آپ کی حمایت کرتا تھا اور بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے سوشل بائیکاٹ کے دوران بائیکاٹ کے خاتمہ کے لئے سرگرم عمل رہا تھا، آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا "عباس بن عبد المطلب کو بھی قتل نہ کرنا" حضرت عباس مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے تھے، انصار کی بیعت عقبہ میں موجود تھے اور انہوں

نے ہی انصار سے حضور کے تحفظ کے وعدے لئے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام عکرمہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں مجھ سے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے غلام ابو رافع نے بیان کیا کہ میں پہلے حضرت عباس بن عبد المطلب کا غلام تھا انہوں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں مجھے بطور تحفہ پیش کر دیا، حضرت عباس مسلمان ہو چکے تھے ان کی اہلیہ محترمہ ام الفضل رضی اللہ عنہا بھی مسلمان تھیں (ایک روایت میں ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد آپ پہلی مسلمان عورت تھیں حضرت عباس کی ساری اولاد انہی کے بطن سے تھی) اور میں (ابو رافع) بھی مسلمان تھا ہم اپنا اسلام مخفی رکھتے تھے۔ کیونکہ حضرت عباس اپنی قوم کی مخالفت کو برا جانتے تھے وہ بڑے مالدار تھے اور ان کا اکثر سرمایہ قریش میں پھیلا ہوا تھا۔ انہوں نے فتح مکہ کے دن اپنے اسلام کا اظہار کیا تھا، ان اسباب اور بادل نخواستہ شرکت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ کرام کو عباس کو قتل کرنے سے منع فرمادیا تھا۔

حضرت مجذر بن زیاد رضی اللہ عنہ نے ابو البختری کو دیکھ کر فرمایا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں تیرے قتل کرنے سے روک دیا ہے، ابو البختری نے پوچھا اور میرا دوست؟ اس کے ساتھ اس کا دوست جنادہ بن ملیحہ تھا، حضرت مجذر نے فرمایا بخدا ہم تیرے ساتھی کو نہیں چھوڑیں گے۔ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے صرف تیرے بارے میں حکم دیا ہے، وہ کہنے لگا بخدا ایسا نہیں ہوگا، اگر مرنا ہے تو ہم دونوں ساتھ مریں گے تاکہ مکہ کی عورتیں میرے بارے میں یہ نہ کہیں کہ میں نے اپنے ساتھی کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا، مختصر لڑائی کے بعد حضرت مجذر نے ابو البختری کو قتل کر دیا پھر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معذرت کرتے ہوئے عرض کی اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نے بہت کوشش کی کہ اسے گرفتار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کروں مگر وہ مجھ سے لڑنے لگا تو میں نے اسے قتل کر دیا۔

بدر کے دن حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے اپنے مشرک باپ کو قتل کر دیا، ابو عبیدہ کا باپ انہیں قتل کرنے کے لئے ان پر حملہ آور ہوا، ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے کنارہ کشی کر لی تاکہ ان کا باپ رک جائے مگر وہ نہ رکا تو آپ نے پلٹ کر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ	جو لوگ خدا پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو خدا
يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا	اور اسکے رسُول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے۔
اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ	خواہ وہ انکے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں۔

(سورۃ المجادلہ۔ آیت ۲۲)

دشمنِ خدا ابو جہل کی ہلاکت

بنو مخزوم کے لوگوں نے جب انفرادی مقابلوں میں لوگوں کو قتل ہوتے دیکھا تو کہنے لگے ابو الحکم (ابو جہل) کا خیال رکھنا کیونکہ ربیعہ کے بیٹے (عتبہ اور شیبہ اور ولید بن عتبہ بدر کے اولین مقتول) جلد بازی اور بے احتیاطی میں مارے گئے ہیں۔ ان کے خاندان والوں نے ان کی حفاظت نہیں کی، بنو مخزوم نے ابو جہل کے گرد گھیرا ڈال کر انہیں اپنے حلقے میں لے لیا تاکہ وہاں تک کسی کی رسائی نہ ہو۔ مزید حفاظتی تدبیر کے طور پر ابو جہل کی زرہ عبد اللہ بن منذر بن ابی رفاعہ کو پہنادی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے ابو جہل کے دھوکے میں قتل کر دیا اور نعرہ زن ہوئے "لے میں ابن عبد المطلب ہوں" پھر انہوں نے یہ زرہ ابو قیس بن فاکہ بن مغیرہ کو پہنادی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ابو جہل سمجھ کر اس کا پیچھا کیا اور یہ کہتے ہوئے اسے قتل کر دیا "لے میرا وار میں ابن عبد المطلب ہوں" پھر انہوں نے یہ زرہ حرملہ بن عمر کو پہنادی حضرت علی نے اسے جالیا، ادھر یہ ہو رہا تھا ادھر ابو جہل کا خاندان جان توڑ طریقے سے اس کی حفاظت کر رہا تھا۔ ان لوگوں نے حرملہ کے بعد یہ زرہ خالد بن اعلم کو پہنانا چاہی مگر اس نے پہننے سے انکار کر دیا۔

حضرت معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا ابو جہل لوگوں کے حلقے میں تھا وہ اسے تنہا نہیں چھوڑ رہے تھے میں نے دل میں ٹھان لی کہ بخدا آج میں اس کے سامنے مر جاؤں گا یا پھر اس تک ضرور پہنچوں گا، میں اس کی طرف بڑھا جو نہی مجھے موقع ملا میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کی ٹانگ پنڈلی سے کٹ کر دور جا پڑی جیسے گٹھلی پتھر کے نیچے سے اچھل کر گرتی ہے (راضخ اس تیر کو کہتے ہیں جس سے اہل عرب گٹھلیاں توڑا کرتے تھے) ابو جہل کے بیٹے عکرمہ نے آگے بڑھ کر میرے کندھے پر وار کیا جس سے میرا بازو کٹ گیا صرف جلد کا تسمہ باقی رہ گیا۔ میرا ہاتھ میرے پیچھے گھسٹتا رہا جب اس سے مجھے تکلیف ہونے لگی تو میں نے اس پر پاؤں رکھ کر تسمہ کاٹ دیا، پھر میں نے عکرمہ کو میدان جنگ سے فرار ہوتے ہوئے دیکھا اگر میرا ہاتھ سلامت ہوتا تو مجھے امید ہے میں اسے پالیتا، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ انہیں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بتایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل کی تلوار حضرت معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی تھی۔

ابو جہل کی ہلاکت کے متعلق ایک اور روایت میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے

مروی ہے حضرت عبدالرحمن بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات ہی کو معرکہ کے لئے صف بندی کرائی تھی، صحابہ کرام صبح تک اپنی اپنی صفوں میں رہے میں نے اپنے دائیں بائیں دو کم سن نوجوانوں کو دیکھا جنہوں نے کم عمری کے باعث اپنی تلواروں کی نیامیں اپنی اپنی گردنوں میں ڈالی ہوئی تھیں، میں نے دل میں کہا کاش میرے دائیں بائیں مضبوط اور قوی جوان ہوتے، تھوڑی دیر گذری ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا چچا جان! ان میں ابو جہل کون ہے؟ میں نے پوچھا تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ نوجوان نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں بکتا ہے، میں نے قسم کھائی ہے اگر وہ مجھے نظر آگیا تو میں اسے قتل کر دوں گا یا خود مر جاؤں گا، میں نے ابو جہل کی طرف اشارہ کر کے اسے بتایا، تب دوسرا نوجوان میری طرف متوجہ ہوا اور پہلے نوجوان کی طرح ابو جہل کے متعلق دریافت کرنے لگا میں نے اسے بھی اشارے سے بتادیا، میں نے پوچھا تم کون ہو؟ کہنے لگے ہم حارث کے بیٹے ہیں، حضرت عبدالرحمن فرماتے ہیں انہوں نے مسلسل ابو جہل پر نظر رکھی جب جنگ ہوئی انہوں نے ابو جہل کو جالیا اور اسے قتل کر دیا۔

جب جنگ ختم ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل کے متعلق دریافت فرمایا اور اس کی لاش تلاش کرنے کا حکم دیا حضرت عبداللہ بن مسعود نے اسے جاں بلب پایا، حضرت ابن مسعود کہتے ہیں میں نے اپنا پاؤں اس کی گردن پر رکھ کر کہا "سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے تجھے ذلیل و رسوا کیا" ابو جہل کہنے لگا رسوا تو اللہ نے عبد بن ام عبد (عبداللہ بن مسعود) کو کیا ہے اے بکریوں کے بچے چرواہے! تو نے بڑی سخت چڑھائی چڑھی ہے، جنگ کا انجام کیا ہوا؟ میں نے جواب دیا اللہ اور اس کا رسول کامیاب و کامران ہیں۔ پھر میں نے اسے کہا اے ابو جہل میں تجھے قتل کرنے لگا ہوں کہنے لگا تو پہلا غلام نہیں ہے جو اپنے آقا کو قتل کر رہا ہے، آج میرے لئے اس سے زیادہ تکلیف دہ چیز نہیں کہ تو مجھے قتل کر رہا ہے، کاش مجھے کسی شریف خاندان کا فرد قتل کرتا، حضرت عبداللہ نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس کی گردن تن سے جدا کر دی، اور اس کے ہتھیار، زرہ اور خود لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! آپ کو دشمنِ خدا ابوجہل کے قتل کی خوشخبری مبارک ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عبداللہ! کیا یہ سچ ہے؟ اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے مجھے یہ خبر سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو جہل کے قتل سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا "اللہ تعالیٰ نے اس امت کے فرعون ابو جہل کو ہلاک کر دیا، تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ جس نے اپنا وعدہ سچا فرمایا اور اپنے بندے کی نصرت کی، اے اللہ! تو

نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا اسے پورا کر دیا مجھ پر اپنی نعمتیں مکمل فرمادے" او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اکثر محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ ابو جہل کو جان لیوا زخم معاذ بن عمرو اور عفراء کے دو صاجزادوں نے لگائے تھے وہ جاں بلب تھا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا کیونکہ مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عفراء کے دو صاجزادوں کے مقتل پر تشریف لائے اور فرمایا "اللہ تعالیٰ عفراء کے بیٹوں پر رحم فرمائے وہ دونوں اس لعنت کے فرعون اور ائمہ کفر کے سردار کے قتل میں شریک تھے"۔(۱)

علامہ ہیثمی کی "مجمع الزوائد" میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں ہے میں نے بدر کے دن ابو جہل کو گرا ہوا پایا، میں نے اسے کہا اے دشمن خدا! اللہ نے تجھے ذلیل ورسوا کیا ہے، اس نے کہا کیا لڑائی میں قتل ہونا ذلت کی بات ہے؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے پاس میری تلوار تھی میں اس سے ضربیں لگانے لگا مگر وہ کام نہیں کر رہی تھی (کیونکہ ابو جہل لوہے میں غرق تھا) ابو جہل کے پاس بہترین تلوار تھی میں نے اس کے ہاتھ پر مارا تو اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی میں نے اس کی تلوار اٹھائی اس کے سر سے خود اتارا اور اس کی گردن کاٹ دی۔ پھر میں نے واپس آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی آپ نے فرمایا "اللہ الذی لا الٰہ الا ھو" (وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں) میں نے بھی یہی جملہ دہرایا، آپ نے فرمایا "جاؤ پھر تسلی کر کے آؤ" میں اڑتا ہوا گیا اور اڑتا ہوا واپس آیا اور ہنستے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو جہل کی ہلاکت کی خبر سنائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "چلو" میں آپ کو ابو جہل کی لاش کے پاس لے گیا آپ نے وہاں کھڑے ہو کر فرمایا "یہ اس امت کا فرعون تھا"۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر قریش کے سرغنوں شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ اور ابو جہل بن ہشام کے خلاف دعا کی، اللہ کی قسم میں نے انہیں بدر میں مقتول دیکھا سورج کی گرمی نے ان کی لاشوں کو بگاڑ دیا تھا، میں ابو جہل کے پاس آیا اس میں ابھی رمق حیات تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ابو جہل کی خبر کون لائے گا؟ میں اس کی جستجو میں نکلا میں نے دیکھا ابن عفراء نے اسے گھائل کر دیا تھا، میں نے اس کی داڑھی پکڑ کر کہا تم ابو جہل ہو؟ اس کی ٹانگ کٹی ہوئی تھی اور وہ جاں بلب پڑا تھا، اللہ نے تمہیں ذلیل ورسوا کیا ہے، بغیر اضمحلال اور پریشانی کے کہنے لگا کیا تم نے مجھ سے بڑے کسی شخص کو قتل کیا ہے، کاش مجھے کسانوں (انصار چونکہ زراعت

---

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۶۳۴۔۶۳۶

پیشہ تھے اس لئے وہ انہیں کسان کہہ رہا تھا) کے علاوہ کوئی اور قتل کرتا۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں میں اسے اپنی تلوار سے قتل کرنے لگا اس نے تلوار ہاتھ میں لی ہوئی تھی اس سے کچھ اور نہ بن پڑا تو میرے منہ پر تھوک دیا اور کہنے لگا تیری تلوار کند ہے میری تلوار لو اور اس سے میرے سر کو جڑ سے کاٹو۔ قتل کے بعد میں اس کا سامان اور اسلحہ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے اس کی تلوار مجھے عطا فرما دی، عتبہ نے ابو جہل کو واپس جانے کا مشورہ دیا تھا اس پر ابو جہل نے کہا تھا خوف کی وجہ سے عتبہ کے پھیپھڑے پھول گئے ہیں۔ عتبہ نے ابو جہل کا طعنہ سنا تو کہا تھا اس کمینے کو عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ ہم میں سے کس کے پھیپھڑے پھولتے ہیں۔ (صحیح البخاری۔ سنن ابی داؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابو جہل کے انجام کی خبر کون لائے گا؟" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گئے انہوں نے دیکھا ابو جہل عفراء کے دو بیٹوں کے حملوں سے نڈھال گھائل جاں بلب پڑا ہے، ابن مسعود نے اس کی داڑھی کو پکڑ کر کہا تو ابو جہل ہے۔ ابو جہل نے کہا کیا تم نے مجھ سے بڑے کسی سردار کو قتل کیا ہے۔

امیہ بن خلف کی ہلاکت

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میرے اور امیہ بن خلف کے درمیان یہ معاہدہ تھا کہ وہ مکہ میں میرے اور میں مدینہ منورہ میں اس کے مفادات کا تحفظ کروں گا، معاہدہ لکھتے وقت اس نے میرے نام میں "الرحمٰن" پر اعتراض کیا اور کہنے لگا میں رحمان کو نہیں جانتا تم اپنے جاہلیت کے نام سے معاہدہ لکھو چنانچہ میں نے عبد عمرو لکھا، بدر کے دن مجھے دو زرہیں ملیں میں زرہیں لئے آرہا تھا کہ میری امیہ سے مڈبھیڑ ہو گئی، امیہ نے کہا مجھے اور میرے بیٹے کو گرفتار کرلو ہم تمہارے لئے زرہوں سے زیادہ سود مند ہوں گے، ہمیں فدیہ دیں گے، بلال رضی اللہ عنہ نے امیہ کو دیکھا اور بولے یہ امیہ ہے کفر کا سردار، اگر یہ زندہ رہا تو میں زندہ نہیں رہوں گا اور باپ بیٹے دونو کو قتل کر دیا، حضرت عبدالرحمٰن فرماتے تھے اللہ تعالیٰ بلال پر رحم فرمائے میری زرہیں بھی گئیں اور قیدی بھی۔

دوسری روایت میں ہے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے امیہ کو دیکھا تو انصار کے چند لوگ بلال کے ساتھ ہمارے تعاقب میں چل دیئے، مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ یہ لوگ امیہ کو نہیں چھوڑیں گے پھر میں نے اس

کے بیٹے کو ان لوگوں کے لئے چھوڑ دیا تاکہ کسی طرح امیہ کی جان بچ جائے، انہوں نے اس کے بیٹے کو قتل کر دیا اور ہمارے پیچھے چل پڑے۔ امیہ بھاری جسم کا آدمی تھا جب یہ لوگ ہمارے قریب آپہنچے میں نے امیہ سے کہا فوراً بیٹھ جا وہ بیٹھا تو میں اس کے اوپر گر گیا تاکہ یہ لوگ اسے چھوڑ دیں، لیکن انہوں نے میرے نیچے تلواریں گھسیڑ گھسیڑ کر آخر کار اسے قتل کر دیا، ان میں سے کسی کی تلوار نے مجھے بھی زخمی کر دیا، راوی کہتے ہیں حضرت عبدالرحمن اپنے پیر کا یہ زخم ہمیں دکھایا کرتے تھے۔ (البخاری)

شرعی حکم یہ ہے کہ جنگی قیدی کا معاملہ حکمران کی صوابدید پر منحصر ہوتا ہے اسے قتل کرادے، فدیہ لے، معاف کر دے یا غلام بنائے، لمّت مسلمہ کی مصلحت کا خیال رکھا جائے گا، حکمران امین ہوتا ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قیدی امیہ کے قتل پر اصرار ان کے اجتہاد پر مبنی تھا، ان کے پیش نظر امیہ کا ماضی تھا اللہ، رسول اللہ، اسلام اور مسلمانوں سے اس کی عداوت، مسلمانوں پر ظلم و تشدد اس کے ایسے اعمال تھے جنہوں نے بلال کی نظروں میں اسے جنگی مجرم بنا دیا تھا۔ وہ ایسا قیدی نہ تھا جو لشکر میں شامل ہوا اور گرفتار ہو گیا، اس نے ہجرت سے قبل مکہ میں مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے تھے، نا قابل معافی جرائم کا ارتکاب کیا تھا جنہوں نے اسے قتل سے بھی زیادہ سزا کا مستحق بنا دیا تھا۔

حضرت علی کے ہاتھوں نوفل بن خویلد کا قتل

جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے نوفل بن خویلد بلند اور گرجدار آواز میں لشکر قریش کی ہمت بڑھانے کو کہنے لگا اے گروہ قریش! یہ عزت و سربلندی کا دن ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ رب العزت میں دعا کی "اے اللہ! نوفل بن خویلد سے مجھے کفایت فرما" پھر نوفل نے قریش کی پسپائی، ان کے سرغنوں کا قتل اور میدان جنگ سے فرار دیکھا تو چیخ کر انصار سے کہنے لگا۔

"ہمارا خون بہا کر تمہیں کیا ملے گا؟ تمہیں خبر ہے تم کن لوگوں کو قتل کر رہے ہو؟ کیا تمہیں دودھ کی ضرورت نہیں؟ (یعنی ہمیں قیدی بنا کر ہم سے فدیہ لو) حضرت جبار بن صخر نے اسے قیدی بنا لیا وہ اسے لے کر جا رہے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا انہیں ابتدائے جنگ میں نوفل کا کفار کو بھڑکانا، جنگ میں ثابت قدم رہنے کی تلقین کرنا اور مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف اس کی دسیسہ کاریاں یاد آ گئیں، آپ نے آگے بڑھ کر نوفل پر حملہ کر دیا اور اس کی دونوں پنڈلیاں کاٹ دیں پھر دوسرے وار میں

اسے جہنم رسید کر دیا، جنگ کے اختتام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوفل کے انجام کے بارے میں دریافت فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اسے قتل کر دیا ہے، آپ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا "تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے نوفل کے متعلق میری دعا کو شرف قبولیت بخشا"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عاص بن سعید کو بھی جہنم کی راہ دکھائی یہ لوگوں کی ہمتیں بڑھا رہا تھا، اس کا حضرت علی سے سامنا ہو گیا مقابلے کے بعد حضرت علی نے اسے قتل کر دیا، بدر کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کر دیا، عمرو بن عبد حضرت حمزہ کے ہاتھوں قتل ہوا، عمرو نے حضرت سعد بن خیثمہ کو شہید کر دیا تھا، حضرت علی یہ دیکھ کر آگے بڑھے آپ پیدل تھے عمرو اپنے گھوڑے سے اتر آیا اور پھر مقابلہ ہونے لگا، حضرت علی نے اس کے کندھے پر تلوار ماری جس سے اس کی زرہ کے ٹکڑے اڑا دیئے دوسرا وار کرنے کے لئے آپ نے جونہی تلوار بلند کی آپ کی پشت سے چمکدار تلوار بلند ہوئی اور عمرو کی کھوپڑی پر پڑی، حضرت علی نے پلٹ کر دیکھا یہ حضرت حمزہ کا وار تھا وہ کہہ رہے تھے "میرا وار لے میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں"۔

بدر کے مقتولین میں قریش کے مندرجہ ذیل سرغنے اور سردار بھی شامل تھے عبیدہ بن سعید بن العاص، عاص بن سعید بن العاص، عامر بن الحضرمی، بنو اسد بن عبد العزیٰ کا سردار ربیعہ بن اسود، ابو البختری عاص بن ہشام، حارث بن ربیعہ بن الاسود، عقیل بن اسود بن عبد المطلب، عمیر بن عثمان بن عمرو بن کعب، مسعود بن امیہ، نبیہ بن الحجاج، اس کا بھائی منبہ بن الحجاج اور عاص بن منبہ۔

مکہ کے ان سرداروں اور قریش کے قائدین اور اہل ثروت و مرتبہ لوگوں کے قتل سے قریش نے راہِ فرار اختیار کرنا شروع کی، بعض ایسے تھے جنہوں نے اپنے ہتھیار پھینک دیئے اور مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہونے لگے، مسلمانوں کے قلوب و اذہان سکون و اطمینان کے آئینہ دار تھے اللہ نے ان سے کیا ہوا وعدہ سچ فرما دیا تھا اس نے اپنے عبد (مقدس) کو فتح و نصرت سے نواز دیا تھا اور شیطان کے پجاری عبرت ناک شکست سے دوچار ہو چکے تھے، مسلمانوں کی ایک جماعت میدان جنگ میں بکثرت موجود مال غنیمت جمع کرنے لگی اور ان لوگوں کو قیدی بنانے لگی جنہوں نے خود قیدی بننا قبول کر لیا تھا، مجاہدین کی دوسری جماعت بھاگتے ہوئے کفار کے تعاقب میں تھی تاکہ وہ پلٹ کر حملہ نہ کر دیں اور ہاتھ آنے والوں کو قیدی بنانے لگے، یہ منظر دیکھ کر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ناگواری کے اثرات نظر آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ دریافت

فرمائی تو سعد نے عرض کیا "یا رسُول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اہل شرک پر پہلی فتح عطا فرمائی ہے، میرے خیال میں انہیں موت کے گھاٹ اتار نا ان کو قیدی بنانے سے زیادہ بہتر تھا"۔(۱)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مجاہدین کی ایک جماعت کے ساتھ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عریش کی حفاظت کر رہے تھے تاکہ مشرک مسلمانوں کو مال غنیمت جمع کرنے اور قیدیوں کو باندھنے میں مصروف پاکر پلٹ کر آپ کے عریش پر حملہ نہ کردیں، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلندی پر کھڑے میدان جنگ کو ملاحظہ فرما رہے تھے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کر رہے تھے کہ وہ ان پر اور مسلمانوں پر اپنی نصرت تمام کردے، اور اس فتح ونصرت پر اللہ کی حمد و ثنا میں مصروف تھے۔

سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ کی تلوار :

دوران جنگ سلمہ بن اسلم کی تلوار ٹوٹ گئی، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی تلوار کے ٹوٹنے کی شکایت کی، آپ کے ہاتھ میں کھجور کی خشک ٹہنی تھی آپ نے سلمہ کو مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا "اس کے ساتھ جنگ کرو" اچانک وہ ٹہنی بہترین تلوار میں بدل گئی، اور وہ ہمیشہ یہی تلوار لے کر جنگوں میں شرکت کرتے رہے۔

خُبیب بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں میرے دادا خبیب رضی اللہ عنہ کا غزوہ بدر میں دشمن کے وار سے پہلو کٹ گیا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعاب دہن لگایا اور ہاتھ پھیرا تو وہ بالکل صحیح ہو گیا۔

رفاعہ بن مالک رضی اللہ عنہ کی آنکھ :

حضرت رفاعہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں بدر کے دن میری آنکھ میں تیر لگا میری آنکھ کا ڈھیلا باہر آگیا، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعاب دہن لگایا اور میرے لئے دعا فرمائی پھر مجھے آنکھ میں کبھی تکلیف نہ ہوئی۔

جونہی سورج ڈھلا لشکرِ کفار فرار ہو گیا، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ کو مالِ غنیمت جمع کرنے کا حکم دیا اور چند صحابہ کو ان کی مدد پر مامور فرمایا، آپ نے عصر کی نماز بدر ہی میں ادا کی پھر آپ وہاں سے روانہ ہو کر وادی اثیل میں پہنچے اور وہیں نزولِ اجلال فرمایا، یہ وادی بدر سے چار میل کے فاصلے پر

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۶۲۸

ہے آپ غروب شمس سے قبل وہاں پہنچ گئے تھے، رات وہیں بسر کی، چند صحابہ زخمی ہوئے تھے ان کی مرہم پٹی کی گئی۔

آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا ”آج کی رات ہماری حفاظت کون کرے گا“ (لشکر اسلام کی پہرہ داری کا فریضہ کون انجام دے گا؟) مجاہدین خاموش رہے ایک آدمی کھڑا ہوا آپ نے نام پوچھا کہا ”ذکوان بن عبد قیس“ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”بیٹھ جاؤ“ پھر آپ نے سوال دہرایا تو ایک آدمی کھڑا ہوا، آپ نے اس کا نام پوچھا کہنے لگا ”ابن عبد قیس“ آپ نے فرمایا ”بیٹھ جاؤ“ کچھ دیر کے بعد پھر ایک آدمی اٹھا آپ نے اس کا نام دریافت فرمایا بولا ”ابو سبع“ آپ نے فرمایا، تینوں آدمی کھڑے ہو جاؤ، تنہا ذکوان بن قیس کھڑا ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے دو ساتھی کہاں ہیں؟ عرض کی یا رسول اللہ! تینوں مرتبہ میں نے ہی حضور کو جواب دیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حفظ و امان کی دعا دی، رات بھر ذکوان بن قیس رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کی نگہبانی کرتے رہے۔

اس کنویں کا مقام جسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت حباب کے مشورہ پر باقی رہنے دیا
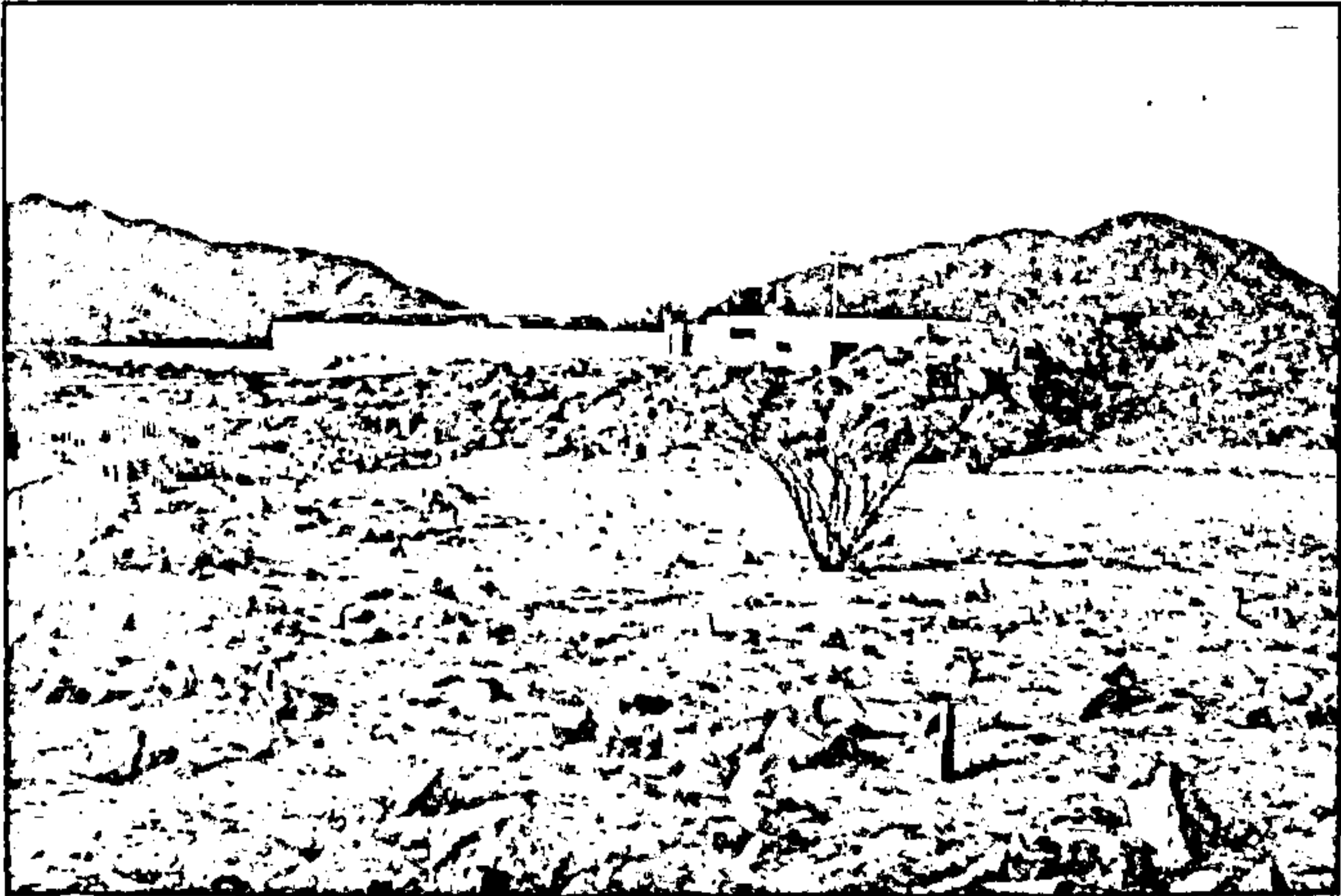
میدان جنگ کا ایک اور منظر

بدر میں نزول ملائکہ

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝٩	جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول کرلی اور فرمایا کہ (تسلی رکھو) ہم ہزار فرشتوں سے جو ایک دوسرے کے پیچھے آتے جائیں گے تمہاری مدد کرینگے ۝٩

(سورۃ الانفال۔ آیت۔ ۹)

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝١٢	جب تمہارا پروردگار فرشتوں کو ارشاد فرماتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مومنوں کو تسلی دو کہ ثابت قدم رہیں میں ابھی ابھی کافروں کے دلوں میں رعب و ہیبت ڈالے دیتا ہوں تو انکے سر مار (کر) اڑا دو۔ اور ان کا پور پور مار (کر) توڑ دو ۝١٢

(سورۃ الانفال۔ آیت۔ ۱۲)

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝١٢٣	اور خدا نے جنگ بدر میں بھی تمہاری مدد کی تھی اور اس وقت بھی تم بے سروسامان تھے پس خدا سے ڈرو (اور ان احسانوں کو یاد کرو) تاکہ شکر کرو ۝١٢٣
إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَن يَكْفِيَكُمْ أَن يُمِدَّكُمْ رَبُّكُم بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنزَلِينَ ۝١٢٤	جب تم مومنوں سے یہ کہہ (کر انکے دل بڑھا) رہے تھے کیا یہ کافی نہیں کہ پروردگار تین ہزار فرشتے نازل کرکے تمہیں مدد دے ۝١٢٤
بَلَىٰ ۚ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ۝١٢٥	ہاں اگر تم دل کو مضبوط رکھو۔ اور (خدا سے) ڈرتے رہو اور کافر تم پر جوش کے ساتھ دفعۃً حملہ کردیں تو پروردگار پانچ ہزار فرشتے جن پر نشان ہوں گے تمہاری مدد کو بھیجے گا ۝١٢٥

(سورۃ آل عمران۔ آیت۔ ۱۲۳۔ ۱۲۵)

تفسیر قرطبی اور دیگر تفاسیر میں ہے یہ امداد غزوہ بدر میں ہوئی پہلے ایک ہزار پھر تین ہزار فرشتوں کا نزول ہوا، مسلمانوں نے کمال صبر کا مظاہرہ کیا تو پھر پانچ ہزار فرشتے مدد کو آئے۔

بدر کے دن جب دونو لشکر باہم مقابل ہوئے، اہل ایمان نے دشمن کی عددی کثرت، اسلحہ کی فراوانی اور ان کی سرکشی ملاحظہ کی تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا اور پیروی میں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں گڑگڑا کر دعائیں مانگیں، اس سے فریاد کرتے رہے اور مدد کی التجائیں کرتے رہے کہ وہی سب کا حامی و مددگار ہے اور وہی غالب و قوی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اپنے اولیاء اہل ایمان کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا ان کی آسمانی امداد سے مدد فرمائی، جبریل امین کی قیادت میں فرشتوں کی جماعت مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہوئی، ان سے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ان کے عزائم میں پختگی آگئی ان کے دل و دماغ استقلال و ثبات پا گئے اور اللہ کے لشکر نے بہادری اور جی داری سے اعداء کی صفیں الٹ دیں، وہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آگے بڑھتے گئے انہیں کامل یقین تھا کہ فتح و نصرت انہیں کے قدم چومے گی کیونکہ اللہ ان کے ساتھ ہے۔

امام مالک از ابراهیم بن ابی عبلہ از طلحہ بن عبید اللہ بن کریز روایت کرتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "شیطان عرفہ کے دن سے زیادہ کسی دن میں ذلیل و خوار، رسوا، دھتکارا ہوا اور غضب ناک نظر نہیں آیا، کیونکہ اس روز وہ رحمتِ الٰہی کا نزول دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں کے بڑے بڑے گناہوں سے در گزر فرماتا ہے سوائے بدر کے دن کے" صحابہ نے عرض کیا شیطان نے بدر کے دن کیا دیکھا؟ فرمایا "اس نے بدر کے دن جبریل کو فرشتوں کی صفیں ترتیب دیتے ہوئے دیکھا۔ (مؤطا امام مالک۔ کتاب الحج حدیث ۲۴۵)

صحابہ کرام کہتے ہیں اس روز رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دِحیہ کلبی کی شکل میں جبریل ہیں جو ہوا کو چلا رہے ہیں میری بادِ صبا سے مدد کی گئی اور قوم عاد دبور (پچھوائی ہوا) سے ہلاک کئے گئے۔

(المغازی ج ا ص ۷۸)

صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے مروی ہیں آپ بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن ایک مسلمان اپنے سامنے بھاگتے ہوئے مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا اتنے میں اس نے اپنے اوپر سے ایک کوڑے کی آواز سنی اور شہسوار کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا "اے حیزوم آگے بڑھ" اس نے مشرک کو دیکھا وہ اس کے سامنے چت گر پڑا اس کی ناک پر چوٹ تھی اور اس کا چہرہ پھٹ گیا تھا جیسے کوڑا لگا ہو اور اس کا پورا جسم نیلا پڑ گیا تھا، اس

انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا آپ نے فرمایا "تم نے سچ کہا یہ تیسرے آسمان سے مدد آئی تھی"۔

واقدی از عبداللہ بن موسیٰ بن امیہ بن عبداللہ بن امیہ از مصعب بن عبداللہ سہیل کے غلام سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا میں نے سہیل بن عمرو کو کہتے سنا کہ "میں نے بدر کے دن آسمان اور زمین کے درمیان سفید رنگ کے آدمیوں کو چتکبرے گھوڑوں پر سوار دیکھا وہ قتل کر رہے تھے اور قید کر رہے تھے۔

حضرت ابو اسید ساعدی اپنی بینائی چلے جانے کے بعد کہتے تھے کہ اگر میں اس وقت بدر میں تمہارے ساتھ ہوتا اور میری نگاہ سلامت ہوتی تو میں تمہیں وہ گھاٹی (الملص) دکھاتا جہاں سے فرشتے نکلے تھے، مجھے اس میں شک وشبہ نہیں۔

واقدی، موسیٰ بن محمد سے اور وہ اپنے والد محمد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سائب بن ابی حبیش اسدی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیان کر رہے تھے کہ بخدا مجھے کسی انسان نے گرفتار نہیں کیا تھا ان سے پوچھا گیا پھر کس نے گرفتار کیا تھا؟ انہوں نے کہا جب قریش نے شکست کھائی میں نے بھی ان کے ساتھ شکست کھائی، مجھے سفید رنگ کے ایک دراز قد شخص نے گرفتار کیا جو آسمان اور زمین کے درمیان ایک چتکبرے گھوڑے پر تھا اس نے مجھے مضبوطی سے باندھ دیا، اتنے میں حضرت عبدالرحمن بن عوف آگئے انہوں نے مجھے بندھا ہوا پایا، حضرت عبدالرحمن لشکر میں اعلان کر رہے تھے کہ اس شخص کو کس نے گرفتار کیا ہے؟ تو کسی نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اس نے مجھے گرفتار کیا ہے۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جایا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا اے ابن ابی حبیش! تمہیں کس نے گرفتار کیا ہے؟ میں نے کہا میں نہیں جانتا اور میں نے جو کچھ دیکھا تھا اس کا بتلانا پسند نہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو فرشتوں میں سے ایک کریم فرشتے نے گرفتار کیا ہے، اے ابن عوف! اپنے قیدی کو لے جاؤ، حضرت عبدالرحمن مجھے لے گئے، سائب نے کہا ایک عرصہ تک میں نے اس بات کو مخفی رکھا اور اپنے اسلام قبول کرنے کو ٹالتا رہا بالآخر میں مسلمان ہو گیا۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ایک انصاری صحابی گرفتار کر کے لائے حضرت عباس نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اس نے گرفتار نہیں کیا مجھے اس اس طرح کی شکل و صورت والے آدمی نے گرفتار کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک معزز فرشتے کے ذریعے اللہ

تعالیٰ نے تمہاری (انصاری صحابی کی) مدد فرمائی۔ (احمد)

واقدی از ابن ابی حبیبہ از داؤد بن حصین از عکرمہ از ابن عباس روایت کرتے ہیں حضرت ابن عباس نے فرمایا فرشتے جانے پہچانے لوگوں کی شکل میں کافروں کو باندھ رہے تھے، راوی کہتے ہیں میں ان کے قریب گیا اور میں نے انہیں یہ کہتے سنا "یہ کچھ نہیں ہیں اگر یہ ہم پر حملہ کرتے تو ہم انہیں نہ باندھتے" اس بارے میں ارشادِ الٰہی ہے۔

اذ یوحی ربک الی الملئکۃ انی معکم فثبتوا الذین امنوا۔ (الانفال۔ آیت ۱۲)

جب تمہارا رب فرشتوں کو ارشاد فرماتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مومنوں کو تسلی دو کہ ثابت قدم رہیں۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا یہ جبریل ہیں انہوں نے اپنے گھوڑے کے سر کو پکڑا ہوا ہے اور ان پر جنگی ہتھیار ہیں۔

الجامع الصغیر میں ہے بدر کے دن فرشتوں کی علامت سیاہ رنگ کے عمامے اور احد کے دن سرخ رنگ کے عمامے تھے، یہ روایت اس روایت کے منافی نہیں جس میں مذکور ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بدر میں زرد رنگ کا عمامہ لپیٹا ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فرشتے ابو عبد اللہ (حضرت زبیر) کے عمامے جیسے عماموں میں اترے ہیں، ہو سکتا ہے ان کی اکثریت نے زرد رنگ کے عمامے باندھے ہوئے ہوں (اور بعض سیاہ عماموں میں ہوں)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں بدر کے دن فرشتوں کے گھوڑوں کی علامت سفید اون تھی، ایک روایت میں ہے گھوڑوں کی پیشانیوں اور دموں پر سرخ اون کی علامت تھی، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے گھوڑوں کو نشانیاں لگاؤ ملائکہ نے بھی نشانیاں لگائی ہیں۔ بدر پہلا دن تھا جس میں گھوڑوں کی پیشانیوں اور دموں پر اون بطور علامت لگائی گئی۔

ابن اسحاق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا ملائکہ نے بدر کے سوا کسی جنگ میں قتال نہیں کیا، ڈاکٹر محمد بن محمد ابو شہبہ کہتے ہیں ہماری رائے یہ ہے (واللہ اعلم) کہ ملائکہ کی امداد صرف مسلمانوں کی تعداد بڑھانے کے لئے تھی، بعض فرشتوں نے حسب خواہش قتال میں حصہ

لیا ورنہ اس غزوہ میں جہاد اکبر مسلمانوں نے کیا۔

تفسیر و بیان:

سابقہ نصوص قرآنی اور احادیث مبارکہ سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ بدر میں فرشتوں کا نزول ہوا اور انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ معرکہ میں شرکت کی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فاستجاب لکم انی ممد کم بالف من الملئکة مرد فین (الانفال۔ آیت ۹)	تو اس نے تمہاری دعا قبول کرلی (اور فرمایا) کہ (تسلی رکھو) ہم ہزار فرشتوں سے جو ایک دوسرے کے پیچھے آتے جائیں گے تمہاری مدد کریں گے۔

اس آیت کریمہ میں یہ صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلسل آنے والے ہزار فرشتوں سے مسلمانوں کی امداد فرمائی، بعض مفسرین کی رائے کے مطابق "مرد فین" کا مطلب ہے ان ہزار فرشتوں کے پیچھے کئی ہزار فرشتے اور بھی اترنے والے ہیں۔ اس لفظ میں یہ احتمال بھی موجود ہے۔

دوسری آیت میں ہے۔

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾	جب تمہارا پروردگار فرشتوں کو ارشاد فرماتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مومنوں کو تسلی دو کہ ثابت قدم رہیں میں ابھی کافروں کے دلوں میں رعب و ہیبت ڈالے دیتا ہوں تو انکے سر مار (کر) اُڑا دو۔ اور اُن کا پور پور مار (کر) توڑ دو ﴿۱۲﴾

(سورۃ الانفال۔ آیت۔ ۱۲)

بعض مفسرین کہتے ہیں بدر میں فرشتوں کی ذمہ داری ثابت قدمی تھی، وہ مسلمانوں کی ثابت قدمی کا باعث تھے، وہ مسلمانوں کے ساتھ شریک جنگ ہو کر ان کی حوصلہ مندی میں اضافہ کر رہے تھے، یہ بھی کہا گیا ہے وہ دشمنوں کے ساتھ قتال میں ان کی معاونت کر رہے تھے، بعض مفسرین کے بقول فرشتے اہل ایمان کے قلوب کو طمانیت دے رہے تھے ان کے قلوب و اذہان میں شجاعت کے بیج بو رہے تھے ان کے دلوں میں یہ خیال ڈال رہے تھے کہ تم طاقت ور ہو تم ان ڈھلمل یقین کمزور دشمنوں کو بہ آسانی شکست سے دوچار کر سکتے ہو۔

مفسرین کی ایک اور جماعت کا کہنا ہے کہ فرشتوں کی یہ مدد مسلمانوں کی قلت تعداد کو کثرت میں

بدلنے کے لئے تھی تاکہ کفار کے دل مرعوب ہوں اور اہل ایمان کے دل امن وسکون سے شاد کام ہوں۔

علامہ قرطبی رحمتہ اللہ "فثبتوا الذین امنوا" (تو تم مومنوں کو ثابت قدم رکھو) کی تفسیر میں لکھتے ہیں انہیں نصرت کی بشارت دو یا اہل ایمان کے ساتھ رہ کر قتال کرو، یا بغیر جنگ کئے ان کے ہمراہ رہو، اس جملے کی مذکور الصدر تمام تفاسیر درست ہیں، قرطبی نے ان میں سے کسی قول کو قطعی اور حتمی قرار نہیں دیا۔

"فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منهم کل بنان" (سورۃ التحریم۔ آیت :٦) سو تم کافروں کی گردنوں کے اوپر وار کرو اور ان کے ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ۔

جو حضرات ملائکہ کے قتال کے قائل نہیں ہیں ان کے نزدیک یہ خطاب اہل ایمان سے ہے اور فرشتوں کے قتال کے قائل حضرات کے نزدیک یہ خطاب ملائکہ سے ہے، یہ بھی جائز ہے کہ یہ خطاب اہل ایمان اور ملائکہ دونوں سے ہو، قتل گردن مارنے سے ہوتا ہے، پوروں پر ضرب لگانے کا مطلب ہے ان میں تلواریں اٹھانے کی طاقت نہ رہے اور وہ اپنے ساتھیوں کے لئے بوجھ بن جائیں، مسلمانوں کے لئے ان تک رسائی اور ان کا قتل آسان ہو۔ مجھے عقلی اور منطقی طور پر اس قول میں کوئی غرابت نظر نہیں آتی نہ ہی یہ بات مجھے خلاف عقل واستدلال نظر آتی ہے کہ فرشتوں نے بدر میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں حصہ لیا، بلکہ فرشتوں کی شرکت کو خلاف عقل و منطق قرار دینا مجھے عجیب وغریب قول نظر آتا ہے۔

ملائکہ اللہ کے عبد ہیں اللہ نے انہیں امتیازات وخصوصیات سے نوازا ہے ارشاد ربانی ہے :

لا یعصون اللہ ما امرھم و یفعلون مایؤ مرون (التحریم۔ آیت۔٦) فرشتوں کو اللہ جو ارشاد فرماتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔

قرآن مجید میں ایسے متعدد واقعات مذکور ہیں جن میں فرشتوں کے انسانی صورت میں آنے کی تصریح ہے کسی مفسر اور صاحب علم نے اس کا انکار نہیں کیا، سورہ مریم میں حضرت مریم بتول اور آپ کے صاحبزادے (علیہ السلام) کے قصہ کے سیاق میں ارشاد ہے :

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ تو انہوں نے ان کی طرف سے پردہ کر لیا (اس وقت) ہم نے ان کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا تو وہ ان کے سامنے ٹھیک آدمی (کی شکل) بن گیا ﴿۱۷﴾

قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ (مریم) بولیں کہ اگر تم پرہیزگار ہو تو میں تم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں ﴿۱۸﴾

(سورۃ مریم۔ آیت ۱۷۔۱۸)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں ہے :

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرٰهِيمَ ﴿٥١﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلٰمًا ۖ قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ ﴿٥٢﴾ قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيمٍ ﴿٥٣﴾

اور ان کو ابراہیم کے مہمانوں کا احوال سُنا دو ﴿٥١﴾ جب وہ ابراہیم کے پاس آئے تو سلام کہا۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمیں تو تم سے ڈر لگتا ہے ﴿٥٢﴾ (مہمانوں نے) کہا کہ ڈریئے نہیں ہم آپ کو ایک دانشمند لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں ﴿٥٣﴾

(سورۃ الحجر۔ آیت: ۵۱۔۵۳)

هَلْ أَتٰكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرٰهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ﴿٢٤﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلٰمًا ۖ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ ﴿٢٥﴾ فَرَاغَ إِلٰى أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ ﴿٢٦﴾ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ﴿٢٧﴾ فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۖ قَالُوا لَا تَخَفْ ۖ وَبَشَّرُوهُ بِغُلٰمٍ عَلِيمٍ ﴿٢٨﴾ فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ﴿٢٩﴾ قَالُوا كَذٰلِكِ ۖ قَالَ رَبُّكِ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴿٣٠﴾

بھلا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے؟ ﴿٢٤﴾ جب وہ اُن کے پاس آئے تو سلام کہا۔ اُنہوں نے بھی (جواب میں) سلام کہا (دیکھا تو) ایسے لوگ کہ نہ جان نہ پہچان ﴿٢٥﴾ تو اپنے گھر جا کر ایک (بھنا ہوا) موٹا بچھڑا لائے ﴿٢٦﴾ (اور کھانے کے لیے) اُن کے آگے رکھ دیا۔ کہنے لگے کہ آپ تناول کیوں نہیں کرتے؟ ﴿٢٧﴾ اور دل میں اُن سے خوف معلوم کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ خوف نہ کیجیے اور اُن کو ایک دانشمند لڑکے کی بشارت بھی سُنائی ﴿٢٨﴾ تو ابراہیم کی بیوی چلاتی آئیں اور اپنا مُنہ پیٹ کر کہنے لگیں کہ (اے ہے ایک تو) بُڑھیا اور (دُوسرے) بانجھ ﴿٢٩﴾ اُنہوں نے کہا (ہاں) تمہارے پروردگار نے یُوں ہی فرمایا ہے۔ وہ بے شک صاحبِ حکمت (اور) خبردار ہے ﴿٣٠﴾

(سورۃ الذاریات۔ آیت: ۲۴۔۳۰)

حضرت لوط علیہ السلام کے واقعہ میں ہے :

فَلَمَّا جَاءَ آلَ لُوطٍ الْمُرْسَلُونَ ﴿٦١﴾ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ ﴿٦٢﴾

پھر جب فرشتے لُوط کے گھر گئے ﴿٦١﴾ (تو لُوط نے) کہا تم تو نا آشنا سے لوگ ہو ﴿٦٢﴾

(سورۃ الحجر۔ آیت: ۶۱۔۶۲)

وَجَآءَ اَھۡلُ الۡمَدِیۡنَةِ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ ﴿۶۷﴾ اور اہل شہر (لوط کے پاس) خوش خوش (دوڑے) آئے ﴿۶۷﴾
قَالَ اِنَّ ھٰۤؤُلَآءِ ضَیۡفِیۡ فَلَا تَفۡضَحُوۡنِ ﴿۶۸﴾ (لوط نے) کہا کہ یہ میرے مہمان ہیں (کہیں ان کی بابت) مجھے رسوا نہ کرنا ﴿۶۸﴾
وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ ﴿۶۹﴾ اور خدا سے ڈرو اور میری بے آبروئی نہ کیجو ﴿۶۹﴾

(سورۃ الحجر۔ آیت: ۶۷۔۶۹)

حضرت مریم کے پاس جبریل علیہ السلام بشری شکل میں آئے وہ خوف زدہ ہو گئیں اور بولیں "میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو اللہ سے ڈرنے والا ہے"۔۔۔ یہ حضرت ابراھیم علیہ السلام ہیں فرشتے ان کے پاس بشری صورت میں آتے ہیں آپ نے ان کے لئے کھانا تیار کروایا انہوں نے نہ کھایا تو آپ خوف زدہ ہوئے کہ انہوں نے آپ کا کھانا کیوں نہیں کھایا، آپ کی اہلیہ محترمہ بھی انہیں بشری شکل میں دیکھ رہی تھیں ان کی گفتگو کو سن اور سمجھ رہی تھیں، سو وہ اپنے چہرے پر ہاتھ مار کر کہنے لگیں "وہ تو بوڑھی بانجھ ہیں" انہیں فرشتوں کی بات سے حیرت و تعجب ہوا۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے بدکاروں نے ملائکہ کو بشر سمجھا، ان کا حسن و جمال دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور اپنی خصلت کے مطابق ان سے اپنی مراد پوری کرنی چاہی، لوط علیہ السلام نے ان سے فرمایا:

قَالَ اِنَّ ھٰۤؤُلَآءِ ضَیۡفِیۡ فَلَا تَفۡضَحُوۡنِ ﴿۶۸﴾ (لوط نے) کہا کہ یہ میرے مہمان ہیں (کہیں ان کی بابت) مجھے رسوا نہ کرنا ﴿۶۸﴾
وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ ﴿۶۹﴾ اور خدا سے ڈرو اور میری بے آبروئی نہ کیجو ﴿۶۹﴾

(سورۃ الحجر۔ آیت: ۶۸۔۶۹)

احادیث مبارکہ میں ہے جبریل امین کبھی دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے مجلس میں حاضر تمام مسلمان انہیں دیکھتے، جبریل علیہ السلام رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرتے تاکہ صحابہ کو دینی امور کے بارے میں معلومات فراہم کریں اور سوال کرنے کے آداب کی تعلیم دیں۔

ہمارے نزدیک یہی صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن مسلمانوں کی ملائکہ کے ساتھ مدد فرمائی، ملائکہ کے ذریعے اہل ایمان کے قلوب واقدام کو ثبات بخشا، اس کی تائید گذشتہ سطور میں منقول احادیث سے بخوبی ہوتی ہے، ملائکہ اس روز مسلمانوں کے ساتھ شریک رہے اور انہوں نے قتال کیا۔

جیسا کہ بعض احادیث سے ملائکہ کا بصورت بشر آنا مروی ہے اور قرآن مجید میں بھی انبیاء کرام علیھم

السلام کے پاس ملائکہ کا بصورت بشر حاضر ہونا مذکور ہے، یہ بھی جائز اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو اہل ایمان کی طرح بعض طاعات اور تکلیفات کا مکلف فرما دے اور ملائکہ بھی باذن الٰہی اہلِ ایمان کی طرح ہتھیار اٹھائیں، دشمنانِ خدا سے جنگ کریں اور بشر سے مخصوص دیگر اعمال بجالائیں، جو حضرات اس کے قائل نہیں ہیں وہ بھی معذور ہیں۔

ہم سب یہ حقیقت تسلیم کرتے ہیں کہ نصرت اللہ کی جانب سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے کم تعداد مومنوں کو کثیر التعداد کافروں اور مشرکوں پر فتح و نصرت عطا فرمائی، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ نصرت بایں طور ہو کہ ملائکہ انسانی شکل و صورت میں آئیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو اپنے گھیرے میں لے لیں مسلمانوں کی تعداد زیادہ کر دیں، ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کو ثابت قدمی عطا فرمائے، کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیا جائے اور فرشتے اہل ایمان کی طرح کفار سے قتال کریں۔ انہیں قیدی بنائیں اور نصرت الٰہی فتح مبین کی صورت میں جلوہ آرا ہو۔

یہ بھی ممکن ہے کہ نصرت خداوندی تیز ہوا کی شکل میں نمودار ہو جو دشمنوں کے خیمے گرا دے، ہانڈیاں الٹ دے، ریت مٹی سے آنکھیں اندھی ہونے لگیں یا اللہ کے لشکر کسی اور شکل میں آجائیں، یہ اہل ایمان کے لئے اللہ جل جلالہ کی جانب سے عزت افزائی کی متعدد صورتیں ہیں۔ بظاہر یہ اعمال و افعال اہل ایمان سے صادر ہوتے ہیں در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی فاعل حقیقی اور کارساز مطلق ہے۔

میرے تعجب کی اس وقت تک انتہا نہیں رہتی جب میں دیکھتا ہوں یہ لوگ سخت آندھی، پرندوں کے جھنڈ، بارشوں، تیز ہواؤں اور ٹڈیوں وغیرہ جیسے حشرات الارض کو نصرت الٰہی تسلیم کرتے ہیں لیکن اس بات کے منکر ہیں کہ اللہ کی نصرت فرشتوں کے قتال کی شکل میں بھی عطا ہو سکتی ہے۔

ملائکہ مسلمان مجاہدین کا ہاتھ بٹا رہے تھے تاکہ اصل فعل کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلّم اور آپ کے صحابہ کی طرف رہے، ورنہ جبریل علیہ السلام اپنے ایک پر سے تمام کافروں کا صفایا کر دیتے، لوط علیہ السلام کی قوم کے کئی شہر انہوں نے تباہ کر دیئے، اپنی ایک چیخ سے صالح علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کر دیا، اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ بعد ازاں دشمنانِ دین یہ جان کر خوف زدہ ہوں کہ مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتے اترتے ہیں۔ اور مسلمان بھی یہ جان لیں کہ منزل مقصود تک رسائی عمل، جدوجہد، مقابلے اور حسن استعداد پر مبنی ہے، مخلوق میں سنت الٰہی یہی ہے۔ "یہی اللہ کی وہ فطرت ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے" اس کے بعد اللہ کی

مدد و نصرت کا نزول ہوتا ہے اور نصرت الٰہی کبھی ناکام اور مغلوب نہیں ہوتی۔

فرشتے کہاں اترے تھے؟

بدر کے سفر کے دوران میں نے ہر وہ جگہ دیکھی جس کا اس غزوہ سے تعلق ہے میں نے غزوہ کا مقام، اس کے آثار اور مواقع دیکھے "الحنان" کے قریب ایک طویل پہاڑ ہے بدر شہر کی طرف جائیں تو یہ پہاڑ بائیں طرف پڑتا ہے، اس پہاڑ اور "الحنان" کے درمیان تنگ سی گھاٹی ہے جسے "الملص" کہا جاتا ہے، ابو سفیان نے جب سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے تعاقب میں ہیں وہ اسی گھاٹی کے راستے بھاگا تھا، شیخ باشمیل نے اس پہاڑ کو جبل ملائکہ کا نام دیا ہے، بعض اہل علم کو یہ مغالطہ ہوا ہے کہ ملائکہ کا نزول اسی پہاڑ پر ہوا تھا حالانکہ یہ صحیح نہیں کیونکہ ثابت اور صحیح قول کے مطابق فرشتے میدان جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داہنی جانب اترے تھے۔

شاید اس قول کا سبب یہ ہو کہ یہ وہی پہاڑ ہے جس پر سے گذرتے ہوئے ایک غفاری اور اس کے چچا زاد نے بادلوں میں سے فرشتوں کی آواز اور روایت کے مطابق اسلحہ کی جھنکار سنی تھی، غالباً اس روایت کے پیش نظر اسے جبل ملائکہ قرار دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

مؤلف میدان جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے آرام فرمانے کی جگہ کے پاس

باقی کنویں پاٹنے کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اس حوض سے سیراب ہوتے رہے

حیات الشہداء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا	جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے اُن کو مرے ہوئے
فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ	نہ سمجھنا (وہ مرے ہوئے نہیں ہیں) بلکہ خدا کے نزدیک
اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ ﴿۱۶۹﴾	زندہ ہیں اور اُن کو رزق مل رہا ہے ﴿۱۶۹﴾
فَرِحِيۡنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنۡ	جو کچھ خدا نے اُن کو اپنے فضل سے بخش رکھا ہے اُس
فَضۡلِهٖ ۙ وَيَسۡتَبۡشِرُوۡنَ بِالَّذِيۡنَ	میں خوش ہیں اور جو لوگ اُن کے پیچھے رہ گئے اور (شہید
لَمۡ يَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ مِّنۡ خَلۡفِهِمۡ ۙ	ہو کر) ان میں شامل نہیں ہو سکے اُن کی نسبت خوشیاں
اَلَّا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ	منا رہے ہیں کہ (قیامت کے دن) اُن کو بھی نہ کچھ خوف
يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۱۷۰﴾	ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے ﴿۱۷۰﴾
يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ بِنِعۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ	اور خدا کے انعامات اور فضل سے خوش ہو رہے ہیں
وَفَضۡلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيۡعُ اَجۡرَ	اور اس سے کہ خدا مومنوں کا اجر ضائع
الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۷۱﴾	نہیں کرتا ﴿۱۷۱﴾
اَلَّذِيۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِلّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ	جنہوں نے باوجود زخم کھانے کے خدا اور رسُول
مِنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الۡقَرۡحُ ۛؕ	(کے حکم) کو قبول کیا۔ جو لوگ ان میں نیکوکار
لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوۡا مِنۡهُمۡ وَاتَّقَوۡا	اور پرہیزگار ہیں اُن کے لئے بڑا
اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۷۲﴾	ثواب ہے ﴿۱۷۲﴾

(سورۂ آل عمران، آیت: ۱۶۹ تا ۱۷۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے، ابن عباس نے بیان کیا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تمہارے بھائی غزوہ احد میں شہید ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے قالب میں کر دیا وہ جنت کی نہروں پر آتی ہیں اور جنت کے پھل کھاتی ہیں اور عرش کے سایہ میں لٹکتی ہوئی قندیلوں میں راحت و آرام حاصل کرتی ہیں۔ جب کھانے پینے اور رہنے سہنے کی بہترین نعمتیں

انہیں ملیں تو کہنے لگے اے کاش! ہمارے بھائیوں کو معلوم ہو تا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ کیسا حسن سلوک فرمایا ہے، ایک اور روایت کے الفاظ میں "وہ کہنے لگے ہمارے بھائیوں کو یہ خبر کون دے گا کہ ہم جنت میں زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں تاکہ وہ جہاد سے کنارہ کش نہ ہوں اور لڑائیوں سے تھک کر نہ بیٹھ جائیں" اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں یہ خبر ان تک پہنچا دیتا ہوں۔ چنانچہ یہ آیات نازل ہوئیں۔

امام ترمذی اور حاکم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنھما سے روایت کیا ہے جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا جابر! کیابات ہے تم مجھے افسردہ نظر آتے ہو؟ میں نے عرض کی یارسول اللہ! میرے والد شہید ہو گئے ہیں اور وہ اہل و عیال اور قرض چھوڑ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں تجھے خوشخبری نہ دوں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے والد سے کیسے ملاقات فرمائی ہے؟ میں نے عرض کی یارسول اللہ ضرور ارشاد فرمائیں، آپ نے فرمایا: اللہ نے جس سے کلام فرمایا پردہ کے پیچھے سے کلام فرمایا۔ لیکن تیرے والد سے اللہ نے بلا حجاب کلام فرمایا ہے اللہ نے تیرے والد کو زندگی بخشی اور ارشاد فرمایا اے میرے بندے مجھ سے مانگ جو مانگے گا تجھے عطا کروں گا۔ تیرے والد نے گذارش کی میرے رب تو مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دے تاکہ میں دوبارہ تیری راہ میں شہید کیا جاؤں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ بات میں پہلے مقرر فرما چکا ہوں کہ کوئی بھی دنیا میں دوبارہ لوٹ کر نہیں جائے گا، تیرے والد نے کہا خدایا پھر میرے بعد والوں کو اس کی خبر پہنچا دے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

(امام ترمذی نے اس روایت کو حسن اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے) دونو روایات میں تطبیق دینا بہت آسان ہے۔

عند اللہ حیات الشہداء:

علماء اور مفسرین نے بل احیاء عندر بھم یرزقون (بلکہ (وہ) اللہ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے) کے متعدد مفاہیم بیان کئے ہیں، معتزلہ کہتے ہیں "بل احیاء" کا مطلب ہے وہ آخرت میں زندہ ہوں گے، لیکن ان کا یہ قول مردود ہے کیونکہ آخرت کی زندگی شہداء کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تمام انسان زندگی پائیں گے خواہ وہ جنت میں ہوں یا جہنم میں۔

بعض اہل علم کہتے ہیں "بل احیاء" سے مراد دنیا میں ان کی اچھی یاد اور ذکر خیر ہے، یہ معنی بھی درست نہیں ہیں کیونکہ شہداء کے علاوہ دوسرے لوگ بھی اس مرتبہ پر فائز ہوتے ہیں دنیا والے انہیں اچھے الفاظ سے

یاد کرتے ہیں یہ شہداء کی خصوصیت نہیں ہے۔

بعض حضرات "بل احیاء" کا یہ مفہوم بیان کرتے ہیں کہ شہداء اپنی قبور میں اپنے اجسام کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں وہ دنیاوالوں کی طرح کھاتے پیتے ہیں نکاح کرتے ہیں، اس قول کا بوداپن بھی عیاں ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے شہداء کے لئے افضل حیات اور ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتوں کی عطا بے معنی ہو جاتی ہے۔ ان کا امتیاز اور خصوصیت باقی نہیں رہتی بلکہ وہ دنیاوی زندگی جیسی ایک اور زندگی سے متصف نظر آتے ہیں۔

ان اقوال کی طرح یہ قول بھی مردود ہے کہ ان کے اجسام کو آسمان پر اٹھالیا جاتا ہے کیونکہ عملی مشاہدہ اس کی نفی کرتا ہے بعض اوقات کسی سبب سے شہداء کی قبور کھل گئیں یا کھولی گئیں تو لوگوں نے ان کے اجسام یا ان کی باقیات کو قبور میں موجود پایا۔

حق یہ ہے کہ شہداء کی زندگی برزخی ہے جو ہماری زندگی اور اس کے تقاضوں سے وراء ہے، ہمارے ادراک اس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں، ہماری معلومات کا انحصار صرف وحی الٰہی پر ہے۔ حدیث شریف میں ہے "قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے" لیکن ہم کسی قبر کو کھول کر دیکھیں ہمیں باغ یا گڑھے میں سے کچھ دکھائی نہیں دیتا، قبر کی نعمتوں اور قبر میں عذاب پر اعتقاد، ایمان بالغیب کا تقاضہ ہے۔

شہداءِ بدر :

تاریخ اسلام کے اس بے مثال معرکہ کے شہداء اپنے رب کے پاس دائمی نعمتوں اور بے نظیر حیات کے حقدار قرار پائے قیامت تک ان کا ذکر خیر اہلِ اسلام کی تاریخ کے ماتھے کا جھومر بنا رہے گا، رب ذوالجلال نے انہیں اپنے مکرم اور معزز بندوں کی صف میں بہترین مقام عطا فرمایا ہے، ہمارے دل و دماغ ان کے معطر و منور ذکر خیر سے جھوم جھوم جاتے ہیں، ان شہداء گرامی قدر میں چھ مہاجرین اور آٹھ انصار شامل ہیں، بعض محدثین کے قول کے مطابق انصار کے شہداء کی تعداد دس ہے۔

مہاجرین شہداء :

۱۔ حضرت ذوالشمالین بن عبد عمرو بن نضلہ بن غسان بن مالک بن قصی الخزاعی رضی اللہ عنہ، آپ بنو زہرہ کے

حلیف تھے، موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق وغیرہ نے آپ کو شہداء بدر میں ذکر کیا ہے۔

۲۔ ابن بیضاء حضرت صفوان بن وھب (یا اھیب یا ابن سہیل) بن ربیعہ بن عمرو بن عامر بن ربیعہ بن ہلال بن وھب قرشی رضی اللہ عنہ، ابن حجر لکھتے ہیں آپ کی غزوہ بدر میں شرکت پر تمام سیرت نگاروں کا اتفاق ہے، ابن اسحاق کی روایت ہے آپ بدر میں شہید ہوئے آپ کو طعیمہ بن عدی نے قتل کیا تھا، موسیٰ بن عقبہ نے آپ کا بدر کے مجاہدین میں ذکر کیا ہے، ابن کثیر نے البدایہ میں اور ابن ہشام نے "السیرۃ النبویہ" میں آپ کا شہداء بدر میں ذکر کیا ہے۔

۳۔ حضرت عاقل بن ابی البکیر بن عبد یالیل بن ناشب بن غیرہ بن سعد بن لیث بن بکر اللیثی رضی اللہ عنہ، آپ بنو عدی کے حلیف تھے۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں، السابقون الاولون میں سے ہیں، غزوہ بدر میں آپ اور آپ کے بھائی ایاس، خالد اور عامر رضی اللہ عنھم شریک تھے، موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق کی روایت کے مطابق آپ غزوہ بدر کے شہداء میں سے ہیں۔ پہلے آپ کا نام غافل تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عاقل سے بدل دیا (ابن سود) ابن کثیر نے "البدایہ" میں اور ابن ہشام نے "السیرۃ النبویہ" میں آپ کو شہداء بدر میں ذکر کیا ہے۔

۴۔ حضرت عبیدہ بن الحارث بن المطلب بن عبد مناف القرشی المطلبی رضی اللہ عنہ۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں، بنو عبد مناف کے سربراہ تھے مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے پھر ہجرت کی غزوہ بدر میں شرکت کی انفرادی مقابلے میں نکلے، دشمن کی تلوار سے آپ کا پاؤں کٹ گیا، اٹھا کر لائے گئے مدینہ منورہ کی طرف واپسی کے سفر میں وادی صفراء میں آپ کا انتقال ہوا وہیں دفن کیے گئے۔

۵۔ حضرت عمیر بن ابی وقاص بن عبد مناف بن زھرہ القرشی الزھری رضی اللہ عنہ (حضرت سعد بن ابی وقاص کے برادر خورد) امام ابن کثیر اور ابن ہشام نے آپ کو شہدائے بدر میں ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں تمام سیرت نگاروں کے بقول آپ غزوہ بدر میں شریک اور شہید ہوئے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے اپنے بھائی عمیر ابن ابی وقاص کو بدر کے لئے روانگی کے دن چھپتے ہوئے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لشکر اسلام کا ملاحظہ فرمانے والے تھے، میں نے عمیر سے چھپنے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا مجھے اندیشہ ہے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ لیں گے اور کم سنی کی وجہ سے واپس بھیج دیں گے۔ میں نے مجاہدین اسلام کے ساتھ جانے کا تہیہ کیا ہے امید ہے اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کی موت عطا فرمائے گا۔ عمیر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے تو آپ نے صغر سنی کی وجہ سے اسے واپس کرنا چاہا، عمیر رونے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ چلنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ سولہ برس کی عمر میں آپ میدان بدر میں شہادت سے سرفراز ہوئے، عمیر رضی اللہ عنہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درس گاہ کے تعلیم یافتہ تھے انہوں نے قرآن کے دستر خوان سے خوشہ چینی کی تھی (دور حاضر کے لڑکوں کی طرح ٹی وی اور ویڈیو فلموں کے دلدادہ نہ تھے)

۶۔ حضرت مہجع العکی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، یمن کے رہنے والے تھے، حضرت عمر نے انہیں بطور احسان آزادی دے دی تھی۔

امام موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں آپ بدر کے سب سے پہلے شہید ہیں، ابن کثیر نے البدایہ میں اور ابن ہشام نے "السیرۃ النبویہ" میں ان کا ذکر خیر کیا ہے۔

شہداء انصار:

۱/۷ حضرت حارثہ بن سراقہ بن عدی بن مالک بن عامر رضی اللہ عنہ۔ آپ کی والدہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ربیع بنت النضر رضی اللہ عنہا ہیں، حضرت حارثہ کی شہادت کے بعد ان کی والدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، ہم نے اہل بدر کی فضیلت کے زیر عنوان پورا واقعہ ذکر کیا ہے، وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

۲/۸ حضرت رافع بن المعلی بن لوذان بن حارثہ بن عدی بن زید بن ثعلبہ انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ۔ موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق وغیرہ نے آپ کو بدر کے شہیدوں میں ذکر کیا ہے۔ آپ کو عکرمہ بن ابی جہل نے شہید کیا تھا، ابن کثیر اور ابن ہشام نے بھی آپ کا شہداء بدر میں شمار کیا ہے۔

۳/۹ ابو خیثمہ حضرت سعد بن خیثمہ بن حارث بن مالک بن کعب بن النماط بن کعب بن حارثہ بن غنم اوسی انصاری رضی اللہ عنہ۔

علامہ ابن حجر آپ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ آپ بیعت عقبہ کے نقباء میں سے ہیں، امام بخاری نے تاریخ میں رباح بن ابی معروف کے طریق سے نقل کیا ہے انہوں نے بیان کیا میں نے مغیرہ بن حکیم سے سنا انہوں نے کہا میں نے عبداللہ بن سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنھم سے سوال کیا کیا آپ نے بدر میں شرکت کی تھی انہوں نے کہا ہاں اور بیعت عقبہ میں بھی شریک تھا، میں اپنے والد کے پیچھے سواری پر سوار تھا میرے والد نقیب تھے۔

امام ابن اسحاق فرماتے ہیں حضرت سعد بن خیثمہ بدر کے دن شہید ہوئے، موسیٰ بن عقبہ، ابن شہاب سے نقل کرتے ہیں کہ بدر کے دن حضرت خیثمہ اور ان کے بیٹے سعد نے (غزوہ میں شرکت کے لئے) قرعہ اندازی کی، قرعہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے نام کا نکلا، ان کے والد نے کہا بیٹے! تم مجھے شرکت کا موقع دے دو، سعد رضی اللہ عنہ نے کہا ابو! اگر جنت کے سوا کوئی چیز ہوتی تو میں ایسا کر لیتا، سعد، مجاہدین اسلام کے ساتھ بدر کی طرف روانہ ہوئے اور دوران معرکہ شہادت سے سرفراز ہوئے، تمام سیرت نگاروں نے آپ کو بدری شہید قرار دیا ہے، آپ کے قاتل کے نام میں اختلاف ہے بعض نے طعیمہ بن عدی کو اور بعض حضرات نے عمرو بن عبید کو آپ کا قاتل بتایا ہے، آپ کے والد ماجد حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہوئے۔

۴/۱۰ ۔ حضرت عمیر بن الحمام بن الجموح بن زید بن حرام بن کعب بن سلمہ انصاری رضی اللہ عنہ، موسیٰ بن عقبہ نے آپ کو مجاہدین بدر میں ذکر کیا ہے، ابن اسحاق کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے آج جو شخص اس حالت میں جنگ کرے گا کہ وہ صبر کا دامن تھامے ہوئے رضائے الٰہی کا طالب ہوگا، آگے بڑھنے والا ہوگا پیچھے ہٹنے والا نہ ہوگا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا"۔

حضرت عمیر بن الحمام چند کھجوریں ہاتھ میں لئے کھا رہے تھے انہوں نے یہ سن کر کہا واہ وا! میرے اور دخول جنت کے درمیان یہ چیز حائل ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیں، پھر کھجوریں پھینک دیں، تلوار بے نیام کر لی اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اس وقت آپ کی زبان پر یہ اشعار تھے۔

اے میرے نفس! اللہ کی طرف بغیر زادِ راہ کے تیزی سے بڑھ
صرف تقویٰ اور آخرت کے لئے نیک عمل ہی بہترین زادِ راہ ہے

اور راہِ خدا میں دورانِ جہاد صبر (بہترین زادِ راہ ہے)
اس سلسلہ کی ایک اور روایت سابقہ صفحات میں گذر چکی ہے۔

۵/۱۱ حضرت عوف بن الحارث رضی اللہ عنہ، آپ کو عوف بن عفراء کہا جاتا ہے، حضرت معاذ اور معوذ رضی اللہ عنھما آپ کے بھائی ہیں، بدر کے دن میدانِ کارزار میں عوف بن عفراء رضی اللہ عنہ نے سوال کیا یا رسُول اللہ! اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے کس عمل سے بہت خوش ہوتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا "جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو بغیر زرہ اور خود کے اپنا ہاتھ جنگ میں گھسیڑتے دیکھتا ہے" حضرت عوف نے اپنی زرہ اتار پھینکی اور مردانہ وار لڑتے ہوئے شہادت سے فائز المرام ہوئے۔

۶/۱۲ حضرت مبشر بن عبد المنذر بن زبیر بن زید بن امیہ انصاری رضی اللہ عنہ، ابن کثیر، ابن ھشام اور ابن اسحاق سب نے آپ کو اصحاب بدر میں ذکر کیا ہے اور آپ کی بدر میں شہادت کا قول کیا ہے۔

۱۳/۷ ابن عفراء حضرت معوذ بن حارث انصاری رضی اللہ عنہ، آپ ابو جہل کے قتل میں شریک تھے، ایک روایت میں ہے آپ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں شہید ہوئے، ابن عبد البر نے کہا ہے آپ ان مجاہدین میں شامل ہیں جنہوں نے ابو جہل کو قتل کیا پھر اس کے بعد آپ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ ابن کثیر نے "البدایہ" میں اور ابن ہشام کی "السیرۃ النبویہ" میں یہی مذکور ہے۔

۸/۱۴ ابن فسحم حضرت یزید بن الحارث بن قیس بن مالک بن احمد بن حارثہ بن ثعلبہ بن الخزرج رضی اللہ عنہ، آپ نوفل بن معاویہ الدیلی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔
ابن حبان کہتے ہیں آپ بدر میں شہید ہوئے، اپنے ہاتھ کی کھجوریں پھینک دیں اور لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ (سیرت ابن ہشام، البدایہ، ابن کثیر)
علماء مغازی اور سیرت کا مذکور الصدر حضرات کے شہداء بدر ہونے پر اتفاق ہے۔

۹/۱۵ حضرت معاذ بن حارث بن سواد بن مالک نجاری المعروف ابن عفراء رضی اللہ عنہ۔ پہلی بیعت عقبہ کرنے والے چھ انصاریوں میں شامل ہیں، بدر میں شریک رہے ابو جہل کو قتل کرنے والوں میں شامل تھے، علامہ ابن حجر نے آپ کو شہداء بدر میں ذکر کیا ہے، لیکن ابن ہشام اور ابن کثیر نے انہیں بدر کے شہداء میں ذکر نہیں کیا۔

۱۰/۱۶ حضرت ہلال بن معلّٰی بن لوذان بن حارثہ بن زید بن ثعلبہ بن مالک بن الخزرج رضی اللہ عنہ، امام ابن حبان اور ابن اسحاق نے آپ کو شہداء بدر میں شمار کیا ہے، لیکن ابن کثیر اور ابن ہشام اس کے قائل

نہیں ہیں۔

واقدی از ابن ابی حبیبہ از داؤد بن حصین از عکرمہ از ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس نے فرمایا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے غلام انسہ بھی بدر میں شہید ہوئے۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے بدر کے شہیدوں کی تدفین کا حکم دیا، شہداءِ بدر آج بھی اہلِ ایمان کے قلوب میں اپنے اجلال و تکریم اور عظمت کے ساتھ موجود ہیں، وہ دار العمل اور آزمائش کے گھر سے دار النعیم اور دار البقاء کو سدھار گئے، وہ اپنے رب کریم کے حضور میں زندہ ہیں اور رزق سے سرفراز کئے جاتے ہیں۔

امام طبرانی نے ثقہ راویوں کے اسناد سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے جو اصحاب بدر میں شہید ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے قالب میں کر دیا کہ وہ جنت میں چریں چگیں، اسی دوران ان کا رب ان پر جلوہ فرما ہوا اور ارشاد فرمایا اے میرے بندو! تمہیں کیا چاہیے؟ وہ عرض گذار ہوئے اے ہمارے پروردگار! اس سے بڑھ کر کیا انعام ہو سکتا ہے؟ راوی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اپنی خواہش اور تمنا بتاؤ، وہ چوتھی مرتبہ سوال پر عرض کرتے ہیں، ہماری روحیں واپس ہمارے جسموں میں بھیج دے تاکہ ہم پہلے کی طرح قتل کئے جائیں۔

صحیح البخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو فرماتے سنا "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ مجھ سے پیچھے رہ جانے والے اہل ایمان غم گین ہوں گے اور میرے پاس انہیں سوار کرنے کے لئے سواریاں نہیں تو میں راہِ خدا میں ہونے والی کسی جنگ سے پیچھے نہ رہتا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے مجھے یہ پسند ہے کہ میں راہِ خدا میں شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں"

شہیدوں کو مبارک ہو جنہوں نے شہادت کے ذریعے رضائے الٰہی حاصل کر لی اور جنات نعیم میں اہل صدق و صفا کے لئے تیار کردہ منازل کے حصول میں کامیاب رہے۔

بدر کے قبرستان میں ایک چار دیواری میں شہداءِ بدر کے مزارات ہیں، شہداء کو میدان جنگ ہی میں دفن کیا گیا تھا، بعض اہل خیر حضرات نے قبورِ شہداء کے گرد چار دیواری بنا دی جس سے مقابر شہداء کو پہچاننے میں آسانی ہوتی ہے۔

غزوہ بدر کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس غزوہ میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے لشکر میں کوئی منافق شامل نہیں تھا۔

مقتولین قریش گڑھے میں

معرکہ بدر کی شب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے قریش کے سرداروں کے گرنے کی جگہوں کی نشاندہی فرمادی تھی، ان میں سے ہر ایک عین اسی جگہ گرا جس جگہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے تعین فرمادیا تھا، جنگ کے بعد آپ نے ان مقتولین کی لاشوں کو ایک بدبودار گندے گڑھے میں منتقل کرنے کا حکم دیا، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا طریقہ مبارکہ تھا آپ دورانِ سفر یا غزوہ میں اگر کسی انسان کی لاش ملاحظہ فرماتے اسے دفن کرنے کا حکم دیتے خواہ مردہ مسلمان ہو یا کافر، بدر میں چونکہ قریش کے مقتول خاصی تعداد میں تھے اس لئے آپ نے حکم دیا ان کی لاشیں گھسیٹ کر لائی جائیں اور گڑھے میں ڈال دی جائیں، امیہ بن خلف کی لاش چونکہ پھول چکی تھی جب اسے گھسیٹنے لگے اس کا گوشت اور ہڈیاں بکھرنے لگیں آپ کے حکم سے اسے وہیں رہنے دیا گیا اور اسے مٹی اور پتھر ڈال کر ڈھانک دیا گیا۔

مسند دارقطنی میں ہے غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنت تھی آپ کو اگر انسان کی لاش نظر آجاتی تو مؤمن و کافر کی تحقیق کئے بغیر اسے دفن کرنے کا حکم دیتے، قریش کی کثیر تعداد مقتول تھی اس لئے آپ نے صحابہ کو مشقت میں ڈالنا ناپسند فرمایا اور ان کے لاشے گڑھے میں ڈالنے کا حکم دیا، یہ گڑھا (کنواں) بنو نجار کے ایک شخص نے کھودا تھا۔

جب عتبہ بن ربیعہ کی باری آئی اور اس کی لاش کو گھسیٹ کر پرانے بدبودار کنوئیں میں ڈالنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس کے بیٹے حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر نظر ڈالی، ان کے چہرے کا رنگ بدل رہا تھا، آپ نے ابو حذیفہ کی یہ کیفیت ملاحظہ فرمائی تو ارشاد فرمایا! اپنے باپ کی یہ حالت دیکھ کر شاید تمہارے دل میں کوئی خیال پیدا ہوا ہے؟ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسُول اللہ! بخدا ایسا نہیں ہے، لیکن میرا باپ صاحب رائے، حوصلہ مند اور اچھی صفات کا حامل تھا مجھے توقع تھی یہ خوبیاں اسے اسلام کی طرف مائل کردیں گی، جب میں نے اس کا یہ انجام دیکھا تو مجھے بہت دکھ ہوا، یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ابو حذیفہ کے لئے دعائے خیر فرمائی اور ان کی تعریف کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم جب جنگ میں فتح یاب

ہوتے تو تین دن وہیں قیام فرماتے، بدر میں تیسرے روز آپ کے حکم سے آپ کی اونٹنی پر پالان کسا گیا، آپ روانہ ہوئے صحابہ کرام بھی پیچھے پیچھے چل پڑے آپ اس پرانے کنوئیں پر آئے جس میں مشرکوں کی لاشیں ڈالی گئی تھیں اور فرمایا اے فلاں بن فلاں! اے فلاں بن فلاں! کیا تم نے اس وعدہ کو سچا پایا جو اللہ اور اس کے رسول نے تم سے کیا تھا؟ میرے ساتھ تو میرے رب نے جو وعدہ فرمایا تھا میں نے اسے سچا پایا۔

بعض روایات میں ہے آپ نے کنوئیں کی منڈیر پر کھڑے ہو کر ان کے نام لے کر ندا کی اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! اے امیہ بن خلف! اے ابو جہل بن ہشام! تم اپنے نبی کے بہت برے رشتہ دار تھے، تم نے میری تکذیب کی اور لوگوں نے میری تصدیق کی، تم نے مجھے اپنے گھر سے نکالا اور لوگوں نے مجھے پناہ دی، تم نے میرے ساتھ جنگ کی اور لوگوں نے میری مدد کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ بے روح اجسام سے کیسے گفتگو کر سکتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا "میں نے جو کچھ کہا وہ سن چکے ہیں لیکن وہ جواب دینے کی طاقت سے محروم ہیں"

قتادہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سن لی تاکہ ان کی حسرت وندامت میں اضافہ ہو، ان کی ذلت ورسوائی بڑھے۔

صحیح البخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے کنوئیں کے کنارے پر کھڑے ہو کر فرمایا "کیا تم نے اس وعدے کو سچا پایا جو تمہارے رب نے تم سے کیا تھا؟" پھر فرمایا: یہ اب میری بات کو سن رہے ہیں" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بتایا گیا تو انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا" یہ لوگ اب جانتے ہیں کہ میں ان سے سچ کہا کرتا تھا" پھر آپ نے آیت

فانک لا تسمع الموتی   تو بے شک آپ نہیں سناتے مردوں کو

کی تلاوت کی اور سورہ فاطر کی یہ آیت پڑھی:

وما انت بمسمع من فی القبور   اور آپ انہیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں ہیں
(سورۃ فاطر۔ آیت۔ ۲۲)

علامہ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ اس مسئلہ میں رقمطراز ہیں:

علماء کے نزدیک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت صحیح ہے کیونکہ اس کی صحت پر کثیر شواہد موجود ہیں۔ چنانچہ ابن عبدالبر تصحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں "جب کوئی شخص اپنے ایسے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گذرتا ہے جسے وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اسے سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میت کی روح کو لوٹا دیتا ہے وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے"

حدیث صحیح میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت سے فرمایا جب وہ قبر والوں کو سلام کریں تو ایسے سلام کریں جیسے کسی مخاطب کو سلام کرتے ہیں مسلمان کہے "السلام علیکم دار قوم مؤمنین" سلام کا یہ صیغہ سننے اور سمجھنے والے کے لئے خطاب پر مبنی ہے، اگر اسے خطاب کا صیغہ نہ مانا جائے تو پھر یہ سلام معدوم اور جمادات کو خطاب ہوگا۔ حالانکہ سلف صالحین کا اس پر اجماع ہے اور آثار متواترہ سے ثابت ہے کہ میّت زیارت کے لئے آنے والے کو پہچانتا اور خوش ہوتا ہے۔ (مرویات غزوہ بدر ص ۲۵۷)

حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ اسماعیلی سے نقل کرتے ہیں کہ "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فہم و ذکاء، کثرت روایت اور علوم دینیہ میں ان کی مہارت کسی شبہ سے بالاتر ہے لیکن کسی ثقہ کی روایت کو اس صورت میں رد کیا جاتا ہے جب اس کے پائے کی ایسی روایت موجود ہو جو اس کے نسخ، تخصیص یا استحالہ پر مبنی ہو، جبکہ یہاں ایسا نہیں ہے بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں تطبیق ممکن ہے، کیونکہ ارشادِ الٰہی "فانک لا تسمع الموتیٰ (الروم۔ ۵۲) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "انھم الاٰن یسمعون (وہ اب سن رہے ہیں) میں کوئی تضاد اور منافات نہیں ہے۔ کیونکہ "اسماع" کا مطلب ہے سامع کے کان میں مسمع (سنانے والا) کا آواز پہنچانا، یہاں مسمع اللہ تعالیٰ ہے اسی نے کافروں کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ آپ نے فرمایا تھا "انھم الآن لیعلمون" (وہ اب جانتے ہیں) "یسمعون" والی روایت کے منافی نہیں بلکہ اس کا مؤید ہے۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ علامہ سہیلی کی گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ نفس خبر ہی میں ایسا اشارہ موجود ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے پر دلالت کرتا ہے۔ (یعنی یہ آپ کا معجزہ تھا کہ مقتولین قریش آپ کی بات سن رہے تھے) اور وہ اشارہ صحابہ کا یہ سوال ہے کہ "آپ مردہ لوگوں سے گفتگو فرما رہے ہیں؟"

بہر حال اس حالت میں اگر ان کا جاننا جائز ہے تو ان کا سننا بھی جائز ہے، یہ سننا اکثر اہل علم کے بقول سر کے کانوں سے تھا یا بقول بعض دل کے کانوں سے۔

جس کنوئیں میں مشرکوں کی لاشیں ڈالی گئی تھیں وہ معروف جگہ ہے (تصویر ملاحظہ کیجئے) میں نے وہ جگہ دیکھی ہے، مجھے بدر کے باسیوں میں سے ایک بااعتماد شخص نے بتایا کہ جب بارشیں ہوتی ہیں، بدر میں ہر جگہ گھاس اور ہریالی نظر آتی ہے لیکن اس کنوئیں کی جگہ پر کسی قسم کی گھاس نہیں اگتی، یہ جگہ بنجر اور ویران رہتی ہے، العیاذ باللہ۔ دروغ بر گردنِ راوی۔

فتح کی بشارت اور واپسی کا سفر

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کی بالائی آبادی کی جانب مژدہ سنانے کو روانہ فرمایا یہ علاقہ مدینہ طیبہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے، اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنی ناقہ پر مدینہ کے نشیبی علاقہ میں رہنے والوں کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی فتح و نصرت کی خوشخبری دینے کے لئے روانہ فرمایا، حضرت عبداللہ بن رواحہ بالائی آبادی میں یہ اعلان کرنے لگے اے گروہ انصار! تمہیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کی خوشخبری ہو، بہت سے مشرک قتل کردیئے گئے اور بہت سے قیدی بنالئے گئے ہیں۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نشیبی علاقہ کے رہنے والوں میں اسی طرح اعلان کر رہے تھے، دونو حضرات یہ بھی بتاتے جاتے تھے کہ قریش کے فلاں فلاں سردار مارے گئے ہیں، دشمن خدا کعب بن اشرف نے یہ اعلان سنا تو کہنے لگا اگر محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان لوگوں کو قتل کردیا ہے تو پھر زمین کا پیٹ اس کی پشت سے بہتر ہے۔(اس زندگی سے موت بہتر ہے)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنھما کہتے ہیں، ہمیں جب یہ خبر ملی ہم اس وقت حضرت رقیہ بنت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر کے ان کی قبر پر مٹی دے چکے تھے یہ ایک منافق نے حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہارا لشکر ایسا تتر بتر ہوا ہے کہ اب اس کے جمع ہونے کا کوئی امکان نہیں، محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل کردیئے گئے ہیں ان کے ساتھی مغلوب ہوگئے ہیں، جس ناقہ پر زید بن حارثہ سوار ہے وہ حضور کی ہے، زید سراسیمگی میں بغیر سوچے سمجھے ایسا اعلان کرتا پھرتا ہے، حضرت اسامہ کہتے ہیں میں نے تنہائی میں حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا یہ شخص کیا کہہ رہا تھا؟ انہوں نے مجھے پوری بات بتائی، میں نے پوچھا کیا یہ سچ کہہ رہا ہے؟ انہوں نے فرمایا بیٹے اللہ کی قسم جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے، اس سے میری جان میں جان آئی اور میں نے اس منافق سے جاکر کہا تم رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں زہریلی افواہیں اور خبریں پھیلا رہے ہیں جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے ہم تجھے آپ کی خدمت میں پیش کریں گے حضور تیرا سر قلم کردیں گے۔ منافق گھبرا کر کہنے لگا میں نے تو سنی سنائی بات کہی تھی، لوگ اسی طرح کہہ رہے تھے۔

اس وقت تک حضرت اسامہ کی اپنے والد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہوئی تھی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے وادی صفراء کو عبور کرنے کے بعد

آپ نے مال غنیمت تقسیم فرمایا مال غنیمت میں ڈیڑھ سو اونٹ، دس گھوڑے، بھاری مقدار میں مختلف قسم کا سامان، ہتھیار، رنگا ہوا چمڑہ، کپڑے، چمڑے کے دستر خوان شامل تھے، مشرکین بغرض تجارت بہت سا سامان ساتھ لائے تھے، مقتول کا سامان اور ہتھیار اسے قتل کرنے والے مجاہد کو دیا گیا۔ آپ کے حکم کے مطابق قیدیوں کو قید کرنے والوں کے سپرد کر دیا گیا، قریش کے فرار ہونے کے بعد میدانِ جنگ سے جتنا سامان ملا اسے تمام مجاہدین میں برابر برابر تقسیم کر دیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو مسلمانوں نے شہر سے چند میل پہلے حاضر ہو کر آپ کا استقبال کیا، اور آپ کو اس عظیم کامیابی پر مبارکبادیں پیش کیں، سلمہ بن سلامہ بن وقش رضی اللہ عنہ کہنے لگے آپ ہمیں قریش کے انجام اور بدر میں ان کے قتل پر مبارکباد دے رہے ہیں، "بخدا ہمارے مقابلے میں تو گویا بوڑھی گنجی عورتیں تھیں جنہیں ہم نے رسی سے بندھی ہوئی اونٹنیوں کی طرح ذبح کر دیا" رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلمہ کی یہ بات سن کر مسکرا دیئے اور ارشاد فرمایا بھتیجے! تم جن لوگوں کا ذکر کر رہے ہو وہ اپنی قوم کے اشراف اور سردار تھے، سلمہ شرمندہ ہوئے اور عرض کی یارسُول اللہ کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں؟

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم قبل ازیں فلاں فلاں دن فلاں فلاں بات کر چکے ہو، آپ نے ان کی غیر سنجیدہ باتیں بیان کیں اور فرمایا میں تیرے رشد و ہدایت کا منتظر ہوں"

حضرت سلمہ کی خجالت بڑھ گئی اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے لگے اور قسم کھائی کہ آج کے بعد ایسی کوئی بات نہیں کریں گے جو آپ کو ناپسند ہو، گذشتہ صفحات میں سلمہ اور اعرابی کی گفتگو بھی گذر چکی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مضیق الصفراء سے نکلنے کے بعد النازیہ تک پہنچنے سے پہلے اموالِ غنیمت تقسیم فرمائے۔

نضر بن الحارث کو الصفراء میں اور عقبہ بن ابی معیط کو عرق الظبیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے قتل کر دیا گیا، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں سے حسن سلوک کی نصیحت کی۔

صحابہ کرام نے قیدیوں سے بے مثال حسن سلوک کیا، بعض اوقات وہ قیدی کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے تھے، الروحاء میں مسلمان فتح پر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال اور مبارکباد دینے کے لئے حاضر ہوئے، حضور بہ سلامت فتح و نصرت سے ہمکنار واپس تشریف لے آئے، قریش کے بعض سردار بطور قیدی لائے گئے جن میں سہیل بن عمرو بھی تھے، حضرت سودہ رضی اللہ عنھا سہیل کو بندھا ہوا دیکھ کر ضبط نہ کر سکیں اور ان کی زبان سے ایسا کلمہ نکل گیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گذرا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے فوراً معذرت پیش کی اور استغفار کیا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عفو و درگذر سے کام لیا اور ان کی سبقت لسانی کو معاف فرما دیا۔

قیدیوں کے بارے میں صحابہ کرام کا اختلاف

معرکہء بدر اختتام پذیر ہوا، قریش اور ان کے حلیف رسوا کن، مہلک شکست سے دوچار ہوئے، ان کے ستر سے زائد افراد قتل ہوئے اور تقریباً اتنے ہی قیدی بنا لئے گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے لئے یہ پہلی فتح ونصرت تھی، اب سوال یہ پیدا ہوا کہ قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین سیاسی بالغ نظری اور یگانہ اسلوب کے مطابق صحابہ کرام سے مشورہ طلب فرمایا، جن امور میں اب تک قرآنی احکام کا نزول نہیں ہوا تھا آپ اس میں اجتہاد سے کام لیتے تھے، آپ نے مجلس مشاورت منعقد کی اور صاحب رائے، منتخب صحابہ سے رائے اور مشورہ مانگا، آپ کے صحابہ اپنے بعض اوصاف میں ایک دوسرے سے ممتاز تھے، بعض نرم دل اور رقیق القلب تھے، بعض کے مزاج میں کسی وجہ سے سختی اور شدت تھی، باہم مشورے کے بعد صحابہ کرام کی طرف سے تین طرح کی آراء سامنے آئیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے :

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ آپ کے خاندان اور قوم کے لوگ ہیں، ایک روایت میں ہے یہ آپ کے عم زاد، اہل قبیلہ اور بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پر فتح ونصرت عطا فرمائی ہے، میری رائے یہ ہے ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے، فدیہ سے جو سرمایہ اکٹھا ہوگا وہ کفار کے خلاف ہماری تقویت کا باعث ہوگا اور اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ ایمان لے آئیں گے اور ہمارے دست وبازو بنیں گے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی رائے :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے پیش کی یا رسول اللہ! ان لوگوں نے آپ کی تکذیب کی، آپ کو ہجرت پر مجبور کیا، آپ کے ساتھ جنگ کی، میری رائے ابوبکر کی رائے سے مختلف ہے، میری رائے یہ ہے کہ ہر قیدی کو اس کے قریبی مسلمان رشتہ دار کے حوالہ کیا جائے وہ اس کی گردن اڑا دے، عقیل کو اس کے بھائی علی کے حوالے کر دیں وہ اس کی گردن اڑا دیں، عباس کو اس کے بھائی حمزہ کے حوالے کر دیں وہ اس کی گردن اڑا

دیں تاکہ مشرکوں کو معلوم ہو جائے ہمارے دلوں میں مشرکوں سے محبت کی ذرہ بھر گنجائش نہیں ہے، میرا یہی مشورہ ہے انہیں قید میں نہ رکھا جائے بلکہ موت کے گھاٹ اتار اجائے کیونکہ یہ لوگ مشرکین کے پیشوا اور سردار ہیں۔

حضرت عبداللہ بن ابی رواحہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ :

سب سے سخت مشورہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا تھا انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ ایک وادی میں بڑی مقدار میں ایندھن جمع کر کے آگ لگادی جائے اور انہیں بھڑکتے ہوئے شعلوں کے حوالے کر دیا جائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی تجویز سنی تو کہا "تجھے تیرا رحم روئے" صحابہ کرام میں سے زیادہ تر حضرات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کے حامی تھے۔ چند حضرات نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دی۔

ابو زمیل روایت کرتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما نے بیان فرمایا جب قیدی لائے گئے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنھما سے فرمایا "ان قیدیوں کے متعلق تمہارا کیا مشورہ ہے ؟ "حضرت ابوبکر نے عرض کی: یارسُول اللہ! یہ آپ کے عم زاد اور ہم قبیلہ ہیں، میرا خیال ہے آپ ان سے فدیہ لے لیں، یہ سرمایہ کفار کے خلاف ہماری تقویت کا باعث ہوگا، اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ یہ لوگ اسلام قبول کرلیں گے، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر! تمہاری کیا رائے ہے ؟ انہوں نے کہا نہیں یارسُول اللہ! میری رائے ابوبکر کی رائے سے قطعی مختلف ہے، میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ انہیں ہمارے حوالے کریں ہم ان کی گردنیں اڑادیں، عقیل کو علی کے حوالے کردیں وہ اس کی گردن اڑادیں، فلاں کو میرے حوالے کردیں (اپنے قریبی رشتہ دار قیدی کا نام لیا) تاکہ میں اس کی گردن اڑادوں، یہ لوگ کفر کے امام اور پیشوا ہیں، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں دوسرے دن میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا کیا دیکھتا ہوں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر بیٹھے رو رہے ہیں، میں نے عرض کیا یارسُول اللہ! ارشاد فرمایئے آپ اور آپ کے رفیق کیوں رو رہے ہیں تاکہ اگر میں روسکوں تو آپ کے ساتھ روؤں ورنہ کم از کم آپ کے ساتھ رونے جیسی شکل بنالوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے دوستوں نے فدیہ لینے کا مشورہ دیا تھا میں اس کے لئے رو رہا ہوں (اور ایک قریبی درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) اس رائے کے باعث انہیں جو عذاب دیا

جانے والا تھا وہ اس درخت سے بھی قریب تر میرے، سامنے پیش کیا گیا"
اللہ تعالیٰ! نے سورۃ الانفال کی یہ آیات نازل فرمائیں اور مسلمانوں کے لئے مالِ غنیمت کو حلال فرمادیا۔
(مسلم)

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ أَسْرٰى	پیغمبر کو شایاں نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں جب تک
حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ	(کافروں کو قتل کر کے) زمین میں کثرت سے خون (نہ) بہادے
الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ وَاللّٰهُ	تم لوگ دنیا کے مال کے طالب ہو اور خدا آخرت (کی بھلائی)
عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٦٧﴾	چاہتا ہے اور خدا غالب حکمت والا ہے ﴿٦٧﴾
لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ	اگر خدا کا حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو جو (فدیہ) تم نے لیا ہے اُس کے
فِيْمَآ أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٦٨﴾	بدلے تم پر بڑا عذاب (نازل) ہوتا ﴿٦٨﴾
فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّ	تو جو مالِ غنیمت تمہیں ملا ہے اُسے کھاؤ (کہ وہ تمہارے لئے) حلال طیب
اتَّقُوا اللّٰهَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٦٩﴾	(ہے)، اور خدا سے ڈرتے رہو بیشک خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿٦٩﴾

(سورۃ الانفال۔ آیت ٦٧۔٦٩)

صحابہ کرام کی تجاویز سماعت فرما کر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لے گئے تھوڑی دیر کے بعد باہر تشریف لائے۔ آپ کا میلان حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کی جانب تھا آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے دل دودھ سے بھی زیادہ نرم کر دیتا ہے اور بعض لوگوں کے قلوب پتھر سے بھی زیادہ سخت فرمادیتا ہے، ابو بکر تمہاری مثال فرشتوں میں میکائیل جیسی ہے جو رحمت لے کر نازل ہوتے ہیں اور انبیاء کرام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سی ہے جنہوں نے کہا:

فمن تبعني فانه مني ومن عصاني فانك غفور رحيم (ابراھیم۔٣٦)	تو جس نے میری پیروی کی تو بے شک وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً تو بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اور تمہاری مثال حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کیا:

ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم۔ (المائدہ۔١١٨)	اگر تو انہیں عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی بہت غالب ہے بڑا حکمت والا ہے۔

اور عمر تمہاری مثال فرشتوں میں جبریل جیسی ہے جو دشمنانِ خدا پر عذاب اور سختی لے کر نازل ہوتے ہیں اور انبیاء کرام میں تمہاری مثال نوح علیہ السلام کی سی ہے جنہوں نے دعا کی :

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿٢٧﴾

اور (پھر) نوح نے (یہ) دُعا کی کہ میرے پروردگار کسی کافر کو روئے زمین پر بستا نہ رہنے دے ﴿٢٦﴾ اگر تو ان کو رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان سے جو اولاد ہوگی وہ بھی بدکار اور ناشکر گزار ہوگی ﴿٢٧﴾

(سورۃ نوح۔ آیت ٢٦۔ ٢٧)

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے دعا کی :

ربنا اطمس علی اموالھم و اشدد علی قلوبھم فلا یؤ منواحتی یروا العذاب الالیم۔ (یونس : ٨٨)

اے ہمارے رب ان کے مالوں پر ہلاکت ڈال اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ وہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں۔

آپ نے حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنھما سے فرمایا "اگر تمہاری رائے یکساں ہوتی تو میں اس کے خلاف نہ کرتا" پھر فرمایا تم تنگدستی کا شکار ہو ان میں سے کسی کو بھی فدیہ یا قتل کے بغیر نہیں چھوڑا جائے گا"۔

حضرت عبد اللہ کہتے ہیں یہ سن کر میں نے کہا یا رسُول اللہ ! سہیل بن بیضاء کو اس سے مستثنیٰ فرمایا جائے میں نے اسے اسلام کے بارے میں اچھے خیالات کا اظہار کرتے سنا ہے، راوی کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہیں مجھ پر آسمان سے پتھروں کی بارش نہ ہونے لگے، کچھ توقف فرمانے کے بعد آپ نے فرمایا "سہیل بن بیضاء کے سوا"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا مالدار قیدیوں سے چار ہزار درہم فدیہ لیا جائے اور باقیوں سے ان کی استطاعت کے مطابق تین ہزار، دو ہزار یا ایک ہزار درہم فدیہ لیا جائے، بعض قیدیوں کا فدیہ دس مسلمان بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھانا قرار دیا گیا اور کچھ قیدیوں کو بغیر فدیہ لئے بطور احسان چھوڑ دیا گیا۔ اس موقع پر سورۃ الانفال کی یہ آیات نازل ہوئیں :

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ

پیغمبر کو شایاں نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں جب تک (کافروں کو قتل کر کے) زمین میں کثرت سے خون (نہ) بہا دے۔ تم لوگ دنیا کے مال کے طالب ہو اور خدا آخرت (کی بھلائی)

عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٧﴾
لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ
فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٦٨﴾
فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَّ
اتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٩﴾

چاہتا ہے اور خدا غالب حکمت والا ہے ﴿٦٧﴾
اگر خدا کا حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو جو (فدیہ) تم نے لیا ہے اس کے
بدلے تم پر بڑا عذاب (نازل) ہوتا ﴿٦٨﴾
تو جو مال غنیمت تمہیں ملا ہے اسے کھاؤ کہ وہ تمہارے لئے حلال طیب
ہے، اور خدا سے ڈرتے رہو بیشک خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿٦٩﴾

(سورۃ الانفال۔ آیات : ٦٧ تا ٦٩)

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے گرامی چونکہ قیدیوں سے فدیہ قبول کرنے والوں کے ساتھ تھی اس لئے آپ سخت غمگین ہو کر رو دیئے آپ کے غم واندوہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی رونے پر مجبور کر دیا اور وہ اس لئے بھی رونے لگے کہ انہوں نے بھی قیدیوں سے فدیہ لینے کا مشورہ دیا تھا۔ تب عتاب کے ساتھ عفو پر مبنی یہ آیات نازل ہوئیں۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر اس معاملہ میں ہم عذاب دیئے جاتے تو عمر تیرے سوا کوئی نجات نہ پاتا۔ میدان جنگ میں قریش کی ہزیمت کے بعد جب لوگوں کو قیدی بنایا جارہا تھا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت ناپسندیدگی کا اظہار کر دیا تھا۔

قریش نے اپنے قیدیوں کو چھڑانے میں جلدبازی سے کام لیا تاکہ مسلمانوں کو ان پر طعنہ زنی کا موقعہ نہ ملے اور مسلمان فدیہ کی رقم نہ بڑھادیں۔

سب سے پہلے قریش سے چھپ کر (تاکہ قریش اسے روک نہ دیں) المطلب بن ابی وداعہ سہمی مدینہ طیبہ آیا اور چار ہزار درہم فدیہ دے کر اپنے والد کو لے گیا۔

پھر قیدیوں کے عزیز واقارب کا تانتا بندھ گیا اور وہ اپنے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے مدینہ طیبہ آنے لگے۔

جبیر بن مطعم بن عدی :

جُبیر بن مطعم بن عدی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قیدیوں کے بارے میں بات چیت کرنے آیا۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تیرا والد زندہ ہوتا اور ہم سے بدر کے قیدیوں کے متعلق سفارش کرتا تو ہم اس کی سفارش مان لیتے۔ ایک روایت میں ہے اگر مطعم زندہ ہوتا اور مجھ سے قیدیوں کے متعلق گفتگو کرتا تو میں اس کی خاطر انہیں رہا کر دیتا۔

اس کا سبب یہ تھا کہ طائف سے واپسی پر مطعم نے آپ کو اپنی پناہ میں لیا تھا اور سوشل بائیکاٹ کی دستاویز کے ختم کرنے میں اس نے مثبت کردار ادا کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے احسان کے جواب میں سب سے بڑھ کر احسان کرنے والے تھے۔

قیدی عمرو بن ابی سفیان :

عمرو بن ابی سفیان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قیدی بنایا تھا، جناب ابو سفیان نے اس کا فدیہ دینے سے انکار کردیا اور کہنے لگا میرا خون بہا اب میرا مال بھی جائے گا، انہوں نے میرے بیٹے حنظلہ کو قتل کردیا اور اب میں عمرو کا فدیہ دوں، وہ اسے اپنے پاس رکھیں اور جو جی میں آئے کریں۔

لیکن ابو سفیان کو موقع مل گیا بنو عمرو بن عوف کے سعد بن نعمان رضی اللہ عنہ عمرہ کرنے آئے ہوئے تھے، ابو سفیان نے اپنے بیٹے عمرو کے بدلے انہیں قیدی بنالیا، بنو عمرو بن عوف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی ہمیں عمرو بن ابی سفیان دے دیں تاکہ ہم اس کے بدلے میں اپنا آدمی چھڑا سکیں، آپ نے ان کی درخواست قبول فرمالی۔

قیدی ابو العاص بن الرّبیع :

اسیرانِ جنگ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابو العاص بھی تھے، حضرت زینب نے ابو العاص کے بھائی عمرو کے ہاتھ فدیہ میں وہ ہار بھیجا جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں رخصتی کے وقت پہنایا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ہار کو دیکھ کر آبدیدہ ہوگئے۔ آپ پر رقت طاری ہوگئی فرمایا "اگر تم مناسب سمجھو تو زینب کے قیدی کو رہا کردو اور اس کا ہار واپس کردو" صحابہ کرام نے ایسا ہی کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو العاص سے وعدہ لیا کہ وہ زینب رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ طیبہ بھیج دیں گے، انہوں نے وعدہ نبھایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو لینے کے لئے دو آدمیوں کو روانہ فرمایا۔

قیدی سہیل بن عمرو العامری :

سہیل بن عمرو دور جاہلیت میں قریش کا صاحبِ علم خطیب تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

درخواست کی یارسُول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس کے اگلے دانت توڑ دوں تاکہ پھر کبھی کسی جگہ کھڑا ہو کر یہ آپ کے خلاف تقریر نہ کر سکے، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس کا مثلہ نہیں کروں گا ورنہ اللہ تعالیٰ میرا مثلہ کرے گا، اگرچہ میں اللہ کا نبی ہوں، شاید یہ کسی مجلس میں ایسی باتیں بیان کرے جو تجھے بری نہ لگیں۔ چنانچہ یہی ہوا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کے سامنے بلیغ خطبہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا ذکر کیا اور کہا:

"لوگو! جو شخص محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا تھا آپ کا انتقال ہو چکا، اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ جان لے اللہ تعالیٰ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی، تمہیں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد معلوم نہیں "انک میت وانھم میتون" (بے شک آپ پر موت آنی ہے اور یقیناً انہیں بھی مرنا ہے) اور ارشاد باری ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ	اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو صرف (خدا کے) پیغمبر ہیں اُنسے
مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ	پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو گزرے ہیں۔ بھلا اگر یہ مرجائیں
اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ	یا مارے جائیں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ؟ (یعنی مرتد ہو جاؤ؟)
وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ	اور جو اُلٹے پاؤں پھر جائیگا تو خدا کا کچھ نقصان نہیں کرسکے گا
اللّٰهَ شَـيْـــًٔـا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٤﴾	اور خدا شکر گذاروں کو (بڑا) ثواب دے گا ﴿١٤٤﴾

(سورۃ آل عمران۔ آیت: ۱۴۴)

بخدا میں جانتا ہوں معاملہ بہت طویل ہو جائے گا تم ابوسفیان کے دھوکے میں نہ آنا، جس حقیقت سے میں آشنا ہوں ابوسفیان بھی اس سے لاعلم نہیں لیکن بنو ہاشم سے حسد نے اس کے سینہ پر مہر لگادی ہے، اپنے رب پر توکل کرو اللہ کا دین قائم ہے اس کا کلمہ تام ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کی نصرت فرمائے گا جو اس کے دین کی نصرت اور تقویت کا سبب ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں خیر پر جمع فرمایا ہے اور اس سے اسلام کی قوت میں اضافہ ہوا ہے۔ اگر کوئی مرتد ہوا ہم اس کی گردن اڑا دیں گے"۔

اہل مکہ اس تقریر کے بعد اپنے ارادوں سے باز رہے ورنہ بعض لوگ مرتد ہونے کا سوچ رہے تھے اور والی مکہ کو خوف زدہ کر رہے تھے، حضرت سہیل بن عمرو العامری کی تقریر نے انہیں اسلام پر ثابت قدمی بخشی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔

مکہ سے مکرز بن حفص، سہیل بن عمرو کے فدیہ کے متعلق گفتگو کرنے آیا، فدیے کی رقم طے ہو گئی تو مکرز نے صحابہ کو اس بات پر راضی کر لیا کہ سہیل کے بدلے میں اسے قید کر لیا جائے تاکہ سہیل فدیہ کی رقم لے آئیں۔ صحابہ نے سہیل کو چھوڑ دیا اور مکرز کو قید کر لیا۔

قیدی ولید بن ولید :

ولید کے بھائی ہشام اور خالد اسے چھڑوانے آئے جب انہوں نے فدیہ کی رقم ادا کر دی، ولید نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا، بھائیوں نے اس حرکت پر ڈانٹا (کہ تم نے پہلے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیوں نہ کیا تاکہ فدیہ کی رقم بچ جاتی) آپ نے کہا تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں میں نے قید سے گھبرا کر اسلام قبول کیا ہے۔ ولید نے مکہ سے ہجرت کا ارادہ کیا تو بھائیوں نے اسے قید کر دیا، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء میں ان کے لئے قنوت میں دعا فرماتے تھے۔

قیدی وہب بن عمیر بن وہب :

وہب بن عمیر کو حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ نے قیدی بنایا تھا رسُول اللہ نے اس پر احسان فرمایا اور بغیر فدیہ لئے رہا کر دیا۔

وہب کی رہائی کا قصّہ :

وہب کا باپ عمیر قریش کے شیطانوں میں سے تھا، مکہ میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو اذیت پہنچانے میں پیش پیش رہتا تھا، بدر کے بعد ایک دن وہ اور صفوان بن امیہ بیٹھے باتیں کر رہے تھے، بدر کا ذکر چھڑا، بدر کی ہزیمت اور کنوئیں میں پھینکے جانے والے سرداروں کے ذکر کے دوران عمیر نے کہا "بخدا اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جس کی ادائیگی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اور یہ فکر نہ ہوتی کہ میرے بعد میرے اہل و عیال کا کیا بنے گا میں مدینہ جا کر محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیتا، میرے پاس وہاں جانے کا بہانہ بھی ہے، کیونکہ میرا بیٹا ان کی قید میں ہے"۔

صفوان نے کہا تیرا قرضہ میں ادا کروں گا اور تیرے اہل و عیال کی زندگی بھر اپنے اہل و عیال کے ساتھ پرورش اور دیکھ بھال کرتا رہوں گا، عمیر تیار ہو گیا صفوان سے کہا یہ راز صرف تیرے اور میرے درمیان رہے گا کسی تیسرے کو اس منصوبے کی بھنک نہیں پڑنی چاہیے، صفوان نے رازداری کا وعدہ کر لیا۔

عمیر نے تلوار تیز کی اسے زہر میں بجھایا اور مدینہ روانہ ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں صحابہ کے ساتھ غزوہ بدر کے متعلق باتیں کر رہے تھے ان کی عمیر پر نظر پڑی جو گلے میں تلوار حمائل کئے مسجد نبوی کے دروازے پر اپنے اونٹ کو بٹھا رہا تھا، حضرت عمر نے اسے دیکھ کر کہا یہ کتا دشمنِ خدا کسی بری نیت سے آیا ہے، جلدی سے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسُول اللہ! دشمنِ خدا عمیر گلے میں تلوار لٹکائے آیا ہے، آپ نے فرمایا اسے میرے پاس لاؤ، حضرت عمر نے باہر آکر عمیر کی گردن کو تلوار کے پٹے سمیت دبوچا اور اپنے انصاری ساتھیوں کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں چلنے کو کہا، صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آگئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ عمیر کو گردن سے دبوچے اندر آگئے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عمیر کی تلوار کا پٹہ پکڑے ہوئے دیکھ کر فرمایا "اسے چھوڑ دو، عمیر! میرے پاس آؤ" عمیر نے قریب آکر کہا "صبح بخیر" یہ زمانۂ جاہلیت کا سلام تھا، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا عمیر! اللہ تعالیٰ نے ہمیں تیرے سلام سے بہتر سلام عطا فرمایا ہے وہ اہل جنت کا سلام ہے، سناؤ کیسے آنا ہوا؟ عمیر بولا اپنے قیدی بیٹے وہب کی رہائی کے لئے آیا ہوں، میرے ساتھ احسان کریں، آپ نے فرمایا پھر یہ تلوار کس لئے اٹھائے پھرتے ہو؟ بولا اللہ ان تلواروں کو غارت کرے انہوں نے ہمیں پہلے کونسا فائدہ دیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "تم سچ کہہ رہے ہو کیا واقعی تم اسی لئے آئے ہو؟" عمیر نے کہا ہاں ہاں میں اسی کام کے لئے آیا ہوں، آپ نے ارشاد فرمایا "صفوان اور تم حطیم کعبہ میں بیٹھے قریش کے ان مقتول سرداروں کا ذکر کر رہے تھے جن کے لاشے کنوئیں میں پھینکے گئے تو تم نے کہا اگر مجھ پر قرض اور بال بچوں کی کفالت کی ذمہ داری نہ ہوتی تو میں جاکر محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کو قتل کر دیتا، صفوان نے میرے قتل کے عوض تمہارے قرض اور اہل و عیال کی ذمہ داری قبول کرلی لیکن اللہ تیرے اور تیرے ارادوں کے درمیان حائل ہو گیا"۔

یہ سن کر عمیر بے ساختہ پکارا میں گواہی دیتا ہوں آپ اللہ کے رسُول ہیں، یارسُول اللہ! ہم آپ کی لائی ہوئی آسمانی خبروں اور وحی الٰہی پر آپ کو جھٹلاتے رہے، اس منصوبے کی میرے اور صفوان کے سوا کسی کو خبر نہ تھی، اللہ کی قسم آپ کو اللہ نے اس سے آگاہ فرمایا ہے، تمام تعریفیں اللہ کو سزاوار ہیں جس نے مجھے اسلام کی ہدایت دی اور مجھے اس راستہ پر چلنے کی توفیق بخشی ہے، پھر عمیر نے حق کی گواہی دی، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "اپنے بھائی کو دین سکھاؤ، اسے قرآن کی تعلیم دو اور اس کے قیدی کو رہا کر دو" صحابہ نے آپ کے

حکم کی تعمیل کی، پھر عمیر نے کہا یا رسول اللہ! میں نے دین اسلام (نور الٰہی) کو ختم کرنے میں بڑی جدوجہد کی ہے، میرا دل چاہتا ہے آپ مجھے واپس مکہ جانے کی اجازت دیں تاکہ میں لوگوں کو اللہ کی طرف بلاؤں انہیں اسلام کی دعوت دوں شاید اللہ ان کو ہدایت عطا فرمادے ورنہ جس طرح میں آپ کے صحابہ کو ان کے دین کی وجہ سے اذیت دیتا تھا کفار مکہ کو بھی ان کے مذہب کے بارے میں اذیت پہنچاؤں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمادی، عمیر رضی اللہ عنہ مکہ چلے گئے ان کا بیٹا وہب رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو گیا۔

قیدی ابو عزیز بن عمیر:

ابو عزیز حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی تھے، ابو عزیز کہتے ہیں مجھے ابو الیسر نے قیدی بنایا تھا، میرے بھائی مصعب نے دیکھا تو ابو الیسر رضی اللہ عنہ سے کہا اس کی گرہ ذرا سخت لگانا اس کی ماں بڑی مالدار ہے تمہیں ٹھیک ٹھاک فدیہ دے گی، ابو عزیز بیان کرتے ہیں بدر سے واپسی پر مجھے انصار کے ایک گھرانے میں رکھا گیا، صبح و شام جب کھانے کا وقت ہوتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی ہدایت کے مطابق وہ لوگ مجھے روٹی دیتے اور خود کھجوریں کھا کر گذارا کرتے، ان میں سے جس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا ہوتا وہ میرے حوالہ کر دیتا مجھے بڑی شرم آتی میں روٹی واپس کرنا چاہتا مگر وہ اسے ہاتھ لگانے پر بھی تیار نہ ہوتے تھے۔

ابو عزیز کہتے ہیں جب میرے بھائی مصعب نے مجھے کس کر باندھنے کو کہا تو میں نے کہا بھائی تم میرے لئے ایسا کہہ رہے ہو؟ مصعب نے جواب دیا میرے بھائی تم نہیں یہ انصاری ہے۔ ابو عزیز کی ماں نے اہل مکہ سے پوچھا کسی قریشی قیدی کا سب سے زیادہ فدیہ کتنا دیا گیا ہے، بتایا گیا چار ہزار درہم، ابو عزیز کی ماں نے چار ہزار درہم بھیج کر اپنے بیٹے کو چھڑا لیا۔

قیدی عباس بن عبد المطلب:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضرت عباس بن عبد المطلب کو بنو سلمہ کے ابو الیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ نے قیدی بنایا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو الیسر سے پوچھا تم نے اسے کیسے قیدی بنالیا تھا؟ ابو الیسر نے عرض کیا اس سلسلہ میں اس اس طرح کی شکل و صورت کے ایک آدمی

نے میری مدد کی میں نے اسے اس سے پہلے نہیں دیکھا نہ وہ مجھے بعد میں نظر آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہاری ایک کریم فرشتے نے مدد کی ہے" حضرت عباس سے لوگوں نے پوچھا آپ کو ابوالیسر نے قیدی بنا لیا حالانکہ آپ چاہتے تو اسے ہتھیلی پر اٹھا لیتے؟ انہوں نے جواب دیا میرے سامنے خندمہ پہاڑ آگیا اور میں نے خود کو اس کے حوالے کر دیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی مشکیں کس دی گئیں وہ کراہنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ مبارکہ میں نہ سوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جاگتے رہنے کا سبب پوچھا گیا آپ نے فرمایا "عباس کی کراہوں نے مجھے نہیں سونے دیا" ایک صحابی نے کھڑے ہو کر عباس کی گرہیں ڈھیلی کر دیں، آپ نے فرمایا سب قیدیوں کی گرہیں ڈھیلی کر دو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کو حکم دیا وہ اپنا اور اپنے بھتیجے عقیل بن ابی طالب کا فدیہ ادا کریں ایک روایت میں ہے حضرت عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ نے مجھے قلاش کر دیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آپ قلاش کیسے ہو گئے آپ تو (اپنی اہلیہ) ام الفضل کو اتنا اتنا سونا دے کر آئے ہیں اور یہ کہہ آئے ہیں اگر میں مارا جاؤں تو تمہیں زندگی بھر کے لئے یہ مال کافی ہے"۔

ایک اور روایت میں ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہم سے فدیہ کیوں لیا جا رہا ہے ہم تو مسلمان ہیں یا میں تو مسلمان ہوں (باختلاف روایت) مجھے تو مجبوراً ان لوگوں کے ساتھ نکلنا پڑا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہارے معاملے کو اللہ بہتر جانتا ہے اگر تم سچ کہہ رہے ہو اللہ تمہیں اس کا بدلہ دے گا۔ بظاہر تو آپ حملہ آوروں میں شامل تھے" اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّمَن فِي أَيْدِيكُم	اے پیغمبر جو قیدی تمہارے (قبضے میں گرفتار) ہیں ان سے کہہ دو
مِّنَ الْأَسْرَىٰ إِن يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ	کہ اگر خدا تمہارے دلوں میں نیکی معلوم کریگا تو جو مال تم سے
خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخِذَ مِنكُمْ	چھن گیا ہے اس سے بہتر تمہیں عنایت فرمائے گا اور تمہارے
وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٧٠﴾	گناہ بھی معاف کر دیگا۔ اور خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿٧٠﴾
وَإِن يُرِيدُوا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا	اور اگر یہ لوگ تم سے دغا کرنا چاہیں گے تو یہ پہلے ہی خدا سے دغا
اللَّهَ مِن قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ	کر چکے ہیں تو اس نے ان کو (تمہارے) قبضے میں کر دیا اور
عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٧١﴾	خدا دانا حکمت والا ہے ﴿٧١﴾

(سورۃ الانفال۔ آیت: ٧٠)

حضرت عباس نے فتح مکہ تک اپنا اسلام چھپائے رکھا کیونکہ وہ بڑے مالدار تھے اور ان کا مال قریش میں پھیلا ہوا تھا، فتح مکہ کے موقع پر انہوں نے اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن مشرک قیدیوں کا فدیہ چار سو مقرر فرمایا۔(۱)

یحیٰ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں جب بدر کے قیدی لائے گئے۔ حضرت سودہ بنت زمعہ، عفراء رضی اللہ عنہا کے دو شہید بیٹوں عوف اور معوذ رضی اللہ عنہما کی تعزیت کے لئے آل عفراء کے ہاں تھیں یہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے، حضرت سودہ فرماتی ہیں بخدا میں وہیں موجود تھی کہ ہمیں بتایا گیا قیدی لائے گئے ہیں۔ میں اپنے گھر واپس آگئی، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے میں تشریف فرما تھے، اچانک میں نے دیکھا ابو یزید سہیل بن عمرو حجرے کے کونے میں بیٹھے ہیں۔ رسی سے ان کے ہاتھ گردن کے پیچھے بندھے ہیں۔ الخ۔(۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب اہل مکہ نے اپنے اپنے قیدیوں کا فدیہ بھیجا حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کے فدیہ میں مال کے ساتھ وہ ہار بھی بھیجا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں رخصتی کے وقت دیا تھا۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس ہار کو دیکھ کر شدید رقت طاری ہوگئی اور آپ نے فرمایا "اگر تم مناسب سمجھو تو زینب کے قیدی کو چھوڑ دو اور اس کا ہار واپس کر دو" صحابہ کرام نے تعمیل ارشاد کی، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو العاص سے وعدہ لیا وہ زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ طیبہ بھیج دیں گے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ اور ایک انصاری صحابی کو حضرت زینب کو لانے کے لئے روانہ فرمایا انہیں حکم دیا کہ وہ بطن یا جج میں زینب کا انتظار کریں، جب زینب وہاں سے گزریں انہیں ساتھ لے کر مدینہ طیبہ واپس آئیں۔(۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا جس نے ایسا ایسا کام کیا اس کو فلاں فلاں چیز زائد ملے گی، پس نوجوان آگے بڑھے اور عمر رسیدہ حضرات جھنڈوں کے پاس کھڑے رہے ان کے ساتھ نہیں گئے جب اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا فرمائی تو بوڑھوں نے کہا

---

(۱) اس روایت میں چار سو کی تفصیل نہیں یہ درہم تھے یا دینار، کتب مغازی میں بعض مشرکوں کا فدیہ چار ہزار درہم مذکور ہے۔

(۲) ابو داؤد، (۳) ابو داؤد۔

ہم تمہاری پناہ گاہ تھے اگر تم شکست کھاتے تو ہماری طرف آتے، تم ہمارے بغیر مال غنیمت نہ لو (ہمیں بھی اس میں سے حصہ دو) نوجوانوں نے انکار کر دیا اور کہا یہ مال غنیمت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہمارے لئے رکھا ہے، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :

یَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡاَنۡفَالِ ؕ قُلِ الۡاَنۡفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصۡلِحُوۡا ذَاتَ بَیۡنِكُمۡ ۪ وَاَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ①	(اے محمد مجاہد لوگ) تم سے غنیمت کے مال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ کیا حکم ہے) کہہ دو کہ غنیمت خدا اور اُس کے رسُول کا مال ہے تو خدا سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو خدا اور اُس کے رسول کے حکم پر چلو ①

(سورۃ الانفال۔ آیت :١)

ارشاد ہوتا ہے یہ ان کے لئے بہتر ہے اسی طرح ان کی بہتری میری اطاعت میں ہے کہ میں انجام کار کو تم سے بہتر جانتا ہوں۔ ایک روایت میں ہے جس طرح تمہارا نکلنا تمہارے لئے بہتر تھا، اسی طرح تم اللہ کی اطاعت کرو جو تمہارا رب ہے، کیونکہ وہ تمہارے انجام کار اور مصالح سے خوب واقف ہے، تو سب اللہ کی تقسیم کے ساتھ راضی ہو گئے۔

ایک اور روایت میں ہے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے مال غنیمت سب میں برابر تقسیم کر دیا۔(١)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے عمیر بن ابی وقاص کی طرف دیکھا اور انہیں کم سن قرار دیا پھر انہیں بدر کی طرف جانے کی اجازت دے دی، عمیر بدر میں شہید ہوئے۔(٢)

حضرت رفاعہ بن رافع انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں بدر کی طرف جاتے ہوئے ہم نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو نہ پایا، ساتھیوں نے ایک دوسرے کو آواز دے کر پوچھا کیا رسُول اللہ تم میں موجود ہیں؟ پھر لوگ ٹھہر گئے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم حضرت علی کے ساتھ تشریف لائے صحابہ نے عرض کیا :

یارسُول اللہ ! ہم نے آپ کو موجود نہ پایا (تو پریشان ہو گئے) آپ نے فرمایا ابوالحسن کے پیٹ میں تکلیف ہو رہی تھی اس لئے میں پیچھے رہ گیا تھا۔(٣)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

---

(١) ابوداؤد (٢) البزار (٣) طبرانی

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ	جب تمہارا پروردگار فرشتوں کو ارشاد فرماتا تھا کہ میں تمہارے
فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ	ساتھ ہوں تم مومنوں کو تسلی دو کہ ثابت قدم رہیں میں ابھی
الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ	ابھی کافروں کے دلوں میں رعب و ہیبت ڈالے دیتا ہوں تو
الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾	انکے سر مار کر اُڑا دو۔ اور اُن کا پور پور مار کر توڑ دو ﴿۱۲﴾

(سورۃ الانفال۔ آیت : ۱۲)

نیز ارشادِ الٰہی ہے :

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ	اور اُس وقت کو یاد کرو، جب خدا تم سے وعدہ کرتا تھا کہ
اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ	ابوسفیان اور ابوجہل کے، دو گروہوں میں سے ایک گروہ تمہارا
الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ	مسخر ہو جائیگا۔ اور تم چاہتے تھے کہ جو قافلہ بے (شان و) شوکت
	(یعنی بے ہتھیار) ہو وہ تمہارے ہاتھ آ جائے

(سورۃ الانفال۔ آیت : ۷)

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹھی بھر مٹی لی اسے لشکر کفار کی طرف پھینکا تو وہ شکست خوردہ ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی — اور آپ نے (خاک) نہیں پھینکی جس وقت آپ نے پھینکی، لیکن اللہ نے پھینکی۔ (الانفال : ۱۷)

صحابہ کرام کہتے ہیں پھر ہم نے انہیں قتل کیا اور قیدی بنایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسُول اللہ! ان قیدیوں کا خاتمہ کر دیں، ہم نے کہا عمر ہم پر حسد کی وجہ سے ایسا مشورہ دے رہے ہیں، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے پھر بیدار ہوئے تو فرمایا عمر کو میرے پاس بلاؤ، حضرت عمر حاضر ہوئے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیت نازل کی ہے :

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى	پیغمبر کو شایاں نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں جب تک
حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ	(کافروں کو قتل کر کے) زمین میں کثرت سے خون (نہ) بہا دے
الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ	تم لوگ دنیا کے مال کے طالب ہو اور خدا آخرت (کی بھلائی)
عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾	چاہتا ہے اور خدا غالب حکمت والا ہے ﴿۶۷﴾

(سورۃ الانفال۔ آیت : ٦٧)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب ہم ہجرت کر کے مدینہ پہنچے وہاں کی آب وہوا اور پھلوں سے ہم بخار میں مبتلا ہو گئے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے متعلق خبریں دریافت فرماتے تھے، جب ہمیں مشرکوں کے روانہ ہونے کی خبر ملی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ مشرک ہم سے پہلے وہاں پہنچ گئے ہم نے بدر کے چشمے پر دو آدمیوں کو پایا ایک قریشی تھا دوسرا عقبہ بن ابی معیط کا غلام تھا، قریشی تو کھسک گیا عقبہ کا غلام ہمارے ہاتھ لگ گیا ہم اس سے پوچھنے لگے کتنے لوگ ہیں؟ وہ کہتا بخدا وہ بہت ہیں بڑی تیاری میں ہیں، جب وہ یہ بات کہتا مسلمان اسے مارنے لگتے، ہم اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے آپ نے دریافت فرمایا کتنے لوگ آئے ہیں؟ وہ بولا بخدا وہ بڑی تعداد میں ہیں بڑی تیاری سے آئے ہیں۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے تعداد معلوم کرنے کی کوشش کی مگر اس نے نہ بتائی، پھر آپ نے پوچھا وہ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟ کہا دس اونٹ، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں کی تعداد ایک ہزار ہے۔ ایک اونٹ سو سے قدرے زائد آدمیوں کے لئے کافی ہوتا ہے۔

پھر ہم پر بارش ہونے لگی ہم نے درختوں اور ڈھالوں سے پناہ لی، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری رات دعا مانگتے گزار دی آپ دعا میں کہہ رہے تھے "اے اللہ! اگر یہ جماعت ہلاک ہو گئی تیری عبادت نہیں کی جائے گی" حضرت علی فرماتے ہیں جب فجر طلوع ہوئی آپ نے آواز دی "اللہ کے بندو! نماز" لوگ درختوں اور ڈھالوں کی آڑ لیتے ہوئے آ گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی اور جہاد کی ترغیب دی، پھر فرمایا، قریش پہاڑ کی اس سرخ چوٹی کے نیچے جمع ہیں، جب قریش کا لشکر قریب آ گیا اور ہم نے صف بندی کر لی اچانک سرخ اونٹ پر سوار ایک آدمی لشکر کفار میں ادھر اُدھر جانے لگا، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! حمزہ کو آواز دے کر پوچھو یہ سرخ اونٹ کا سوار کون ہے اور لوگوں کو کیا کہہ رہا ہے۔ (حضرت حمزہ لشکر کفار کے قریب تھے) پھر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ان لوگوں میں کوئی شخص خیر کا حکم دے سکتا ہے تو یہی سرخ اونٹ کا سوار ہو سکتا ہے۔ یہ آدمی عتبہ بن ربیعہ تھا وہ لوگوں کو لڑائی سے روک رہا تھا اور کہہ رہا تھا "لوگو! میں ایسی قوم کو دیکھتا ہوں جو موت کے خواہش مند ہیں تم خیریت سے ان تک نہیں پہنچ سکو گے، لوگو! تم اس دن کا الزام میرے سر پر ڈال دو اور کہو عتبہ بن ربیعہ بزدل ہو گیا حالانکہ تمہیں معلوم ہے میں بزدل نہیں ہوں"۔

ابو جہل نے عتبہ کی بات سنی تو کہا یہ تم کہہ رہے ہو بخدا اگر تمہارے علاوہ کوئی دوسرا یہ بات کہتا میں

اسے کچا چبا ڈالتا، تیرے پھیپھڑوں میں رعب بیٹھ گیا ہے۔ عتبہ نے ترکی بہ ترکی جواب دیا ذلیل انسان یہ تم مجھے کہہ رہے ہو آج پتہ چل جائے گا ہم میں سے بزدل کون ہے۔

حمیت وغیرت سے بے تاب ہو کر عتبہ اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کے ساتھ میدان میں نکلا اور مبارزت طلب کی۔ (مقابلے کا چیلنج دیا)

چھ انصاری تڑپ کر نکلے، عتبہ نے کہا تم نہیں ہمارے مقابلہ میں ہمارے عم زاد بنو المطلب آئیں۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی تم اٹھو، حمزہ تم اٹھو اور عبیدہ بن الحارث بن المطلب تم کھڑے ہو، عتبہ، شیبہ اور ولید تینوں مارے گئے اور حضرت عبیدہ زخمی ہو گئے۔

ہم نے ستر مشرکوں کو قتل کر دیا اور ستر کو قیدی بنالیا، ایک انصاری حضرت عباس کو قیدی بنا کر لائے تو حضرت عباس نے کہا یا رسُول اللہ! بخدا مجھے اس نے قیدی نہیں بنایا مجھے سفید گھوڑے پر سوار نہایت خوبصورت شخص نے قیدی بنایا ہے جس کی کنپٹیوں پر بال نہ تھے وہ مجھے ان لوگوں میں نظر نہیں آرہا۔

انصاری نے عرض کیا یا رسُول اللہ! میں نے ہی اسے قیدی بنایا ہے، آپ نے فرمایا خاموش رہو، اللہ تعالیٰ نے تمہاری ایک کریم فرشتے کے ذریعے مدد فرمائی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بنو المطلب میں سے ہم نے عباس، عقیل اور نوفل بن الحارث کو قیدی بنایا۔ (۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس سے فرمایا آپ اپنا، اپنے بھتیجے عقیل بن ابی طالب، نوفل بن الحارث اور اپنے حلیف عتبہ بن جحدم کا فدیہ دیں۔ (عتبہ بن جحدم بنو الحارث بن فہر سے تھا) عباس بولے میں تو مسلمان تھا یہ لوگ مجھے مجبور کر کے لائے۔

آپ نے فرمایا تمہارے بارے میں اللہ ہی بہتر جانتا ہے اگر آپ سچ کہہ رہے ہیں تو اللہ آپ کو اس کی جزا دے گا۔ بہ ظاہر تو آپ ہمارے خلاف نکلے ہیں آپ اپنا فدیہ دیں، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل ازیں بطور مال غنیمت ان سے بیس اوقیہ سونا حاصل کر چکے تھے، حضرت عباس نے کہا یا رسُول اللہ! وہ سونا میرے فدیہ میں شمار کر لیں۔ آپ نے فرمایا نہیں وہ اللہ نے ہمیں عطا فرمایا ہے، کہا اب میرے پاس کوئی مال نہیں بچا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ مال جسے تم مکہ میں چھوڑ آئے ہو کہاں ہے، وہاں سے روانگی کے وقت تم نے تنہائی میں ام الفضل سے کہا تھا اگر میں اس جنگ میں کام آجاؤں تو اتنا مال فضل کا ہے، اتنا مال قثم کا اور

---

(۱) احمد، بزار، اس روایت کا ایک حصہ ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے۔

اتنا مال عبداللہ کا ہے" حضرت عباس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میرے اور ام الفضل کے علاوہ کسی کو بھی اس کی خبر نہ تھی، میں جانتا ہوں آپ یقیناً اللہ کے رسُول ہیں۔(۱)

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے بھائی ابو عزیز بن عمیر بیان کرتے ہیں میں بدر کے قیدیوں میں تھا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں انصار کے جن لوگوں کا میں قیدی تھا وہ صبح و شام مجھے روٹی کھلاتے اور خود کھجوروں پر گذارا کرتے تھے۔(۲)

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں حضرت عباس بن عبدالمطلب کا غلام تھا میں، ام الفضل اور عباس رضی اللہ عنھم مسلمان تھے، حضرت عباس قوم کے ڈر سے اپنا اسلام چھپاتے تھے، ابو لہب بدر میں نہیں گیا اپنی جگہ عاص ابن ہشام کو بھیج دیا، عاص پر ابو لہب کا قرض تھا، ابو لہب نے عاص سے کہا تم میرے بدلے اس جنگ میں چلے جاؤ میں تمہارا قرض معاف کر دوں گا۔ عاص نے ایسا ہی کیا۔ جب غزوہ بدر میں مشرکوں کی ہزیمت کی خبر پہنچی، اللہ تعالیٰ نے ابو لہب کو ذلیل و رسوا کیا، میں کمزور آدمی تھا زمزم والے خیمے میں تیر بنا تا رہتا تھا۔ بخدا میں خیمے میں بیٹھا اپنے تیر سیدھے کر رہا تھا ام الفضل بھی وہاں موجود تھیں اچانک فاسق ابو لہب پیر گھسیٹتا ہوا آیا اور خیمے کی رسیوں کے ساتھ بیٹھ گیا اس کی پشت میری پشت کی طرف تھی لوگوں نے کہا یہ ابو سفیان بن الحارث آیا ہے، ابو لہب بولا بھتیجے میرے پاس آؤ لوگوں پر کیا بیتی؟

ابو سفیان بن حارث نے کہا کیا بتاؤں بخدا ہماری ان سے مڈبھیڑ ہوئی ہم نے اپنے شانے ان کے سامنے جھکا دیئے وہ ہمیں جیسے چاہتے قتل کرتے اور جیسے چاہتے قیدی بناتے تھے، اللہ کی قسم! میں ان لوگوں کو ملامت نہیں کروں گا، ابو لہب نے کہا وہ کیوں؟ ابو سفیان نے کہا میں نے چتکبرے گھوڑوں پر حسین آدمی دیکھے بخدا ان سے مقابلہ ناممکن تھا۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے خیمہ کا پردہ اٹھا کر کہا بخدا وہ فرشتے تھے۔

ابو لہب غصہ سے بے قابو ہو گیا اور میرے منہ پر طمانچہ مار دیا، ہم دونو گتھم گتھا ہو گئے اس نے مجھے اٹھا کر زمین پر پٹخا اور میرے اوپر بیٹھ گیا، ام الفضل کپڑے سنبھال کر اٹھیں اور خیمے کی چوب لے کر ابو لہب کی پٹائی کرنے لگیں جس سے اس کے سر میں زخم پڑ گیا، کہنے لگیں دشمنِ خدا اس کا مالک موجود نہیں ہے اس لئے تو

(۱) مسند احمد (۲) معجم صغیر طبرانی، معجم کبیر طبرانی۔

نے اسے کمزور سمجھ لیا ہے، ابولہب ذلیل ہو کر چلا گیا، اس کے سات دن بعد اللہ نے اسے چیچک میں مبتلا کر دیا اور وہ اس بیماری میں مر گیا، اس کے بیٹوں نے دو یا تین روز اسے بے گور و کفن رہنے دیا یہاں تک کہ اس کے لاشے سے بدبو اٹھنے لگی، قریش نے انہیں شرم دلائی کہ تمہارے باپ کی بدبودار لاش یونہی گھر میں بے گور و کفن پڑی ہے تم اسے دفن کیوں نہیں کرتے، ابولہب کے بیٹوں نے کہا ہمیں اس بیماری سے خوف آتا ہے، اہل مکہ چیچک کو طاعون کی طرح متعدی بیماری سمجھتے تھے اور چیچک میں مبتلا شخص کے قریب بھی نہیں جاتے تھے، ایک آدمی نے ان سے کہا چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں، خدا کی قسم انہوں نے ابولہب پر دور کھڑے ہو کر پانی ڈالا پھر اسے اٹھا کر مکہ کی بالائی جانب ایک دیوار کے پاس رکھا اور اسے پتھروں سے ڈھانک دیا۔(۱)

حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں بدر کے دن بنو عابد مخزومی کی تلوار "المرزبان" مجھے ملی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کو حکم دیا کہ جو کچھ انہوں نے اٹھایا ہے اسے مال غنیمت میں رکھ دیں، میں نے وہ تلوار مال غنیمت میں رکھ دی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز مانگی جاتی آپ منع نہیں فرماتے تھے، چنانچہ ارقم بن ابی ارقم مخزومی نے وہ تلوار پہچان کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگ لی، تو آپ نے وہ تلوار اسے عطا فرمادی۔

قیدی نوفل بن الحارث بن عبد المطلب :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوفل کو اپنا فدیہ ادا کرنے کا حکم دیا نوفل نے کہا میرے پاس دینے کے لئے کچھ نہیں ہے، آپ نے فرمایا جدہ میں تمہارا جو مال ہے اس سے فدیہ ادا کرو، ایک روایت میں ہے جدہ میں تمہارے نیزے موجود ہیں انہیں فدیہ میں دو، نوفل بول پڑا "میں گواہی دیتا ہوں آپ اللہ کے رسول ہیں "اللہ کی قسم جدہ میں میرے نیزوں کا اللہ کے سوا کسی کو علم نہ تھا" اور نوفل نے اپنا فدیہ ادا کیا۔

قیدی شاعر ابو عزۃ عمرو بن عبد اللہ بن عثمان بن وہب بن جمح :

ابو عزہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف شعر کہتا تھا، بدر میں قید ہوا تو کہنے لگا یا رسول اللہ! آپ جانتے ہیں میں فقیر اور ضرورت مند آدمی ہوں، میری پانچ بیٹیاں ہیں وہ تہی دست ہیں، آپ بچیوں کی خاطر مجھ پر کرم

---

(۱) طبرانی۔ بزار۔

کریں، آپ نے اسے آزاد کر دیا اور اس سے عہد و پیمان لئے، ابو عزہ نے وعدہ کیا میں آپ کے مقابلے میں نہیں آؤں گا اور آپ کے خلاف جنگ میں کبھی شرکت نہیں کروں گا۔

یہ بھی مذکور ہے کہ ابو عزہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں اشعار کہے اور آپ کے فضل و کرم کو بیان کرتے ہوئے کہا:

۱۔ اللہ کے رسول محمدؐ کو میرا یہ پیغام کون پہنچائے گا کہ آپ سچے ہیں اور اللہ ہر تعریف کا مستحق ہے۔

۲۔ آپ ایسے انسان ہیں جو حق اور سیدھی راہ کی دعوت دیتے ہیں، عظمت والے خدا کی طرف سے آپ کی صداقت کے گواہ موجود ہیں۔

۳۔ اور آپ ایسے ہیں کہ آپ نے ہم میں اونچا مقام حاصل فرمالیا ہے جس کی سیڑھیوں پر چڑھنا آسان بھی ہے اور مشکل بھی۔

۴۔ آپ جس سے جنگ کریں بلاشبہ وہ بدبخت ہے اور جس سے صلح کریں وہ یقیناً نیک بخت ہے۔

جب قریش احد کے لئے نکلے صفوان بن امیہ نے ابو عزہ سے کہا تم بھی ہمارے ساتھ چلو، ابو عزہ نے کہا میں نے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پختہ عہد کیا ہے کہ میں کبھی بھی ان کے مقابلہ میں نہیں آؤں گا، انہوں نے مجھ پر احسان کیا ہے بغیر فدیہ کے چھوڑ دیا ہے باقی سب قیدیوں سے فدیہ لیا ہے یا انہیں قتل کیا ہے، صفوان نے کہا اگر تم مارے گئے تو میری ضمانت رہی میں تیری بیٹیوں کو اپنی بیٹیوں کے ساتھ رکھوں گا اور اگر تم زندہ واپس آگئے تو تمہیں اتنا مال دوں گا جو تیری اولاد سے ختم نہیں ہوگا۔ ابو عزہ بدبختی کا شکار ہو گیا وہ اہل عرب کو اپنی شاعری کے ذریعہ جمع کرنے لگا اور انہیں مسلمانوں کے خلاف اکساتا رہا، احد میں قریش کے لشکر کے ساتھ آیا اور صرف یہی ایک فرد قیدی بنایا گیا، اب التجائیں کرنے لگا مجھے زبردستی لایا گیا ہے، میں شرکت پر مجبور کر دیا گیا، میری بیٹیاں ہیں آپ مجھ پر احسان فرمائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تمہارے وہ عہد و پیمان کہاں گئے؟ نہیں بخدا نہیں میں تمہیں مکہ میں یہ ڈینگیں مارنے کے لئے نہیں چھوڑ سکتا کہ میں نے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دو مرتبہ بے وقوف بنایا ہے۔ مؤمن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا "عاصم بن ثابت اسے لے جاؤ اور اس کی گردن اڑا دو" حضرت عاصم اسے لے گئے اور اس کی گردن اڑا دی۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے بعض قیدیوں کے قتل کا حکم دیا :

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کسی قیدی کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا البتہ جنگی مجرم اس سے مستثنیٰ تھے، آج کے دور میں بھی جنگی قیدی اور جنگی مجرم میں فرق کیا جاتا ہے، ان لوگوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگی جرائم کئے تھے اور قیدی بنائے جانے تک اپنے جرائم، عداوت اور بدباطنی پر مصر رہے، ان سے توبہ، رجوع اور نیک نیتی کی توقع سراسر خود فریبی تھی۔

نضر بن حارث :

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے قیدی نضر بن حارث کو دیکھا تو نضر نے اپنے برابر والے قیدی سے کہا بخدا محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلّم) مجھے قتل کرنے والے ہیں مجھے ان کی نگاہوں سے موت جھانکتی نظر آئی ہے۔ دوسرے قیدی نے کہا بخدا یہ ان کا رعب ہے۔ (تم خواہ مخواہ خوف زدہ ہو رہے ہو)۔

نضر نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے فریاد کی مصعب! میں تمہارا قریبی رشتہ دار ہوں تم حضور سے میری سفارش کرو مجھے قیدیوں میں شامل رکھیں بخدا وہ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں، اس کی وجہ یہ تھی کہ نضر کو اپنے سابقہ کرتوت یاد آرہے تھے، اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم، قرآن مجید اور مسلمانوں کے بارے میں جس بدزبانی، دریدہ دہنی کا ارتکاب کیا تھا اس کے پیش نظر اس کا یہ احساس شدید ہوتا جارہا تھا کہ وہ قتل کا مستحق ہے اسے قتل کردیا جائے گا۔ حضرت مصعب نے جواب دیا تو قرآن مجید کے متعلق فلاں فلاں بات کہتا تھا (اس میں عیب نکالتا تھا اور بدزبانی کرتا تھا) اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں بکواس کرتا تھا (آپ کو گالیاں بکتا تھا آپ کی ہجو کرتا تھا) اور صحابہ کرام کو اذیتیں دیا کرتا تھا۔

امام سیوطی کی "اسباب النزول" میں ہے نضر کو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے قیدی بنایا تھا جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے نضر کے قتل کا حکم دیا مقداد نے عرض کی یارسُول اللہ! میرا قیدی، حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا "یہ قرآن مجید کے متعلق بڑی بدزبانی کرتا تھا" رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انہوں نے نضر کو مدینہ طیبہ کی طرف واپسی کے سفر میں "الصفراء" میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔

نضر کی بہن قتیلہ بن الحارث نے اپنے بھائی کے مقتل پر یہ اشعار کہے۔

۱۔ اے وادی اثیل کو جانے والے سوار مجھے تو پانچویں صبح کے متعلق بدگمانی ہے اور تو بڑے اچھے وقت پر آیا ہے

۲۔ اس میت کو میرا اسلام کہنا جس کی شرافت و نجابت کے پھریرے لہراتے رہیں گے۔
۳۔ میری طرف سے مسلسل خون کے آنسو بہانے والی آنکھوں اور روتے روتے رندھ جانے والے حلق کا ہدیہ حاضر ہے۔
۴۔ اگر میں نضر کو آواز دوں تو کیا وہ میری آواز کو سنے گا وہ مردہ کیسے سنے گا جو بول نہیں سکتا۔
۵۔ اے محمدؐ! آپ موروثی شریف، قابل تعریف اور اپنی قوم کے معزز فرد ہیں۔
۶۔ اگر آپ نضر پر احسان کرتے آپ کا کیا بگڑتا، باحوصلہ جوانمرد شدت غضب میں بھی دوسروں پر احسان کرتا ہے۔
۷۔ یا آپ فدیہ چاہتے تھے تو وہ آپ کو سب سے زیادہ فدیہ پیش کرتا۔
۸۔ قیدیوں میں نضر آپ کا قریبی رشتہ دار تھا، آپ نے دوسروں کے لئے آزادی کا اعلان کیا وہ آزادی کا سب سے زیادہ حقدار تھا۔
۹۔ افسوس اس کے باپ کے بیٹوں کی تلواروں نے اللہ کے نام پر قرابت کے رشتے کاٹ دیئے۔
۱۰۔ اسے اس حالت میں موت کی جانب کھینچا جاتا ہے کہ وہ زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑا ہوا تھکا ماندہ بمشکل قدم اٹھا رہا ہے۔

بعض روایات میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قتیلہ بنت الحارث سے منسوب یہ اشعار سماعت فرمائے تو آپ رو دیئے اور آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی اور آپ نے فرمایا ”اگر یہ اشعار نضر کے قتل سے پہلے میں سن لیتا تو اس پر احسان کرتا“ لیکن یہ روایت محل نظر ہے۔

عقبہ بن ابی معیط :

”عرق الظبیہ“ میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ بن ابی معیط کو قتل کرنے کا حکم دیا، عاصم بن ثابت بن ابی الافلح نے اس کی گردن اڑا دی، جب اسے قتل کرنے کے لئے لے جانے لگے تو پکارا محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے بچوں کا کیا ہو گا؟ آپ نے فرمایا ”آگ“ پھر چیخا قریش کے لوگو! کیا یہ زیادتی نہیں تم میں سے صرف مجھے قتل کیا جا رہا ہے؟ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”یہ تیرے کفر اور افتراء کی سزا ہے“ ایک روایت میں ہے یہ تیرے اس ناقابل معافی جرم کی سزا ہے ”تو نے میرے چہرے پر تھوکا تھا“ (تفصیل عنقریب آرہی ہے)

البدایہ میں ہے جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ کے قتل کا حکم دیا اس نے کہا اے محمدؐ

(صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے قریش کے درمیان قتل کردیں گے۔ (قیدیوں میں سے صرف میرے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا جارہا ہے) آپ نے فرمایا ہاں، جانتے ہو اس نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ میں کعبہ میں مقام ابراھیم کے پیچھے سجدہ میں تھا اس نے میری گردن پر پاؤں رکھ دیا اور برابر دباتا رہا یہاں تک کہ مجھے محسوس ہوا میری آنکھیں نکل پڑیں گی، دوسری مرتبہ میں سجدہ کی حالت میں تھا اس نے بکری کی اوجھڑی میرے سر پر ڈال دی، فاطمہ آئیں اور اس نے میرے سر کو دھویا۔

عقبہ کی بد تمیزی :

عقبہ بن ابی معیط کفر کے باوجود عموماً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا رہتا تھا ایک مرتبہ اس نے دعوت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بلایا، آپ نے اس وقت تک اس کا کھانا کھانے سے انکار کردیا جب تک وہ اللہ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کی گواہی نہ دے، عقبہ نے ایسا ہی کیا، ابی بن خلف اور عقبہ میں دوستی تھی، ابی کو خبر ملی تو اس نے عقبہ کو اس حرکت پر ڈانٹا اور پوچھا کیا تو بے دین ہو گیا ہے، عقبہ نے کہا مجبوری تھی وہ میرے گھر میں آئے ہوئے تھے اور کھانا نہیں کھارہے تھے، میں نے شرما حضوری میں شہادت دی ورنہ دلی طور پر میں تمہارے ساتھ تھا، ابی نے کہا اس وقت تک میرے لئے تیرا چہرہ دیکھنا حرام ہے جب تک تو محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملاقات کے وقت ان کے چہرے پر نہ تھوکے اور ان کے منہ پر طمانچہ نہ مارے۔ عقبہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دار الندوہ میں سجدہ کی حالت میں پایا اور یہ بد تمیزی کرلی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تو جب بھی مجھے مکہ سے باہر ملے گا میں تلوار سے تیرا سر قلم کردوں گا" یہ آیت عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی :

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ	اور جس روز ناعاقبت اندیش ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائیگا اور کہیگا
يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ﴿٢٧﴾	کہ اے کاش میں نے پیغمبر کے ساتھ رستہ اختیار کیا ہوتا ﴿٢٧﴾
يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا	ہائے شامت کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا
خَلِيلًا ﴿٢٨﴾	ہوتا ﴿٢٨﴾

(سورۃ الفرقان۔ آیت : ۲۷۔۲۸)

طعیمہ بن عدی :

صحیح یہ ہے کہ طعیمہ دوران جنگ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔
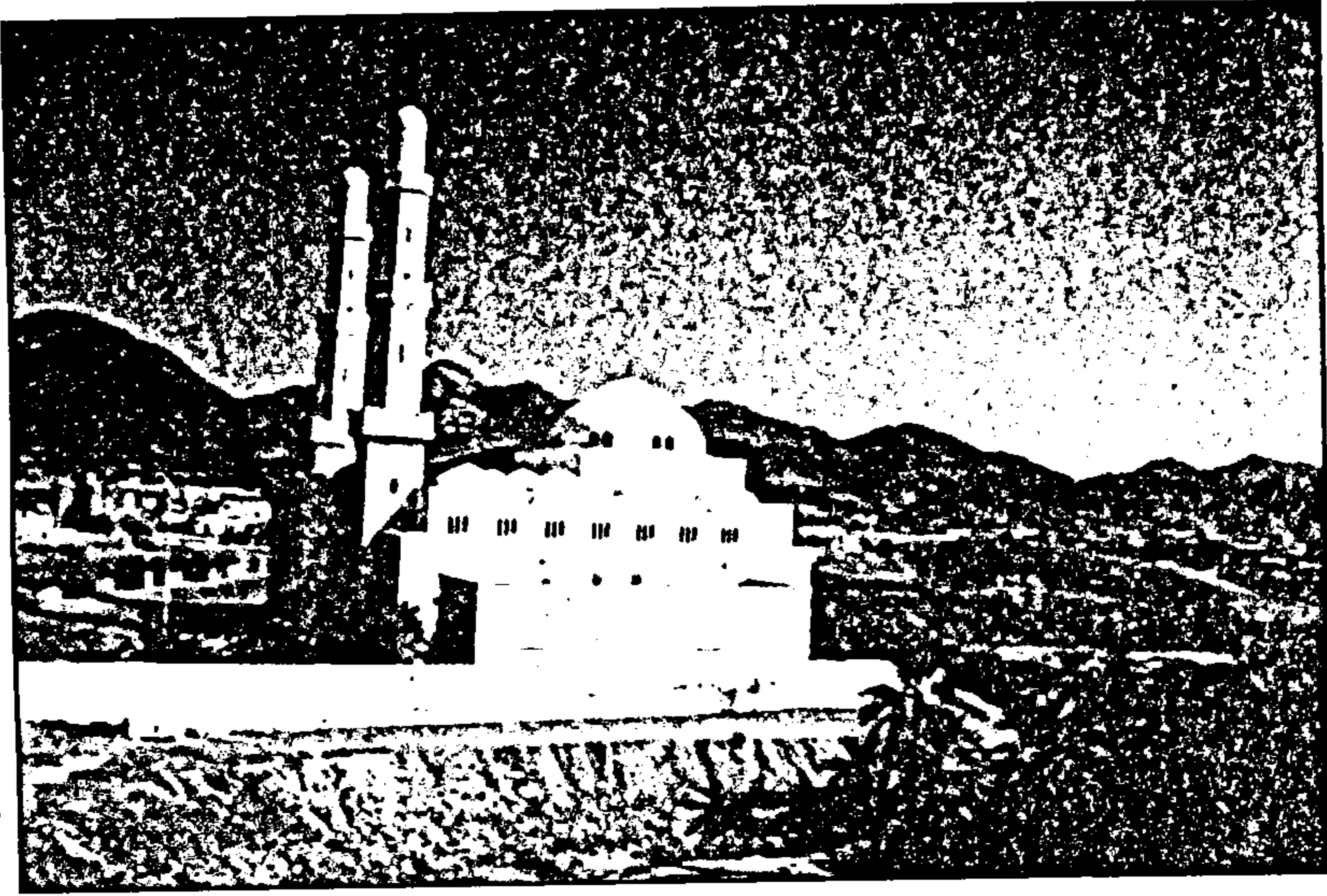
مسجد عریش کا ایک اور منظر

معرکہ بدر کے بعد رسول اللہ ﷺ کے آرام فرمانے کے مقام سے میدان جنگ کا منظر

تقسیمِ غنائم میں اختلاف

سورۃالانفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ①	(اے محمد مجاہد لوگ) تم سے غنیمت کے مال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ کیا حکم ہے) کہہ دو کہ غنیمت خدا اور اُس کے رسول کا مال ہے تو خدا سے ڈرو اور آپس میں صُلح رکھو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو خدا اور اُس کے رسول کے حکم پر چلو ①

(سورۃالانفال۔ آیت :۱)

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے غزوۂ بدر کے روز ارشاد فرمایا "جس مجاہد نے کسی کافر کو قتل کیا اس کا سامان اور اسلحہ اسی کو ملے گا اور جس نے کسی کو قیدی بنالیا وہ قیدی اسی مجاہد کا ہو گا"۔

جب قریش ہزیمت سے دوچار ہوئے، پیٹھ پھیر کر بھاگے ان میں سے بعض قتل ہوئے بعض قیدی بنے اور بعض فرار ہو گئے، مسلمان اس وقت تین گروہوں میں بٹے ہوئے تھے ایک گروہ بھاگتے ہوئے مشرکوں کے تعاقب میں تھا تاکہ وہ میدانِ کارزار سے دور نکل جائیں، ایک گروہ میدانِ جنگ میں شکست خوردہ دشمن کا چھوڑا ہوا مال ہتھیار، گھوڑے اور کپڑے وغیرہ جمع کرنے لگا، تیسرا گروہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے عریش (سائبان) کے پاس پہرہ دیتا رہا تاکہ دشمن پلٹ کر آپ پر حملہ آور نہ ہو، پھر ہر فریق نے کہا مالِ غنیمت کے ہم زیادہ حقدار ہیں۔ مال غنیمت جمع کرنے والے فریق نے کہا یہ مال ہم نے جمع کیا ہے اور اٹھالائے ہیں ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں ہم نے اس کی حفاظت کی ہے، مفروروں کا تعاقب کرنے والے فریق نے کہا ہم نے مشرکوں کو مار بھگایا اگر ہم انہیں نہ مار بھگاتے تو تم یہ مال حاصل نہ کر سکتے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی حفاظت کرنے والوں نے کہا ہم بزدلی، کمزوری یا لڑائی سے کنارہ کشی کی وجہ سے پہرہ پر نہیں تھے بلکہ ہم رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی حفاظت کے پیش نظر وہاں موجود رہے۔ تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اختلاف کا حتمی خاتمہ فرمادیا اور مجاہدوں کے سروں پر منڈلانے والے فتنہ کا کلی تدارک کر دیا، ارشاد فرمایا غنائم اللہ اور اس کے

رسُول کے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے مسلمانوں کو بطور احسان یہ غنائم عطا فرمائے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی تھی :

"اے اللہ! یہ پیدل ہیں انہیں سواریاں عطا فرما، بھوکے ہیں انہیں کھانا عطا فرما، برہنہ ہیں انہیں لباس مرحمت فرما یہ تنگدست ہیں انہیں غنی کردے"۔

لہٰذا مال غنیمت کے لئے اختلاف اور جھگڑا بالکل غلط ٹھہرا، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا جس کسی نے مال غنیمت میں سے کچھ لیا ہو وہ اسے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کردے۔

مسند امام احمد میں حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ بیان کرتے ہیں ہم رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، میں بدر میں آپ کے ساتھ حاضر تھا مسلمانوں کا کفار سے مقابلہ ہوا، اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست دی، مسلمانوں کی ایک جماعت ان کا تعاقب کر رہی تھی اور ان کو قتل کر رہی تھی، مسلمانوں کی دوسری جماعت ان کا مال جمع کر رہی تھی اور تیسری جماعت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیرے میں لئے آپ کی حفاظت کر رہی تھی تاکہ دشمن دھوکے سے آپ کو نقصان نہ پہنچادے۔ جب رات ہو گئی اور مسلمانوں کی آپس میں ملاقات ہوئی تو مالِ غنیمت جمع کرنے والوں نے کہا اس مال غنیمت کو ہم نے جمع کیا ہے اور سمیٹا ہے اس میں اور کسی کا حق نہیں ہے۔ جن مسلمانوں نے دشمن کا تعاقب کیا تھا انہوں نے کہا تم ہم سے زیادہ اس مال غنیمت کے حقدار نہیں ہو ہم نے دشمن کو بھگایا ہے اور اسے شکست دی ہے، جن مسلمانوں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی تھی انہوں نے کہا تم ہم سے زیادہ اس مال غنیمت کے حقدار نہیں ہو ہم نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی تھی تاکہ دشمن آپ پر حملہ نہ کردے ہم آپ کی حفاظت میں مشغول رہے، اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی :

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ①	(اے محمد مجاہد لوگ) تم سے غنیمت کے مال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ کیا حکم ہے) کہہ دو کہ غنیمت خدا اور اُس کے رسُول کا مال ہے تو خدا سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو خدا اور اُس کے رسول کے حکم پر چلو ①

(سورۃ الانفال۔ آیت :۱)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مال مسلمانوں میں برابر برابر تقسیم فرمادیا۔

مالِ غنیمت میں ڈیڑھ سو (۱۵۰) اونٹ، دس گھوڑے، تجارت کے لئے ساتھ لایا گیا بہت سا چمڑہ، اسلحہ، چمڑے کے دستر خوان، زرہیں، خوردنی سامان اور ڈھیروں مال ومتاع تھا، بدر کے دن ایک سرخ رنگ کی چادر گم ہو گئی لوگوں نے کہا یہ چادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لی ہو گی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ۭ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَھُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ١٦١	اور کبھی نہیں ہو سکتا کہ پیغمبر (خدا) خیانت کریں۔ اور خیانت کرنیوالوں کو قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز (خدا کے رُوبرو) لاحاضر کرنی ہوگی۔ پھر ہر شخص کو اسکے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیاجائے گا اور بے انصافی نہیں کی جائیگی ١٦١

(سورۃ آل عمران۔ آیت: ۱۶۱)

تب ایک شخص نے صحابہ کے پاس آکر چادر چھپانے والے کی نشاندہی کی اور یہ بھی بتایا کہ اس نے چادر کہاں چھپائی ہے، لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے لئے استغفار کرنے کی درخواست کی، تیسری مرتبہ درخواست پر آپ نے فرمایا "چور سے ہمیں باز رکھو"

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا مالِ غنیمت مجاہدین میں برابر تقسیم کیا جائے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! مجاہدین کو اپنی دلیری اور بہادری سے تحفظ فراہم کرنے والے شخص کو کمزور آدمی کے برابر ملے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا "تجھے تیری ماں روئے، تمہارے کمزوروں کے سبب سے ہی تمہیں فتح ونصرت عطا کی جاتی ہے" راجح قول یہ ہے کہ آپ نے مقتول کا سامان اس مجاہد کو دیا جس نے اسے قتل کیا تھا، اور قیدی کو قیدی بنانے والے کے حوالے کر دیا، پھر باقی ماندہ جمع کردہ مال صحابہ میں مساوی تقسیم فرمادیا۔

ابو جہل کا سامان لینے والے کے نام میں اختلاف ہے ایک قول کے مطابق یہ حضرت معاذ بن عمرو بن الجموح نے لیا اور دوسرے قول کے مطابق سامان حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ملا۔ ولید بن عتبہ کا سامان، زرہ، خود، ڈھال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لی، عتبہ کے ہتھیار حضرت حمزہ نے اور شیبہ بن ربیعہ کی زرہ حضرت عبیدہ بن الحارث نے لی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر میں کسی عذر کی وجہ سے پیچھے رہ

جانے والے آٹھ افراد کو بھی حصہ دیا، شہداء کا حصہ ان کے ورثا کے حوالے کیا گیا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں شریک غلاموں کا حصہ نہیں نکالا ان کو ویسے عطا فرمایا، چنانچہ آپ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم کے غلاموں کو مالِ غنیمت میں سے عطا فرمایا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام شقران قیدیوں کی نگرانی پر مامور تھے۔ انہیں قیدیوں سے اتنا کچھ ملا کہ آزاد ہونے کی صورت میں مالِ غنیمت میں سے ان کو اتنا حصہ نہ ملتا۔ منبہ بن الحجاج کی تلوار ذوالفقار اور ابو جہل کا مہری اونٹ (تیز رفتاری میں مہری اونٹ کا کوئی اونٹ مقابلہ نہیں کر سکتا تھا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور نفل اپنے پاس رکھے، آپ اسی اونٹ پر غزوات میں شریک ہوتے رہے، حدیبیہ کے سال آپ نے اسے ہدی میں روانہ کیا، ایک روایت میں ہے مشرکوں نے اس اونٹ کے عوض سو اونٹ دینے کی پیش کش کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر میں نے اسے ہدی کے لئے مختص نہ کیا ہوتا تو دے دیتا"
اس کے بعد خمس کی آیت نازل ہوئی، مالِ غنیمت سے خمس نکالنا فرض قرار دیا گیا تاکہ اسے آیت میں بیان کردہ مصارف میں خرچ کیا جائے، خمس اللہ کے لئے اور رسول کے لئے، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے، اس میں اختلاف ہے کہ خمس کی فرضیت والی آیت بدر میں نازل ہوئی یا اس کے بعد؟ اکثر علماء نے بدر میں اس کے نزول کے قول کو ترجیح دی ہے کیونکہ سورۃ الانفال مکمل طور پر غزوہ بدر کے متعلق ہے، یہاں تک کہا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جحش کے سریہ نخلہ کے مال غنیمت کی تقسیم بھی مؤخر کر دی گئی، خمس نکالنے کے بعد اسے بھی غزوہ بدر کے مالِ غنیمت کے ساتھ تقسیم کیا گیا۔
صحیح البخاری میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی بدر کی غنیمت سے مجھے اونٹنی ملی، پھر اسی دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے عطا فرمودہ خمس سے بھی مجھے اونٹنی عطا فرمائی۔ اس روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بدر کے مالِ غنیمت سے خمس نکالا گیا اور باقی ماندہ چار حصے شرکاء بدر میں برابری کے اصول پر تقسیم کئے گئے۔

شکست کی خبر مکہ میں

اہل مکہ کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ قریش اور ان کے حلیف عبرتناک شکست سے دوچار ہوں گے اور ان کا اتنا بڑا لشکر صرف چند گھنٹوں میں اپنے بڑے بڑے سرداروں، رہنماؤں اور قائدین سے ہاتھ دھو بیٹھے گا، انہیں ایسی شرمناک ہزیمت کی ہرگز توقع نہ تھی، یہی وجہ ہے جب انہیں اس رسواکن حادثے کی خبر ملی انہوں نے اس کی تصدیق نہ کی اور اسے بے پر کی سمجھے۔

قریش پر آنے والی اس افتاد کی خبر لے کر جو شخص سب سے پہلے مکہ پہنچا وہ الحیسمان بن عبداللہ بن ایاس ابن کعب الخزاعی تھا، لوگوں نے پوچھا پیچھے کیا چھوڑ آئے ہو (لڑائی کا کیا نتیجہ نکلا) اس نے کہا عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالحکم بن ہشام (ابوجہل) امیہ بن خلف، زمعہ بن اسود، ابوالبختری بن ہشام، نبیہ بن الحجاج اور منبہ بن الحجاج مارے گئے ہیں۔

صفوان بن امیہ یہ باتیں سن رہا تھا اس نے کہا بخدا یہ پاگل ہو گیا ہے اس کے ہوش و حواس سلامت نہیں ہیں اس سے میرے بارے میں پوچھو، لوگوں نے اس سے پوچھا صفوان بن امیہ کا کیا بنا؟ کہا وہ تو یہ سامنے حجر میں بیٹھا ہوا ہے، بخدا میں نے اس کے باپ اور بھائی کی لاشوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں ان دنوں حضرت عباس بن عبدالمطلب کی غلامی میں تھا، اسلام کی روشنی ہمارے گھر میں داخل ہو چکی تھی حضرت عباس، ام الفضل اور میں مسلمان ہو چکے تھے، حضرت عباس اپنی قوم سے ڈرتے تھے اور ان کی مخالفت نہیں کرنا چاہتے تھے ان کی بہت سی رقمیں لوگوں کے ذمہ واجب الادا تھیں، وہ اپنے اسلام کو چھپاتے تھے۔

ابولہب بدر میں نہیں گیا اس نے اپنی جگہ عاص بن ہشام کو بھیجا، شکست کی اندوہناک خبر نے اسے ذلیل ورسوا کر دیا اس کے رنج و غم کی انتہا نہ رہی۔ ابو رافع کہتے ہیں میں کمزور آدمی تھا، زمزم کے حجرے میں تیر بنا تا رہتا تھا۔ ایک روز میں اس حجرے میں بیٹھا تیر بنا رہا تھا ام الفضل بھی وہیں بیٹھی تھیں، یہ خبر سن کر ہم بہت خوش تھے، اتنے میں ابولہب بھی پیر گھسیٹتا ہوا بری حالت میں وہاں آگیا اور حجرے کے ایک طرف بیٹھ گیا اس کی

پشت میری پشت کی جانب تھی وہ بیٹھا ہی تھا کہ لوگوں نے کہا یہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب ابھی میدان جنگ سے آیا ہے، ابولہب نے ابوسفیان سے کہا میرے پاس آؤ تمہیں وہاں کی خبر معلوم ہوگی۔ ابورافع فرماتے ہیں ابوسفیان بن حارث ابولہب کے پاس بیٹھ گیا چاروں طرف لوگ کھڑے ہوگئے، ابولہب نے پوچھا بھتیجے! مجھے بتاؤ وہاں لوگوں پر کیا گذری؟

ابوسفیان نے کہا بخدا جب ہمارا مسلمانوں سے مقابلہ ہوا تو ہم نے اپنے کندھے ان کے سامنے جھکا دیئے وہ اپنی مرضی سے ہمیں قتل کرتے رہے اور قیدی بناتے رہے، اللہ کی قسم! اس کے باوجود میں ان کو ملامت نہیں کرتا، ہمارا مقابلہ آسمان وزمین کے درمیان چتکبرے گھوڑوں پر سوار سفید پوش لوگوں سے تھا، ان کا مقابلہ کون کر سکتا تھا اور کیسے کر سکتا تھا؟ ابورافع کہتے ہیں میں نے یہ بات سنی تو حجرے کی رسی اٹھا کر کہا خدا کی قسم وہ فرشتے تھے، ابولہب یہ سنتے ہی آگ بگولہ ہوگیا اور اس نے میرے چہرے پر زوردار تھپڑ مارا، میں اس سے گتھم گتھا ہوگیا اس نے مجھے اٹھا کر زمین پر دے مارا اور میرے سینہ پر بیٹھ کر مجھے زدوکوب کرنے لگا۔ میں کمزور سا دبلا پتلا آدمی تھا۔

یہ دیکھ کر ام الفضل نے حجرے کی ایک چوب اٹھائی اور اس کے سر پر دے ماری جس سے اس کے سر میں زخم ہوگیا، ام الفضل نے کہا اس کا مالک یہاں موجود نہیں اس لئے تو نے اسے کمزور سمجھ لیا ہے، ابولہب ذلیل وخوار ہو کر وہاں سے چلا گیا اور چند دنوں کے بعد مر گیا۔

قریش نے طے کر لیا کہ اپنے مقتولوں پر گریہ وزاری نہیں کریں گے اور فدیہ کی ادائیگی میں بھی جلد بازی سے کام نہیں لیں گے تاکہ مسلمانوں کو قریش کے غیظ وغضب کا علم ہو جائے، شروع شروع میں چند دنوں تک عورتوں نے خوب نوحے کہے اپنے سروں کے بال منڈوا دیئے پھر انہیں ایسا نہ کرنے کا مشورہ دیا گیا تاکہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے صحابہ کو خوش ہونے کا موقع نہ ملے۔ ہم اپنے مقتولوں کا انتقام لئے بغیر نہیں رہیں گے، یہ ان کی متفقہ سوچ تھی۔

اسود بن زمعہ مسلمانوں کا مذاق اڑایا کرتا تھا وہ مسلمانوں کو دیکھ کر کہتا "تمہارے پاس زمین کے بادشاہ آرہے ہیں یہ لوگ قیصر و کسریٰ کے ممالک کے مالک ہوں گے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف دعا کی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی دعا کو شرف قبولیت بخشا، اسود اندھا ہوگیا، بدر میں اس کے تین بیٹے

مارے گئے، وہ رورو کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا تھا، وہ اپنا غلام بھیج کر معلوم کرتا رہتا کہ قریش نے رونے کی اجازت دے دی ہے؟، یہ بھی کہا گیا ہے اس کا غلام اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کسی گھاٹی میں لے جاتا تاکہ وہ چھپ کر رو سکے، اسود غلام سے رازداری برتنے کو کہتا۔

صفوان بن امیہ اور عمیر بن وہب کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی منصوبہ بندی اور سازش شکست پر قریش کے اسی ردعمل کا اظہار تھا۔ تفصیل گذشتہ صفحات میں گذر چکی ہے۔

غزوہ بدر اور اصحاب بدر کی فضیلت :

اللہ تعالیٰ نے یوم بدر کا نام یوم الفرقان (حق و باطل میں تفریق کا دن) رکھا ہے، اور اسے لوگوں کے درمیان تمیز و تفریق کا دن قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دیگر مسلمانوں میں اصحاب بدر کو خصوصی کرم اور عطا سے نوازا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بدر نے اسلام کی راہوں کو کشادہ کر دیا اور اس کا نور بتدریج جزیرۃ العرب سے نکل کر پورے عالم کو اپنی شعاعوں سے منور کرنے لگا۔

بدر نے امت مسلمہ اور جماعت مؤمنہ کے لئے دعوت و جہاد کی شاہراہیں روشن کر دیں، اللہ کے لئے اخلاص و عبودیت کے زیر سایہ زندگی بسر کرنے کا طریقہ سکھایا، بدر کے شرکاء کو اعلیٰ مراتب، جنت کی کامیابی اور جہنم سے نجات جیسے انعامات عطا ہوئے۔

تاریخ اسلام میں اصحاب بدر روشن ستاروں کی مانند جگمگا رہے ہیں، ان کی زندگی میں ہی ان کو بدری صحابی کہہ کر اکرام و اعزاز سے نوازا جاتا تھا، کسی انسان کے لئے اس سے بڑا اعزاز اور شرف و تعظیم کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا بدری کہہ کر ذکر کیا جائے۔ اللہ کے ہاں ان کا اجر اور ان پر اللہ کا فضل و کرم۔۔۔۔

یہ نصیب اللہ اکبر! لوٹنے کی جائے ہے۔

اصحاب بدر کی فضیلت :

حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں شہید ہوئے وہ حوض پر پانی پی رہے تھے کہ ایک نامعلوم شخص کے پھینکے ہوئے تیر کا شکار ہوگئے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی مدینہ طیبہ واپسی سے پہلے حارثہ کی والدہ الربیع بنت نضر (حضرت انس کی پھوپھی) کو یہ خبر مل گئی، انہوں نے کہا میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے حارثہ کے متعلق دریافت کروں گی پھر حارثہ پر روؤں گی، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم مدینہ طیبہ تشریف لائے یہ اپنی بیٹی کو ساتھ لے کر حاضر ہوئیں اور عرض کی یارسُول اللہ! آپ کو علم ہے مجھے حارثہ سے کتنی محبت ہے؟ اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی اور ثواب کی امیدوار رہوں گی، اگر وہ جہنم میں ہے تو آپ جانتے ہیں میں کیا کروں گی؟ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا "کیا تو عقل وہوش کھو چکی ہے کیا ایک جنت ہے؟ اللہ کی کئی جنتیں ہیں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے حارثہ فردوس اعلیٰ میں ہے"۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے پانی کا برتن منگوایا اس میں ہاتھ دھوئے اور کلی کی پھر حارثہ کی ماں کو عطا فرمادیا اس نے پیا پھر اپنی بیٹی کو دیا اس نے پیا پھر آپ نے فرمایا یہ پانی اپنے سینہ پر چھڑک لو انہوں نے ایسا ہی کیا اور واپس چلی گئیں۔ پھر مدینہ طیبہ میں ان سے زیادہ مطمئن اور مسرور کوئی عورت نہ تھی۔ (صحیح البخاری)

یہ اس شہید کا مقام ہے جو ابھی جنگ میں شامل نہیں ہوا بلکہ گھمسان کا رن پڑنے کا منتظر ہے اس کے لئے فردوس اعلیٰ کا انعام ہے، ان مجاہدین کے اعلیٰ مراتب اور مقامات کا تصور کریں جو شہادت کی آرزو میں مردانہ وار لڑتے لڑتے شہادت سے فائز المرام ہوئے۔

صحیح البخاری میں حضرت معاذ بن رفاعہ بن رافع الزرقی کی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ کے والد اہل بدر میں سے تھے، انہوں نے بیان کیا کہ جبریل نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سوال کیا آپ کے ہاں اہل بدر کا کیا مقام ہے؟ آپ نے فرمایا ہم اہل بدر کو تمام انسانوں سے افضل سمجھتے ہیں" یا اس سے ملتا جلتا کوئی جملہ ارشاد فرمایا۔ جبریل نے کہا جو ملائکہ بدر میں حاضر ہوئے وہ ملائکہ میں افضل سمجھے جاتے ہیں۔ اس سے آپ اہل بدر کی فضیلت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ فرشتوں میں بھی وہی فرشتے افضل ہیں جو بدر میں حاضر ہوئے۔

احادیث مبارکہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی مغفرت فرمادی ہے۔ یہ احادیث اس امر پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ اگر ان سے خطا سرزد ہو جائے تب بھی ان کی مغفرت کی بشارت باقی رہے گی۔

صحیح البخاری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ بیان کرتے ہیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے مجھے، ابو مرثد اور زبیر رضی اللہ عنھم کو حکم دیا ہم روضہ خاخ تک جائیں وہاں ہمیں مشرکوں کی ایک عورت ملے گی جس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے مشرکین کے نام کا خط ہو گا۔(وہ خط لے آؤ) ہم گھوڑوں پر سوار روانہ ہوئے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اس عورت کو روضہء خاخ میں اپنے اونٹ پر سوار پایا، ہم نے اس سے خط کا تقاضہ کیا، اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے، ہم نے اسے اونٹ سے اُتار کر تلاشی لی ہمیں خط نہ ملا، ہم نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلط نہیں کہا خط نکالو ورنہ ہم تجھے برہنہ کر کے تلاشی لیں گے۔ ہمارے پختہ ارادے دیکھ کر اس نے تہبند کے نیفے سے خط نکال کر دے دیا۔ ہم خط لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! حاطب نے اللہ، اس کے رسول اور اہل ایمان سے خیانت کی ہے مجھے اجازت بخشیں تاکہ میں اس کی گردن اڑا دوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب سے اس حرکت کی وجہ پوچھی، حاطب نے عرض کی بخدا میرا اب بھی اللہ اور اس کے رسول پر کامل ایمان ہے لیکن میرا ارادہ یہ تھا کہ اہل مکہ پر میرا احسان ہو جائے جس سے اللہ تعالیٰ میرے اہل و عیال اور مال کو ان کی دست برد سے محفوظ رکھے۔ آپ کے تمام مہاجرین صحابہ کے اہل قبیلہ وہاں موجود ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے اہل و مال کو تحفظ فراہم کر دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حاطب نے سچ کہا اس کے حق میں کلمہء خیر ہی کہو" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس نے اللہ، اس کے رسول اور مؤمنوں سے خیانت کی ہے مجھے اس کی گردن مارنے کی اجازت دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ اہل بدر پر جلوہ افروز ہوا اور فرمایا تم جو عمل چاہو کرو تمہارے لئے جنت واجب ہو گئی یا فرمایا میں نے تمہاری مغفرت فرما دی ہے" حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر رونے لگے اور کہا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔

علامہ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مذکورہ بالا بشارت کا تعلق احکامِ آخرت سے ہے دنیا میں (خدانخواستہ) بدری صحابی پر اقامت حدود وغیرہ کے احکام جاری ہوں گے۔ واللہ اعلم

امام نووی رحمتہ اللہ علیہ شرح مسلم میں رقمطراز ہیں "علماء نے کہا اس بشارت کا مطلب ہے اہل بدر کے لئے آخرت میں مغفرت کی نوید ہے اگر دنیا میں ان سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو جس پر حد یا تعزیر ہے تو اس کا اجراء کیا جائے گا، قاضی عیاض نے اقامت حد پر اجماع نقل کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعض بدری صحابہ پر حد جاری کی، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسطح کو حد لگائی حالانکہ وہ بدری صحابی تھے۔ (حضرت مسطح کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کے سلسلہ میں حد لگائی گئی تھی)

ایک صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کی یا رسول اللہ! میرا چچازاد منافق

ہو گیا ہے حالانکہ وہ اہل بدر میں سے ہے، کیا آپ مجھے اجازت عطا فرماتے ہیں میں اس کی گردن اڑا دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ بدر میں حاضر ہوا ہے عنقریب اسے بخش دیا جائے گا" دوسری روایت میں ہے "تم نہیں جانتے اللہ تعالیٰ اہل بدر پر جلوہ فرما ہوا اور ان سے ارشاد فرمایا جو عمل چاہو کرو میں نے تمہاری مغفرت فرما دی ہے"۔

امام احمد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں حضرت حفصہ بیان کرتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا "ان شاء اللہ مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ بدر یا حدیبیہ میں حاضر ہونے والے کسی فرد کو جہنم میں داخل نہیں کرے گا"۔

مجمع الزوائد میں علامہ ہیثمی رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں :-

حضرت رافع بن خدیج بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر کوئی بچہ اہل دین کی شریعت پر چالیس برس عمل پیرا رہے، اللہ کی اطاعت میں مصروف رہے اور اللہ تعالیٰ کی ہر نافرمانی سے اجتناب کرتا رہے یہاں تک کہ وہ ناکارہ عمر (ارذل العمر) تک پہنچ جائے یا ایسی عمر تک کہ علم کے بعد اس کی یادداشت ختم ہو جائے وہ تمہاری اس رات کے اجر و ثواب کو نہیں پہنچ سکتا"۔ اسے طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔

غزوہ بدرِ ثانی :

اس غزوہ کو "بدر الموعد" بھی کہا جاتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو سفیان نے احد سے واپسی پر آئندہ سال بدر میں ایک دوسرے کے مقابل آنے کا وعدہ کیا تھا، ابو سفیان نے چیلنج دیتے ہوئے کہا آئندہ سال ہمارا تمہارا بدر کے میدان میں مقابلہ ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہو ہاں انشاء اللہ۔

اس غزوہ کے لئے آپ کب روانہ ہوئے اس میں سیرت نگاروں کا اختلاف ہے شعبان، شوال یا ذی القعدہ ۴ھ، تین اقوال مروی ہیں راجح قول یہ ہے کہ آپ شوال کے مہینہ میں تشریف لے گئے اور ذی قعدہ کی ابتدائی تاریخوں میں بدر پہنچے اور وہاں آٹھ دن تک لشکر کفار کے منتظر رہے، ان ایام میں بدر میں سالانہ بازار لگتا تھا، لوگ جمع ہوتے تھے، یہاں قیام کرتے اور آٹھ روز تک خرید و فروخت زوروں پر رہتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی ابن سلول یا ایک روایت کے مطابق حضرت عبد اللہ بن رواحہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا، مسلمانوں کے لشکر کی تعداد با اختلاف روایات پندرہ سو یا ستر تھی۔

اس غزوہ کے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی :

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾

(جب) اُن سے لوگوں نے آکر بیان کیا کہ کفار نے تمہارے (مقابلے کے) لئے (لشکر کثیر) جمع کیا ہے تو اُن سے ڈرو۔ تو اُن کا ایمان اور زیادہ ہو گیا۔ اور کہنے لگے ہم کو خدا کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے ﴿۱۷۳﴾

(سورۃ آل عمران۔ آیت : ۱۷۳)

اس کا سبب یہ تھا کہ جب مسلمان نکلنے کی تیاری کرنے لگے ان کے پاس نعیم بن مسعود الاشجعی آیا (یہ ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا) یہ مدینہ میں گھوم پھر کر مسلمانوں کو مشرکوں کی کثرت تعداد اور قوت استعداد کے حوالے سے خوف زدہ کرنے لگا، مسلمانوں کو یہ کہہ کر مرعوب کرتا کہ میں یہ باتیں یونہی نہیں کہہ رہا تم خود سوچو وہ تمہارے گھروں تک آکر تم پر حملہ آور ہوئے (غزوۂ احد) اور تمہیں سخت نقصان پہنچا گئے، اب تم خود ان سے پنجہ آزمائی کرنے کیلئے نکلنا چاہتے ہو۔ بخدا میرا خیال ہے تم میں سے کوئی بھی سلامت واپس نہ آئے گا۔

اسی دوران نعیم بن مسعود الاشجعی مکہ آیا اس نے اہل مکہ اور ابو سفیان کو بتایا مسلمان میعاد مقررہ پر بدر کی طرف جانے کی پوری تیاری کر چکے ہیں، ابو سفیان اور اہل مکہ روانہ ہوئے وہ مسلمانوں کی آمد سے پہلے لوٹ آنا چاہتے تھے، ابو سفیان نے نعیم کو دس اونٹ پیش کرنے کا وعدہ کیا اور اسے یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ اہلِ مدینہ کو ابو سفیان اور اس کے لشکر سے خوف زدہ کرے اور ان کے ارادوں کو کمزور کرے، دوسری طرف ابو سفیان نے قریش سے کہا ہم نے نعیم کو بھیجا ہے تاکہ وہ مسلمانوں کو مرعوب اور خوف زدہ کرے اور وہ ہمارے مقابلے میں نکلنے سے باز رہیں لیکن ہم جائیں گے ایک دو منازل طے کریں گے پھر واپس لوٹ آئیں گے۔ اگر محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ نکلے اور انہیں ہمارے نکلنے اور واپس چلے جانے کی خبر مل گئی تو یہ ان پر ہمارے غلبے کی دلیل ہوگی کہ ہم تو حسب وعدہ مقابلے کو آئے لیکن مسلمان ڈر کے مارے اپنے گھروں میں دبے رہے۔ اور اگر وہ مقابلے کو نکل آئے تو ہم کہیں گے آج کل خشک سالی ہے ہمارے حملے کے لئے ایسا سال ہونا چاہیے جس میں سبزے اور گھاس کی فراوانی ہو، لوگوں نے یہ تجویز مان لی، یہ لوگ ابو سفیان کی قیادت میں مرالظہر ان کے قریب "مجنہ" کے مشہور بازار تک پہنچے تو ابو سفیان نے کہا اے گروہ قریش! سبزہ و شادابی والا سال تمہارے لئے مناسب ہوتا ہے چراگاہیں ہری بھری ہوتی ہیں، درخت سر سبز ہوتے ہیں اور دودھ کی کثرت ہوتی ہے، آج کل خشک سالی ہے ان حالات میں آگے بڑھنا مناسب نہیں میں واپس جا رہا ہوں تم بھی واپس چلو، لوگ واپس چلے گئے، اہل مکہ نے اس کا نام جیش السویق ستو والا لشکر) رکھا۔

دوسری جانب بعض مسلمان نعیم بن مسعود کی افواہوں سے متاثر ہو رہے تھے اور لشکر کے ساتھ نکلنے سے ہچکچا رہے تھے، منافق اور یہودی خوشی سے بغلیں بجا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتنے بڑے لشکر سے بچ نکلنا ناممکن ہے، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنھما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے یہ ساری افواہیں سنی ہوئی تھیں، عرض کی:

"یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو غالب کرنے والا ہے اور اپنے دین کو عزت بخشنے والا ہے، ہم نے قوم کے ساتھ بدر میں جنگ کرنے کا وعدہ کیا تھا ہمیں وہاں نہ پہنچنا پسند نہیں ہے وہ ہمیں بزدل سمجھیں گے، آپ مقررہ تاریخ پر تشریف لے چلیں، اللہ کی قسم اسی میں خیر ہے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس تجویز سے بہت مسرور ہوئے اور ارشاد فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے میں ان کے مقابلے کے لئے ضرور نکلوں گا خواہ میرے ساتھ ایک آدمی بھی نہ نکلے" آپ کے اس ارشاد سے مسلمانوں کا تردد اور خوف جاتا رہا۔

اس غزوہ میں مسلمانوں کا جھنڈا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا، مسلمان سامانِ تجارت بھی ساتھ لے گئے، کہتے ہیں اسلامی لشکر ستر افراد پر مشتمل تھا ان کا ورد "حسبنا اللّٰه ونعم الوكيل" (ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے) تھا۔ مجاہدین سے جب بھی قریش کے متعلق سوال کیا جاتا اور بتایا جاتا کہ وہ بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ جمع ہیں مجاہدین جواب میں کہتے "حسبنا اللّٰه و نعم الوكيل"

ذی قعدہ کا چاند چڑھتے ہی بازار لگا جو آٹھ روز تک حسب معمول جاری رہا، مسلمان وہاں پہنچ چکے تھے حسب وعدہ اہل مکہ کے منتظر رہے، بازار مسلمانوں کے سامنے کھلے پڑے تھے مسلمانوں نے خوب تجارت کی، چمڑے، منقے اور دیگر اشیاء خریدیں اور ایک درہم کے دو درہم بنائے پھر بخیر وعافیت بھرپور منافع کما کر مدینہ طیبہ واپس آ گئے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ یا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر یہ اشعار کہے۔

۱۔ ہم نے ابوسفیان کے ساتھ بدر میں آنے کا وعدہ کیا تھا
ہم نے اسے اپنے وعدے کا سچا اور وعدہ ایفا کرنے والا نہ پایا۔

۲۔ اگر بخدا تو اس دن ہمارے سامنے آتا اور جنگ کرتا
تو مذموم ہو کر اور اپنے چچازادوں کو کھو کر واپس جاتا۔

۳۔ ہم نے اس کے لئے عتبہ، اس کے بیٹے اور ابوجہل کی
مثالیں چھوڑی ہیں، جنہیں ہم نے وہیں بٹھا دیا تھا۔

۴۔ تم نے رسُول اللہ کی نافرمانی کی تف ہے تمہارے دین پر
اور گمراہی وسرکشی پر مشتمل تمہارے طریقے پر۔
۵۔ اور میں تو یہی کہوں گا خواہ تم مجھے کتنا ہی برا کہو
میرے اہل وعیال اور میرا مال سب رسُول اللہ پر قربان ہوں۔
۶۔ ہم نے آپ کی اطاعت کی ہے اور کسی کو آپ کا ہم مرتبہ نہیں پایا
آپ تو ہمارے لئے اندھیری رات میں رہنمائی کرنے والے روشن ستارے ہیں۔

علامہ حلبی نے اور "زاد المعاد" میں ابن قیم نے اس لشکر کی تعداد پندرہ سو بتائی ہے۔ (یہی قول قرین قیاس ہے۔ مترجم)

بازار کے اختتام پر معبد بن ابی معبد تیزی سے مکہ گیا اور قریش کو بتایا مسلمان بازار کے پورے ایام میں وہیں موجود رہے، یہ سن کر صفوان بن امیہ نے ابوسفیان سے کہا بخدا میں نے تجھے اس دن واپسی سے منع کیا تھا اب مسلمان ہم پر غالب آگئے اور انہوں نے سمجھ لیا ہوگا ہم بزدلی اور کمزوری کی وجہ سے میدان میں نہیں آئے۔
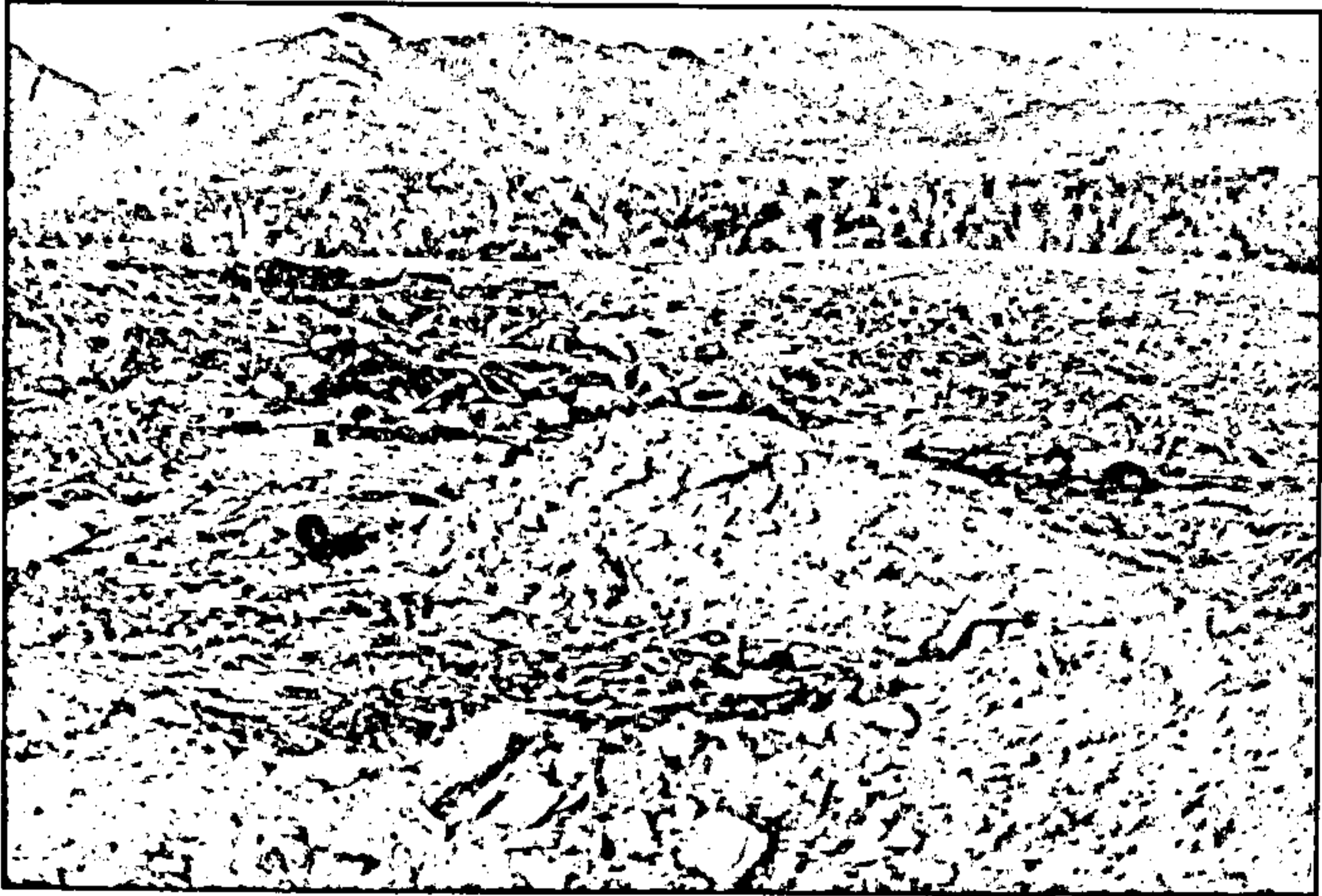
القلیب، جہاں قریش کے مقتولوں کو ڈالا گیا

معرکۂ بدر کے نتائج

قریش اور دیگر قبائل کے نقطۂ نظر سے:

قریش اور ان کے حلیفوں کے نقطہ نظر سے معرکہ بدر کا انجام دردناک بھی تھا اور افسوس ناک بھی، نرم سے نرم الفاظ میں اس معرکہ نے ان کی کمر توڑ دی تھی، قریش کو ایسی شکست سے دوچار پڑا کہ عرصہ دراز سے جزیرۃ العرب میں کسی نے ایسی ہزیمت نہیں اٹھائی تھی، قریش کے رہنماؤں، عمائدین اور سرداروں کی خاصی بڑی تعداد میدان جنگ میں کام آئی یا مسلمانوں کی قید میں چلی گئی، قریش کے لئے یہ سب کچھ غیر متوقع تھا انہوں نے تو کبھی ایسا سوچا بھی نہ تھا۔

اس جانکاہ صدمہ کے نتائج کیا نکلے؟

عقل اور منطق کا تقاضہ ہے کہ قریش کے لئے بدلتے ہوئے حالات کا ازسر نو جائزہ لینا ضروری ہو گیا ان کے لئے اس حادثہ فاجعہ کے بعد اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنے طرز عمل پر نظر ثانی ضروری ہو گئی، بدلتے ہوئے حالات میں مسلمانوں سے تعلقات کی نوعیت اور دیگر قبائل سے تعلقات کی استواری کا جائزہ لازمی ہو گیا، ایک نئی طاقت اور جماعت کی تشکیل اور نئے سرے سے صف بندی کے بغیر ان کے لئے چارہ کار نہ رہا، خصوصاً اس صورت میں کہ امّت مسلمہ نے مثبت پیش رفت شروع کر دی تھی اور وہ ان کی شام کی شاہراہ تجارت پر مکمل کنٹرول حاصل کر چکے تھے۔

لیکن ان کا سب سے مختلف اور جداگانہ طرز عمل یہ تھا کہ انہوں نے جاہلی قبائلی رسم و رواج کے برعکس یہ حکم دے دیا کہ عورتیں اپنے مقتولوں پر گریہ وزاری نہیں کریں گی، کیونکہ رونا دھونا غم کو ہلکا کر دیتا ہے اور غیظ و غضب میں کمی کر دیتا ہے، قریش چاہتے تھے ان کے سینوں میں محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے اصحاب سے انتقام اور بدلہ لینے کی آگ کے شعلے بھڑکتے رہیں اور وہ اپنے مقتولوں کے انتقام تک چین سے نہ بیٹھیں۔

انتقام اور بدلہ لئے بغیر چین سے نہ بیٹھنے والوں کی قیادت ابو سفیان اور ان کی بیوی ہند بنت عتبہ کر رہے تھے، میاں بیوی اس آگ کے شعلوں کے برابر بھڑکا رہے تھے، ہند اپنے باپ اور بھائی کے قاتل حضرت حمزہ کے خون کی پیاسی تھی وہ کسی ایسے شخص کی تلاش میں تھی جو حضرت حمزہ سے اس کے باپ اور بھائی کا بدلہ لے

سکے، غزوہ احد میں حبشی غلام وحشی کی شکل میں اسے اپنا گوہر مقصود مل گیا۔

ایک عرصہ خاموش رہنے کے بعد قریش مدینہ جا کر اپنے عزیز قیدیوں کا فدیہ دے کر رہائی دلانے پر مجبور ہو گئے، حالات نے انہیں سرنگوں کر دیا، مالداروں نے چار چار ہزار درہم فدیہ دے کر اپنے اپنے قیدی چھڑوائے، غریب قیدیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر فدیہ لئے احساناً رہا فرما دیا، لکھے پڑھے قیدیوں کا فدیہ مسلمانوں کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھانا قرار پایا۔

بدر میں قریش کے زعماء اور قائدین کے قتل کے بعد قریش کی قیادت وسیادت ابوسفیان کو منتقل ہوئی لیکن وہ اہل مکہ اور قریش کے لئے کوئی بڑا کارنامہ یا اہم کام سرانجام نہ دے سکا شاید اس کی وجہ اس کے کمزور اعصاب، زیادہ سوچ بچار اور بخل وغیرہ ہوں، ممکن ہے اس کا سبب یہ ہو کہ قریش کے بعض قبائل اس کی قیادت کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔

عرب کے بدوی قبائل کا شیوہ ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ وہ حالات کا جائزہ لیتے رہتے ہیں اور طاقتور کا ساتھ دیتے ہیں، پہلے ان کا میلان قریش کی جانب تھا، قریش مالدار بھی تھے اور سردار بھی، غزوۂ بدر تک قریش نے انہیں اسلام کے محاسن اور فضائل سے بے بہرہ کئے رکھا، انہیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ مدینہ منورہ میں امت مسلمہ کی شکل میں امن وامان کا نیا گہوارہ تشکیل پا رہا ہے۔ غزوۂ بدر میں قریش کے ہزیمت نے ان کی بہادری کا پول کھول دیا، اب مختلف قبائل کے سردار قریش سے آنکھیں چرانے لگے اور مدینہ منورہ کے بارے میں اپنے آدمیوں کے ذریعے معلومات حاصل کرنے لگے، ان پر اس جدید نظام کی برکات عیاں ہونے لگیں جس کی اجلی اجلی، روشن وتاباں صبح طلوع ہو رہی تھی، وہ اسلام کے بارے میں غور وخوض کرنے لگے اور ان کی بصارت اور بصیرت سے قریش کے خود ساختہ پردے آہستہ آہستہ سرکنے لگے۔

شام کی تجارتی شاہراہ بند کر دی گئی اسی پر قریش کی مالداری اور ثروت کا انحصار تھا، فتح بدر کا ایک اثر یہ بھی ہوا کہ موسم حج میں اہل عرب اور بدویوں کی آمد کم ہو گئی، حج کا زمانہ قریش کے لئے تجارت کا موسم تھا وہ مال کا لین دین کرتے اور منافع کمایا کرتے تھے، اب آئندہ سالوں میں قریش کی ثروت ومالداری بتدریج روبزوال ہوتی گئی، اکثر اہل عرب ان معبودوں سے برگشتہ ہونے لگے جن کو قریش نے کعبہ کے ارد گرد سجا رکھا تھا۔

قریش نے دو مرتبہ اس حصار سے نکلنے کی کوشش کی، غزوۂ احد اور غزوۂ خندق کا یہی پس منظر تھا مگر دونوں مرتبہ انہیں منہ کی کھانی پڑی اور حصار توڑنے کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔

✓ معرکہ بدر کے نتائج، مسلمانوں کے نقطہ نظر سے

۱۔ غزوہ بدر پہلا باقاعدہ اور مکمل معرکہ تھا جس میں مسلمان شرک اور ظلم وعدوان کے مقابلے میں آئے اور اسلامی لشکر پہلا منظم لشکر تھا جو بدر میں اہل عرب نے دیکھا، اس سے پہلے اہل عرب کی تاریخ میں ایسی مثال نہیں ملتی۔

۲۔ اس معرکہ میں مسلمانوں نے مشرکوں پر کاری ضرب لگائی، مختصر وقت میں ان کے رہنماؤں، سرغنوں اور سرداروں کی بڑی تعداد موت کے گھاٹ اتر گئی پہلے عتبہ، شیبہ، ولید، پھر ابو جہل، ابولبختری عاصی بن ہشام اس کا بیٹا اسود، امیہ بن خلف اس کا بیٹا علی، اور عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن الحارث وغیرہ قتل کر دیئے گئے۔ مسلمان نئی قوت اور نئی قوم بن کر ابھرے جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی میں نئے عقیدہ اور نئی منازل کے حصول میں سرگرم عمل تھے ان کی راہِ عمل اور طریق کار جزیرۃ العرب کے باسیوں کے لئے بالکل جداگانہ نوعیت کا تھا۔

۳۔ ان حقائق نے اوس وخزرج قبائل انصار کی آنکھیں کھول دیں، اور ان پر یہ عُقدہ کھلا کہ اسلام ایک زندہ حقیقت ہے اور امت مسلمہ بناوٹ اور تصنع سے پاک ابھرتی ہوئی قوت ثابتہ ہے، ان کے قلوب واذہان سے شک اور تردد کا غبار چھٹ گیا وہ پوری ثابت قدمی سے اسلام پر جم گئے، انہوں نے جہاد میں مالی اور جانی قربانیوں کی طرح ڈال دی، ان کی مستعدی اور وسعت نظر نے اس نظام کو وسعت، اور قوت و شوکت فراہم کی۔

۴۔ اہل مدینہ نے مساجد کی تعمیر و توسیع کا کام شروع کر دیا، جیسے جیسے ضرورت بڑھتی گئی نئی نئی مساجد کی بنیادیں رکھی جانے لگیں اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافے کے پیش نظر قبائل کی مساجد میں توسیع کا کام بھی ہونے لگا۔ مسجد نبوی شریف جامع مسجد کی حیثیت اختیار کر گئی یہ مومنوں کا روحانی مرکز ومحور تھا یہاں نماز جمعہ ادا کی جاتی، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک معلم، مرشد، ہادی، قائد اور مرکز توجہ کی حیثیت سے اجتماع سے خطاب فرماتے اور انہیں دنیا و آخرت کی خیر پر مبنی امور تلقین فرماتے۔

۵۔ معرکہ بدر نے پہلی مرتبہ مہاجرین و انصار اور دیگر قبائل میں تعلقات اور روابط کو مضبوط و مستحکم کر دیا، انجام کار وہ ایک قوم بن کر ابھرے۔

۶۔ فتح بدر کے بعد مدینہ طیبہ میں مثالی امن وامان قائم ہو گیا۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ

کی آبادی میں توسیع کا اہتمام فرمایا، شہر کی عمرانی حدود بڑھ گئیں، اس کامیابی کے بعد بہت سے قبائل کی آنکھوں پر پڑے پردے ہٹ گئے اور انہیں نئی حقیقت کا ادراک ہوا، جہینہ، بَلی اور ضبّہ کے قبائل میں سے بے شمار لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور نوزائیدہ اسلامی مملکت کی حدود وسیع ہو گئیں

۷۔ مدینہ منورہ کی اقتصادی حالت میں استقرار آگیا، مسلمان فارغ البالی اور سکون سے آشنا ہوئے انہوں نے شریعت اسلامی کے سایۂ عاطفت میں جدوجہد شروع کی، شریعت اسلامی پر عمل پیرائی نے ان کی انفرادی اور اجتماعی سوچ کا رخ بدل دیا، بہت کم عرصہ میں ان کے انفرادی و اجتماعی مناقشات اور جھگڑے حرف غلط کی طرح مٹ گئے، طمع، لالچ، انانیت اور مال و جاہ کی محبت کو دیس نکالا مل گیا۔

مسلمانوں میں اجتماعی روح، ایثار، عطا، سخاوت، باہمی تعاون اور فیاضی نے رنگ جمالیا، اغنیاء اور فقراء ایک دوسرے کے معاون و مددگار بن کر شاہراہ سلامتی کے راہی ہو گئے، ہر فرد جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا اور ایک دوسرے کی مالی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے ہمہ وقت تیار رہتا۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس روش کو مزید جلا بخشتے رہتے، ارشاد فرمایا "ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے ایک عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط کرتا ہے"...... "جس نے سیر ہو کر رات گذاری اور اس کا پڑوسی بھوکا رہا اس پر جنت حرام ہے"...... "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں"...... "باہم محبت و شفقت میں مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے جب جسم کا کوئی حصہ تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو جسم کے تمام اعضاء بخار اور بیداری کا سامنا کرتے ہیں"...... "ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم کرے نہ اسے دشمن کے حوالے کرے"......او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم۔

غزوہ بدر چونکہ دشمنانِ خدا کے لئے مہلک ضرب اور لشکر الٰہی کے لئے فتح مبین تھی، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو فتح و نصرت سے نوازا، منزل تک رسائی کے لئے مہتم بالشان سفر شروع ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غلبہ عطا ہوا، اللہ کا وعدہ پورا ہوا، مدینہ طیبہ میں مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی، امن و امان قائم ہو گیا وہ اعداءِ دین جو مسلمانوں کے لئے مصائب و مشکلات کی آس لگائے بیٹھے تھے ان کی امیدوں پر اوس پڑ گئی اور دلوں میں خوف بیٹھ گیا۔ لشکر اسلام کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی۔ مشرکین مکہ ذلت و رسوائی سے دوچار ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے بدر کو نصرت کا نقطہ آغاز، فتح کی کلید، فوز و فلاح اور خیر و برکت کی منزل تک رسائی کے سفر کا پہلا قدم بنادیا۔

غزوہ بدر : اسباق واحکام شرعیہ :

غزوہ بدر کے پس منظر، پیش منظر، واقعات اور ان کے نتائج میں قابل فخر اور عظیم درس موجود ہیں، کثیر التعداد احکام اس سے مستنبط اور مستفاد ہوئے، اس غزوہ کے متعلق پوری سورۃ الانفال نازل ہوئی، جس سے امت مسلمہ تا قیامت سبق حاصل کرتی رہے گی اور عظیم حوادث وواقعات میں اس کی روشنی میں اپنی منزل پاتی رہے گی۔ بدر، اسلام اور مسلمانوں کا کفر اور اس کے حواریوں کے درمیان پہلا باقاعدہ معرکہ تھا۔ تاریخ اسلام میں نتائج ونصائح کے اعتبار سے یہ غزوہ ایسی اہمیت کا حامل ہے کہ اس کی تابناک کرنیں ہر لمحے امت مسلمہ کے دل ودماغ کو جگمگاتی رہیں گی۔ چند اہم نتائج اور اسباق درج ذیل ہیں۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا قریش کے خلاف نکلنا گویا ان کے خلاف اعلان جنگ تھا، قریش اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مادی اور روحانی جنگ کا ہر حربہ اور وسیلہ استعمال کر چکے تھے، انہیں اذیتیں دیں، اپنے شہر سے نکالا، ان کے اموال پر قبضہ جمالیا، ان پر وطن کی زمین تنگ کردی، انہیں خوف وہراس میں مبتلا کیا، ان سے انتہائی سنگدلی سے پیش آتے رہے وغیرہ۔

بدر کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی پیش قدمی کفار مکہ کے خلاف اقتصادی جنگ کا اعلان تھا۔ قریش کے امن کو خوف آشنا کرنا اور ان کی تجارتی سرگرمیوں کو محدود کرنا تھا تاکہ ان کے مظالم کا مداوا ہو، اور مظلوم مسلمانوں کے اموال کی ضبطی اور جلاوطنی کی صورت میں ان کی زیادتیوں کا جواب دیا جائے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ حق بخشا ہے کہ وہ ظالموں سے بدلہ لے سکتے ہیں، ارشاد ہے :

ولمن انتصر بعد ظلمه فاولئك ماعليهم من سبيل	اور بے شک جو اپنے مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لے تو ان لوگوں پر (گرفت کی) کوئی راہ نہیں۔

اب کفار کی جانوں کی حرمت کو ختم کردیا گیا، ان کے اموال پر قبضہ جائز قرار پایا، کیونکہ اسی کے بل بوتے پر اور اسی اسلحہ کے زور پر وہ اسلام سے برسرپیکار تھے، لوگوں کو راہ خدا سے روکتے تھے، بزور بازو لوگوں اور حق کے درمیان حائل ہو رہے تھے، قدیم وجدید ہر دور کے حربی قوانین میں حالت جنگ میں دشمن سے ایسے سلوک کی اجازت دی گئی ہے، بلکہ آج کے دور میں ایسے قوانین اور قواعد روبہ عمل لائے جاتے ہیں کہ ان قوانین کے مقابلے میں سلامی قوانین حرب پوری تاریخ انسانیت کے نہایت اعلیٰ وارفع قوانین قرار پاتے ہیں۔ جنگی دشمنوں اور جنگی مجرموں کے متعلق اسلام کے قوانین نہایت رحمدلانہ اور عادلانہ ہیں۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفت بشریت سے متصف ہیں، وحی الٰہی کے ذریعہ آپ غیب سے مطلع

ہوتے ہیں آپ نے مسلمانوں کو قریش کے قافلہ پر قابو پانے کے لئے چلنے کی دعوت دی، آپ کا ارادہ جنگ کا نہ تھا یہی وجہ ہے کہ آپ نے مسلمانوں کے لئے شرکت کو لازمی قرار نہ دیا بلکہ انہیں اختیار دیا جو جانا چاہتا ہے چلے اور جو نہیں جانا چاہتا وہ نہ جائے، اگر مسلمانوں کو یہ علم ہوتا کہ وہاں جنگ ہوگی کوئی مسلمان پیچھے نہ رہتا، ان کا خیال تھا کہ ابو سفیان کے قافلے کے ساتھ صرف تیس یا چالیس محافظ ہیں ان سے نپٹنے کے لئے یہ مجاہدین بھی بہت زیادہ ہیں۔

۳۔ تین سو چودہ اصحاب کا اعلان سنتے ہی فوراً آپ کے ساتھ روانہ ہونا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی بے پایاں محبت کی دلیل ہے۔ چنانچہ میدانِ بدر میں عریش تیار کرتے وقت انصار کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسُول اللہ مدینہ طیبہ میں ایسے لوگ موجود ہیں جو آپ سے محبت کرنے میں ہم سے کم نہیں ہیں، اگر انہیں علم ہوتا کہ آپ کا جنگ سے واسطہ پڑے گا تو ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہتا۔

اللہ تعالیٰ نے فریقین میں جنگ مقدر فرما دی، اس میں بہت سی حکمتیں پنہاں تھیں، اس غزوہ سے مستفاد چند اسباق اور نتائج قارئین کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں، مجاہدین قریش کے قافلے کے ارادہ سے روانہ ہوئے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی مطلع فرمایا کہ مسلمان دو میں سے ایک گروہ پر غلبہ حاصل کریں گے، قافلہ یا لشکر قریش۔ قافلہ ابو سفیان کی قیادت میں بچ نکلا اب لامحالہ لشکر قریش سے جنگ ہی باقی رہی۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو دشمن سے دو دو ہاتھ کرنے کے لئے ذہنی اور جسمانی طور پر تیار کرنے لگے۔

۴۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اور مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا، لشکر اسلام کا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمایا، بیعت عقبہ کے بعد سب سے پہلے حضرت مصعب نے مدینہ طیبہ ہجرت کی تاکہ آپ انصار کو اسلام کی تعلیم دیں اور ان کو قرآن پڑھائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حق وباطل کے مابین اس پہلے معرکہ کا علَم انہیں عطا فرمایا تاکہ اسلام میں سبقت لے جانے والے اہل فضل کا مرتبہ معلوم ہو اور دین اسلام کے لئے قربانیاں دینے والوں کی عظمت کا اظہار ہو۔

۵۔ ایک اونٹ پر تین یا چار مجاہدین کا باری باری سوار ہونا مسلمانوں کے پاس سواریوں کی قلت کی دلیل ہے، اس سے ایک اونٹ پر باری باری تین یا اس سے زائد افراد کے سوار ہونے کا جواز بھی معلوم ہوا۔ اور یہ کہ مشکل اور اہم معاملات میں مسلمان باہم تعاون کی بہترین مثالیں پیش کرتے تھے۔ نیکی، تقویٰ اور اللہ کی خوشنودی ان کے پیش نظر رہتی تھی، ان کی ہمتیں جوان تھیں وہ مشکلات ومصائب کا ہمت مردانہ سے مقابلہ

کرتے تھے جان نہیں چراتے تھے۔

۶۔ لشکر کے سالار اور مجاہدین میں عدل و مساوات کا سبق ملتا ہے۔ حضرت علی اور مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ کی سواری میں شریک تھے۔ انہوں نے خود پیدل چلنے اور آپ کو سوار رہنے کی پر خلوص پیش کش کی مگر آپ نے ان کی مخلصانہ پیش کش کو یہ فرما کر مسترد کر دیا کہ "تم دونوں مجھ سے زیادہ قوی نہیں ہو اور نہ میں حصول اجر میں تم سے زیادہ مستغنی ہوں" اس سے جہاں اجر و ثواب کے حصول کے لئے آپ کی زبردست خواہش معلوم ہوتی ہے وہاں آپ کی تواضع، رجوع الی اللہ، آخرت کی دنیا پر ترجیح، قول و عمل سے مسلمانوں کی تعلیم اور آپ کے بے مثال اسوہ حسنہ کا علم ہوتا ہے جس کی مثال ملنی ناممکن ہے ...... مؤمن کی سب سے بہترین صفت اجر و ثواب کے حصول پر حرص ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مؤمن خیر سے ہرگز سیر نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کی انتہاء جنت ہو گی"

۷۔ ہر ممکن طریقہ سے دشمن کو نقل و حرکت سے بے خبر رکھنا، آپ نے اونٹوں کی گھنٹیاں اتروا دیں تاکہ لشکر اسلام کی نقل و حرکت خفیہ رہے اور دشمن لشکر اسلام کے ارادوں سے لاعلم رہے، جھوٹ سے بچنے کے لئے توریہ کا جواز، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے چشمے پر موجود بوڑھے کے جواب میں فرمایا تھا "ہم پانی سے ہیں"۔

۸۔ دشمن کی تیاری، استعداد اور نقل و حرکت کے بارے میں آگاہی کی ضرورت، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے پڑاؤ، ان کے لشکر کی تعداد اور ان کے قائدین اور سرداروں کے متعلق معلومات حاصل کیں، آپ نے اس سلسلہ میں متعدد صحابہ کو روانہ فرمایا تاکہ وہ دشمن کی نقل و حرکت پر نظر رکھیں۔ آپ نے حالات اور واقعات کا بڑی گہری نظروں سے مطالعہ فرمایا اور ہر ممکن طریقہ سے خبریں حاصل کیں، غیر جانبدار اور ناواقف لوگوں سے بھی رجوع کیا گیا، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھی ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اس عظیم مہم پر روانہ ہوئے، تاکہ تا قیامت ہر مسلم قائد کے لئے یہ سبق باقی رہے کہ قائد لشکر کو خود بھی اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھنے ضروری ہیں وہ صرف جاسوسوں اور خبر رسانی کے مشن پر مامور اشخاص پر اعتماد کر کے غافل نہ ہو جائے۔ کیونکہ قائد کی نظریں پورے منظر پر مرکوز ہوتی ہیں اور اس کے فکر و خیال کی رسائی دوسروں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے، وہ دوسروں سے زیادہ درست خبروں کے حصول کا جویا ہوتا ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لشکر کا ہر سپاہی دشمن کی ہر حرکت کا نگران ہو اور وہ دشمن کے بارے میں ہر ممکن ذریعے سے خبریں فراہم کرے تاکہ دشمن کی کوئی چال، ارادہ اور حرکت مخفی نہ رہے۔

۹۔ جاسوسی اور دشمن کی نگرانی پر افراد کا تعین جائز ہے۔ اسی طرح توریہ (۱) سے کام لینا تاکہ جھوٹ سے بچا جاسکے۔ خصوصاً حالت جنگ میں جائز ہے۔

۱۰۔ نیک فال لینا، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک فال لی آپ نے وادی ذفران عبور فرمانے کے بعد پڑاؤ فرمایا، آپ وادی الصفراء میں نہیں اترے، آپ نے صفراء کے پہاڑوں اور وہاں کے قبائل کے نام دریافت فرمائے، آپ کو بتایا گیا ان میں ایک قبیلہ کا نام "بنو النار" اور دوسرے کا "بنو حراق" ہے۔ آپ نے ان ناموں کو ناپسند فرمایا اور اسے نیک فال نہ سمجھا، کہ نار (آگ) اور حرق (جلنا) کفار کے لئے ہو گا مؤمن تو نصرت سے شاد کام ہوں گے۔

۱۱۔ اچانک پیش آنے والے مشکل حالات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت، حوصلہ مندی اور حالات پر مکمل کنٹرول۔ آپ نے مجاہدین کو قافلہ پر قبضہ کرنے کے ارادہ سے چلنے کو فرمایا تھا، اچانک صورت حال بدل گئی اور قریش کے عظیم لشکر سے مڈبھیڑ ضروری ہو گئی، آپ نے مجلس مشاورت منعقد فرمائی، لوگوں کو تیزی سے بدلتی ہوئی صورت حال اور خطرہ سے آگاہ فرمایا، پھر ان سے مشورہ طلب فرمایا، تین اکابر صحابہ نے بہترین خیالات کا اظہار کیا...... آپ انصار کی رائے معلوم کرنا چاہتے تھے کیونکہ انہوں نے اپنے شہر میں آپ کا اپنی جانوں، اہل و عیال اور عورتوں کے دفاع کی طرح دفاع کرنے پر بیعت کی تھی۔ بیعت میں شہر سے باہر دفاع کی شرط نہیں تھی...... سید الانصار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے محسوس کر لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی رائے جاننے کے خواہشمند ہیں۔

سعد رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انصار کی ترجمانی کرتے ہوئے بہترین خیالات اور عمدہ جذبات کا اظہار کیا، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعد کی تقریر، انصار کے شوق شہادت، جنگ میں جانی اور مالی ہر قسم کی قربانی دینے کے جذبے کے اظہار سے بہت خوش ہوئے، اسی دوران وحی الٰہی سے نصرت کی بشارت آگئی۔

۱۲۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روانہ ہو جاؤ تمہیں بشارت ہو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دو میں سے ایک گروہ پر غلبہ کا وعدہ فرمایا ہے۔ "بخدا میں گویا ابھی قوم کے گرنے کی جگہوں کو دیکھ رہا ہوں"...... یہ تمام امور مسلمانوں کے حق میں بہترین نتائج لائے ان کا نصرت الٰہی پر اعتماد بڑھ گیا، اللہ کے وعدہ پر ایمان اور مستحکم ہو گیا، راہِ خدا میں جہاد کیلئے ان کے عزائم میں پختگی آگئی چنانچہ دوران جنگ انہوں نے بہادری اور شجاعت کے ایسے ولولہ انگیز مظاہرے کئے جس سے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور یہ

(۱) توریہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک ایسا ذو معنی لفظ بولا جائے جس کے دو معنی ہوں ایک قریب اور عام فہم اور دوسرا دور کا اور نسبتاً پوشیدہ معنی، متکلم وہ لفظ بول کر مخاطب کو عام معنی کا تاثر دے اور خود دوسرا مفہوم مراد لے۔

دن "حق وباطل میں امتیاز کا دن، دو لشکروں کی مڈ بھیڑ کا دن، اور قیامت تک باقی رہنے والی فتح عظیم کا دن" ہو گیا۔

۱۳۔ جنگی استعداد بڑھانے اور دل و جان سے سب کی شرکت کو یقینی بنانے کے لئے معرکہ سے قبل مشاورت جادو کا سا اثر رکھتی ہے، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خباب بن المنذر کے مشورہ پر جگہ تبدیل کر دی، بدر کے کنوؤں کو مسلمانوں کی پشت کی جانب کر لیا گیا، تمام کنوئیں پاٹ دیئے گئے، مسلمانوں نے پانی کے حصول کے لئے حوض بھر لیا، مشرک پانی سے محروم ہو گئے، پھر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مشورے پر عریش تیار کرنے کا حکم فرمایا۔ باہمی مشورے سے اگر کوئی بے نیاز ہوتا تو سب سے پہلے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے نیاز ہوتے، آپ وحی کے تائید یافتہ اور نور نبوت سے متصف تھے، لیکن حکمت الٰہی کا تقاضہ تھا کہ آپ کا منتخب فرمودہ مقام معرکہ کے لائق نہ ہوتا، کہ قیامت تک مسلمانوں کی زندگی میں مشاورت کی فضیلت اور مرتبہ نمایاں رہے۔ اور یہ بات ثابت ہو کہ ارباب حل و عقد میں سے کسی کے لئے روا نہیں کہ صاحب مشورہ لوگوں کے مشورے یکسر مسترد کر دے اور اپنی رائے کو حتمی قرار دے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورے کا حکم فرمایا ہے۔

ارشاد ہے "وشا ورهم فی الامر" اور (ضروری) کاموں میں ان سے مشورہ لیں) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ "وامرهم شوری بینهم" (اور ان کا کام باہمی مشورہ سے ہوتا ہے)

اس میں یہ اشارہ فرمایا کہ مشاورت حکمت کی اساس اور فوز و فلاح کی نقیب ہے۔

۱۴۔ فتح و نصرت اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہی نصرت سے نوازتا ہے، لیکن نصرت الٰہی ایسے اہل تقوی کا مقدر بنتی ہے جو خالصتاً اللہ کے لئے جہاد کرتے ہیں اور کما حقہٗ اللہ پر توکل کرتے ہیں۔

الذین یشرون الحیوۃ الدنیا بالاخرۃ (النساء: ۷۴) — وہ لوگ جو آخرت کے عوض دنیا کی زندگی فروخت کر چکے ہیں۔

وہ نیکی اور تقویٰ ہی میں نصرت الٰہی کے متلاشی ہوتے ہیں۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ⑨ — جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول کر لی اور فرمایا کہ (تسلی رکھو) ہم ہزار فرشتوں سے جو ایک دوسرے کے پیچھے آتے جائیں گے تمہاری مدد کریں گے ⑨

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ — اور اس مدد کو خدا نے محض بشارت بنایا تھا کہ تمہارے دل اس سے اطمینان حاصل کریں۔ اور مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ﴿۱۰﴾	بے شک خدا غالب حکمت والا ہے ﴿۱۰﴾

(سورۃ الانفال۔ آیت : ۹۔۱۰)

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾	اور خدا نے جنگ بدر میں بھی تمہاری مدد کی تھی اور اُس وقت بھی تم بے سروسامان تھے پس خدا سے ڈرو (اور ان احسانوں کو یاد کرو) تاکہ شکر کرو ﴿۱۲۳﴾

(سورۃ آل عمران۔ آیت : ۱۲۳)

جب اللہ اور اس کے رسُول کی نافرمانی ہو تو پھر فتح و نصرت قصہ پارینہ بن جاتی ہے خواہ مقابل لشکر کی تعداد کتنی ہی کم کیوں نہ ہو، یہ شکست ان کے لئے نافرمانی کی سزا، ان کے طریق کار کی درستگی اور ان کی خطاؤں کی اصلاح کی حامل ہوتی ہے۔ تاکہ ان کے دل نصیحت حاصل کریں، دنیاوی عیوب سے اپنے دامن چھڑائیں، اور نفسانی وساوس کا شکار نہ ہوں۔ اس نقطہ نظر سے اہل ایمان کے لئے ہزیمت بھی باعث خسران نہیں ہوتی بلکہ وقتی ہزیمت ان کے نفس کے لئے تزکیہ وطہارت، دل ودماغ کی صفائی، عزائم میں پختگی دنیا پر آخرت کو ترجیح اور رجوع الی اللہ کا باعث بنتی ہے، اہل ایمان اپنی خطاؤں پر مطلع ہو کر اپنی اصلاح پر مائل ہوتے ہیں اور دنیا کی فانی نعمتوں کو چھوڑ کر آخرت کی دائمی نعمتوں کے حصول کے لئے مصروف عمل ہو جاتے ہیں۔ غزوہ احد میں یہی ہوا۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾	اور خدا نے اپنا وعدہ سچا کر دیا (یعنی) اُس وقت جبکہ تم کافروں کو اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ جو تم چاہتے تھے خدا نے تم کو دکھا دیا۔ اس کے بعد تم نے ہمت ہار دی اور حکم (پیغمبر) میں جھگڑا کرنے لگے اور اُس کی نافرمانی کی۔ بعض تو تم میں سے دنیا کے خواستگار تھے اور بعض آخرت کے طالب۔ اُس وقت خدا نے تم کو اُن (کے مقابلے) سے پھیر (کر بھگا) دیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے اور اُس نے تمہارا قصور معاف کر دیا۔ اور خدا مومنوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے ﴿۱۵۲﴾

(سورۃ آل عمران۔ آیت : ۱۵۲)

۱۵۔ فتح و نصرت کی طرح شکست و ہزیمت میں بھی سبق ہوتا ہے، اس میں نصائح اور عبرتیں پوشیدہ ہوتی ہیں، اس کا ثمرہ اللہ کے لئے کمال عبودیت، اللہ ہی پر سچا توکل، اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جدوجہد کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، اس کے دامن میں خیر و برکت ہوتی ہے، ارشادِ الٰہی ہے:

وعسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم (البقرہ:۲۱٦) اور ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو شاق سمجھو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے "مومن کا حال عجیب ہے اس کے لئے ہر حال میں خیر ہے اور یہ صرف اہل ایمان کی خصوصیت ہے اگر اسے خوشحالی عطا ہوتی ہے وہ شکر کرتا ہے یہ اس کے لئے خیر ہے اور اگر اسے تنگدستی پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے سو یہ اس کے لئے خیر ہے۔ (مسلم)

۱٦۔ اللہ کی بارگاہ میں التجا، تذلل اور آہ و زاری فتح و نصرت کی اساس و بنیاد ہے اس سے مؤمن کا ایمان بڑھتا ہے، اپنے رب پر توکل میں اضافہ ہوتا ہے رب کائنات سے دل کا تعلق مضبوط ہوتا ہے اور اسے احساس ہوتا ہے کہ حقیقی قوت اور قدرت اللہ جل مجدہ الکریم ہی کی ہے، اللہ کی قوت و قدرت ہر لمحہ ہر آن از ازل تا ابد غالب ہے، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدانِ بدر میں رو رو کر اپنے رب سے التجائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ نے اہل صدق و صفا، مجاہدین فی سبیل اللہ، بارگاہِ رب العزت میں رجوع کرنے والے مؤمنوں سے اپنی تائید و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔

یہاں اس حقیقت کی نقاب کشائی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ ہم نے گذشتہ سطور میں بدر کے حوالے سے جن مقامات، واقعات، معجزات اور نتائج کا ذکر کیا ہے وہ صرف اہل بدر سے مخصوص نہیں اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ تک ہی ان کا اظہار محدود نہیں بلکہ ایسے نتائج کا حصول مسلمانوں کی زندگی میں ہر دور میں ممکن ہے، جب بھی جماعت مسلمہ یا لشکر اسلام اہل بدر جیسے اعتقاد اور عمل کا حامل ہوگا ایسے ہی نتائج صادر ہوں گے۔ ایسے نتائج کا حصول ناممکن اور محال نہیں بلکہ جب کبھی صحیح اسلامی تربیت میسر ہو گی، دلوں میں صدق ایمان و یقین موجود ہوگا بار بار ایسے ہی نتائج ظہور پذیر ہوں گے۔ جب بھی جبینیں بارگاہِ رب العزت میں سجدہ ریز ہوں گی، التجا و تذلل ہوگا، اس کریم سے تائید و مدد کی گذارشیں ہوں گی اس کے وعدے اور نصرت پر یقین کامل ہوگا بدر کا منظر دہرایا جائے گا۔

ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز (الحج:۴۰) اور اللہ اس کی ضرور مدد فرمائے گا جو اس (کے دین) کی مدد کرے بے شک اللہ ضرور قوت والا بہت غالب ہے

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ﴿۷﴾	اے اہل ایمان اگر تم خدا کی مدد کروگے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا۔ اور تم کو ثابت قدم رکھے گا ﴿۷﴾

(سورۃ محمدؐ۔ آیت : ۷)

مذکورہ بالا آیات اور ان کے ہم معنی دیگر آیات کریمہ صرف اہل بدر سے خاص نہیں بلکہ قیامت تک تمام مسلمانوں کے لئے ان کا حکم عام ہے، ان آیات کے وعدے اور وعیدیں اہل بدر کے شرکاء اور کفار قریش سے مختص نہیں ہیں بلکہ تا قیامت بندگانِ خدا کے لئے تائید و نصرت کے وعدے اور کفار کے لئے ہزیمت، ذلت ورسوائی کی وعید باقی ہے۔

۱۷۔ کافر اللہ سے لاتعلق ہوتا ہے، اس کی نظریں حق کی رویت سے محروم ہوتی ہیں، وہ حرص و ہوس کا پجاری ہوتا ہے، باطل پر ڈٹا رہتا ہے، حسد و کینہ، خود بینی و تکبر کا پتلا ہوتا ہے، وہ لاشعوری طور پر اپنی جان اور اپنی قوم کی ہلاکت میں مصروف رہتا ہے، ہدایت اور حق سے آنکھیں موند لینے کی سزا میں اللہ تعالیٰ اسے ذلت و رسوائی، ضلالت و گمراہی سے دوچار فرمادیتا ہے۔ اس کے کان حق کی سماعت سے محروم ہوجاتے ہیں، نصیحت اسے فائدہ نہیں دیتی، نہایت قریبی تعلق رکھنے والے فرد کے پند و نصائح اس پر اثر انداز نہیں ہوتے۔

ابو جہل نے قافلے کے بحفاظت نکل جانے کے باوجود واپس جانے سے انکار کردیا، وہ بدر تک جانے کے لئے مصر رہا تاکہ وہاں اونٹ ذبح کریں رقص و سرود کی مجالس منعقد ہوں، شراب و کباب کے دور چلیں، اور اہل عرب ان کی قوت و شوکت کے مظاہرے سے مرعوب ہوں...... لیکن اللہ نے اسے ذلیل و رسوا کیا وہ دیگر رؤسائے قریش کے ساتھ بری موت مارا گیا، عموماً کفار کا یہی موقف رہا ہے، قرآن کریم نے ان کی اس غلط سوچ اور اندازوں کا ذکر فرمایا ہے اور اسے بے شمار قوموں کی تباہی کی بنیادی وجہ قرار دیا ہے۔ بدر میں کفار قریش سے خطاب ہوتا ہے :

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾	(کافرو) اگر تم (محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر) فتح چاہتے ہو تو تمہارے پاس فتح آچکی۔ (دیکھو) اگر تم (اپنے افعال سے) باز آجاؤ۔ تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر پھر (نافرمانی) کروگے تو ہم بھی پھر (تمہیں عذاب) کریں گے اور تمہاری جماعت خواہ کتنی ہی کثیر ہو تمہارے کچھ بھی کام نہ آئیگی اور خدا تو مومنوں کے ساتھ ہے ﴿۱۹﴾

(سورۃ الانفال۔ آیت : ۱۹)

معرکہ بدر سے قبل ابو جہل نے دعا مانگی "اے اللہ! ہم میں سے جو قطع رحمی کرنے والا ہو اور غیر معروف چیز لانے والا ہو کل اسے تباہ و برباد کردے" بدر میں اپنا یہی انجام دیکھنے کے باوجود قریش کئی سالوں تک

گمراہی میں سرگرداں رہے اور اپنے باطل عقائد و نظریات سے چمٹے رہے یہاں تک کہ اللہ کی نصرت اور فتح آگئی۔

۱۸۔ مؤمن کا تعلق اللہ سے ہوتا ہے، وہ اللہ اور اس کے رسُول کا محبّ ہوتا ہے، راہِ خدا میں شہادت کا پیاسا ہوتا ہے، اللہ عزوجل کی طرف سے اہل ایمان کے لئے وعدہ کردہ انعامات پر کامل یقین رکھتا ہے، وہ فتح یا شہادت کے حصول کے جذبہ سے سرشار ہوتا ہے، یہی سبب تھا کہ حضرت عمیر بن الحمام رضی اللہ عنہ نے چند کھجوریں کھانے کا انتظار نہ کیا کھجوریں پھینک دیں اور مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ حضرت عوف بن الحارث رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں یارسُول اللہ! اللہ اپنے بندے کے کس عمل سے بہت خوش ہوتا ہے؟ فرمایا جب اس کا بندہ بغیر زرہ اور خود کے میدان کارزار میں گھس جاتا ہے، عوف اپنی زرہ اتار پھینکتے ہیں اور تلوار لے کر دشمنوں کے لشکر میں سرفروشانہ گھس جاتے ہیں اور لڑتے لڑتے جام شہادت نوش کرتے ہیں۔

حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں لائے جاتے ہیں شدید زخمی ہیں ان کی پنڈلی کٹ چکی ہے مغز بہہ رہا ہے، کہتے ہیں اے کاش! آج ابو طالب زندہ ہوتے انہیں معلوم ہوتا ہم ان کے اس شعر کے ان سے زیادہ حقدار ہیں:

ہم ان کی حفاظت میں ان کے سامنے موت قبول کرلیں گے
اور اپنے اہل و عیال اور بیوی بچوں کو بھول جائیں گے۔

پھر یہ اشعار کہے۔

۱۔ اگر انھوں نے میری ٹانگ کاٹ دی (تو کیا ہوا؟) میں مسلمان ہوں
اس کے بدلے اللہ سے بہترین زندگی کا امیدوار ہوں۔

۲۔ اللہ نے اپنے فضل و احسان سے مجھے اسلام کا لباس پہنایا ہے
جس نے میری کوتاہیوں کو ڈھانپ لیا ہے۔

۱۹۔ معرکہ سے قبل نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی اپنے رب سے مسلمانوں کی فتح و نصرت کی دعا اور آہ و زاری سے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی کہ جہاد فی سبیل اللہ میں فتح و نصرت ہمیشہ ذاتِ باری تعالیٰ کی جانب سے عطا ہوتی ہے، مجاہدین کو فتح و نصرت کے حصول کے لئے اللہ ہی کی طرف رجوع کرنا چاہیے، مادی قوت خواہ کتنی عظیم و کثیر ہو اس پر بھروسہ نہ رکھیں اور حالات خواہ کتنے ہی ناساز اور ناموافق ہوں تائید ایزدی سے مایوس نہ ہوں، ہر لمحہ یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ اللہ نے اہل ایمان سے نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ کہ فتح و نصرت اللہ کے دستِ قدرت میں ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس سے سرفراز فرماتا ہے۔ راہِ خدا میں جہاد کے میدانوں میں اب بھی مجاہدین کی تائید اور ثابت قدمی کے لئے نزول ملائکہ جیسے امور کا صدور ممکن ہے، جب

تک مجاہد اپنے جذبہ جہاد میں صادق، مکمل تیاری، حتی الوسع جد وجہد سے متصف ہوں گے، ان کا مطمح نظر اللہ کے نام کی سربلندی، اور اس کے دین اور شریعت کا استحکام ہوگا ان کیلئے ناممکن ہدف بھی آسان ثابت ہوں گے۔

رومیوں، ایرانیوں، منگولوں، بت پرستوں اور صلیبیوں کے ساتھ جنگوں میں مسلسل کامیابیوں کا راز بھی یہی تھا یہی وہ جذبہ تھا جس کے نتیجہ میں اہل ایمان نے مختصر عرصہ میں کامرانیوں کے ایسے نشان ثبت کئے ہیں کہ دنیا بھر کے ارباب قیادت اور اصحاب فلسفہ و حکمت مجسمہ حیرت بنے ہوئے ہیں۔

۲۰۔ قائد کی طرف سے مجاہدین میں شجاعت و بہادری کے جذبات کی تحریک ضروری ہے انہیں راہ خدا میں شہادت، اللہ کی جنت ور ضوان کے حصول پر برانگیختہ کرنا نہایت اہم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقع پر اس کی اہمیت کو پیش نظر رکھا ہے، غزوۂ بدر میں قریش کے پڑاؤ، تعداد اور سرداروں کے بارے میں معلومات فراہم ہونے پر فرمایا یہ مکہ ہے اس نے اپنے جگر کے ٹکڑے تمہارے سامنے ڈال دیئے ہیں۔ جب اپنے عریش (سائبان) سے باہر تشریف لائے فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے آج جو شخص اس حالت میں کفار سے جنگ کرے گا کہ وہ صبر کرنے والا، ثواب کا امیدوار، آگے بڑھنے والا ہوگا پیچھے ہٹنے والا نہ ہوگا اور شہید ہو جائے گا اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا"۔ اور جب یہ سوال کیا گیا کہ اللہ اپنے بندے کے کس عمل سے بہت خوش ہوتا ہے تو فرمایا "جب بندہ بغیر زرہ اور خود کے اپنا ہاتھ دشمن میں گھسیڑ دیتا ہے" جب ملائکہ کو مسلمانوں کی ثابت قدمی کے لئے حاضر ہوتے ملاحظہ فرمایا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا "ابو بکر تمہیں بشارت ہو یہ جبریل اپنے گھوڑے کی لگام تھامے آرہے ہیں اس کے قدموں پر غبار ہے"۔ ان جملوں نے مجاہدین میں بجلیاں بھر دیں اور وہ حصول شہادت کی تمنا میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے لگے۔

۲۱۔ اگرچہ کفار کی تعداد اور قوت زیادہ ہو پھر بھی ان سے جنگ کرنا جائز ہے، قریش کا لشکر مسلمانوں کے لشکر سے تین گنا سے بھی زائد تھا۔ وہ بھر پور تیاری کے ساتھ آئے ہوئے تھے، ان کی سواریاں، اسلحہ اور سامان خورد و نوش مسلمانوں کی سواریوں اور اسلحہ وغیرہ سے بہت زیادہ تھا اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو زبردست فتح عطا فرمائی، دس گنا دشمن کے مقابلے میں بھی فرار جائز نہ تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرما دی اور دو گنے دشمن کے مقابلہ میں فرار کو ناجائز قرار دیا، ارشاد ہے:

اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ — اب خدا نے تم پر سے بوجھ ہلکا کر دیا اور معلوم کر لیا کہ (ابھی)
ضَعْفًا ۚ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ — تم میں کسی قدر کمزوری ہے پس اگر تم میں ایک سو ثابت قدم
يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ — رہنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب رہیں گے اور

اَلْفَ یَّغْلِبُوْۤا اَلْفَیْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۶۶﴾ اگر ایک ہزار ہوں گے تو خدا کے حکم سے دو ہزار پر غالب رہیں گے اور خدا ثابت قدم رہنے والوں کا مددگار ہے ﴿۶۶﴾

(سورۃ الانفال۔ آیت: ٦٦)

جب دشمن کی تعداد دوگنے سے زائد ہو تو سالاروں کی اجازت سے مقابلے سے منہ موڑنا اور واپس پلٹنا جائز ہے، اس صورت میں واپس پھرنا ایسا جرم نہیں جو غضب الٰہی کا مستحق بناتا ہو، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمان دشمنوں کی کثرت دیکھ کر میدان چھوڑ جاتے تھے بلکہ اکثر جنگوں میں ان کے دشمنوں کی تعداد ان سے کئی گنا زائد تھی لیکن انہوں نے میدان چھوڑا نہ ہی شکست کا منہ دیکھا، شکست تو اس وقت کسی قوم کا مقدر بنتی ہے جب ان کی جنگ رضائے الٰہی کے لئے نہ ہو، یا ان کی توجہات کا مرکز ذات باری تعالیٰ نہ ہو، جنگ سے مقصود حصولِ دنیا ہو اور معاصی کا ارتکاب ہو رہا ہو۔

۲۲۔ قائد کے لئے ضروری ہے اس کی معرکہ پر گہری نظر ہو، اس کے پاس مُشیر اور صاحب رائے لوگ موجود رہیں تاکہ وہ ہر آن بدلتی جنگی صورت حال پر مشورہ اور تجاویز دیں، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میدان کارزار کا گہری نظروں سے مشاہدہ کرتے رہے، خود معرکہ آرائی میں شریک ہوئے، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دورانِ جنگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں الحاح وزاری کرتے رہے، اس سے فتح ونصرت کی التجائیں کرتے رہے، ساتھ ساتھ میدان جنگ میں تشریف لاکر مجاہدین کے حوصلے بڑھاتے رہے، صدیق رضی اللہ عنہ نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدتِ گریہ وزاری دیکھی تو آگے بڑھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھلکی ہوئی چادر آپ کے شانوں پر رکھی اور گذارش کی یارسُول اللہ! اب بس کیجئے آپ نے بہت دعائیں کرلی ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو وعدہ فرمایا ہے وہ اسے پورا فرمائے گا......

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ انصار کی ایک جماعت کے ساتھ آپ کے عریش کے دروازہ پر پہرہ دیتے رہے تاکہ شکست خوردہ دشمن پلٹ کر آپ پر حملہ آور نہ ہو، یہ صحابہ کرام کی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے بے پایاں سچی محبت کی حسین مثال ہے، وہ آپ کے تحفظ کے لئے جی جان کی بازی لگائے ہوئے تھے کہ آپ کی حیات مبارکہ رسالت ودین کی حامل تھی، آپ کی حیات طیبہ کی حفاظت کے لئے ہی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عریش بنانے کی تجویز پیش کی تھی۔

۲۳۔ امام اور قائدِ لشکر کی اجازت سے مقابلے کا چیلنج قبول کرنا جائز ہے، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے عتبہ بن ربیعہ کے مطالبہ پر حضرت حمزہ، علی اور عبیدہ رضی اللہ عنہم کو مقابلے کے لئے نکلنے کا حکم دیا، عتبہ وغیرہ نے چیلنج قبول کرنے والے انصار کا سامنا کرنے سے انکار کردیا تھا، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے غزوہ خندق میں

بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقابلے کا چیلنج قبول کرنے کا حکم دیا تھا۔

مبارزت اس وقت مستحب ہے جب مجاہد کو اپنی شجاعت، قوت اور دشمن پر قابو پالینے کا یقین ہو۔ جب مدمقابل برابر کی ٹکر کا ہو، قوت و مہارت رکھتا ہو مبارزت مباح ہے، کمزور اور خود اعتمادی سے محروم کے لئے مبارزت مکروہ ہے، مسلمان مبارزین (مقابلے کا چیلنج قبول کرنے والوں) کے لئے جائز ہے کہ وہ دشمن کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کریں اور اپنے ساتھی کو خطرہ کی حالت سے نکالیں، غزوہ بدر میں حضرت حمزہ اور علی رضی اللہ عنھما اپنے اپنے مدمقابل کافر کو قتل کرنے کے بعد حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کی مدد کو آئے، عتبہ کو قتل کیا اور عبیدہ کو شدید زخمی حالت میں لشکر اسلام میں اٹھالائے۔

۲۴۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو فنونِ حرب کی تعلیم دی ان سے فرمایا جب تک میں حکم نہ دوں جنگ شروع نہ کریں اور فرمایا "جب وہ تمہارے قریب آئیں تیر چلاؤ اور احتیاط سے کام لو اپنے تیر ضائع نہ کرو" دشمن دور ہو تو تیر نہ چلاؤ تاکہ تمہارے تیر ضائع نہ ہوں، تیر ضرورت کے وقت کے لئے محفوظ رکھو بے فائدہ ہوا میں تیر ضائع نہ کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو تیر اندازی میں مہارت حاصل کرنے کا حکم دیا اور اسے ان قوتوں میں سے ایک قوت قرار دیا جن کی تیاری کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر ارشاد فرماتے سنا "اعدوا لهم ما استطعتم من قوة (اور تیار رکھو ان کے لئے حسب استطاعت (ہتھیاروں سے) قوت) باخبر رہو بے شک قوت تیر اندازی ہے، سنو! بلاشبہ قوت تیر اندازی ہے، باخبر ہو جاؤ یقیناً قوت تیر اندازی ہے"

واضح رہے "رمی" میں ہر ہتھیار شامل ہے جس کی جنگ میں ضرورت ہو، مسلمانوں کے لئے ہر قسم کے جدید جنگی سازوسامان اور اسلحہ کا حصول لازم ہے، وقت کے ساتھ اسلحہ کی اقسام بدلتی رہتی ہیں اس حکم میں قیامت تک تیار ہونے والے ہمہ قسم کے اسلحہ کے حصول اور اس کے استعمال میں مہارت حاصل کرنے کا فرمایا گیا ہے۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حکم کو تین بار دہرانا، حرف تنبیہ (الا) اور حرف تاکید (انّ) سے اسے مؤکد فرمانا اس کی اہمیت اور ضرورت کو واضح کر رہا ہے، اور اس حقیقت کی نقاب کشائی ہو رہی ہے کہ جنگ میں مسلمانوں کی قوت کا انحصار "رماية" کی تعلیم اور اس میں مہارت پر ہے، (رمایہ سے ہدف پر پھینکی جانے والی چیز مراد ہے، اس میں ہر قسم کے گولے، میزائل، راکٹ، تارپیڈو اور بم شامل ہیں۔ مترجم) یہی اساسی قوت ہے

دیگر سامان حرب اور آلات جنگ اسی کے تابع ہیں جیساکہ آپ کا ارشاد ہے "حج عرفہ ہے" اور بر (نیکی) حسن خلق ہے"۔

اس ارشاد میں مسند الیہ یعنی حج کو مسند یعنی عرفہ کے ذکر پر محدود کر دیا اور نیکی کو حسن خلق میں محدود کر کے بیان فرمایا، لیکن ان جملوں میں تاکید نہیں ہے "الا ان القوۃ الرمی" میں تین مؤکدات موجود ہیں، "الا" حرف تنبیہ واستفتاح "اِنّ" حرف تاکید اور تین بار تکرار، یہ اہم نکتہ ہے جو غور و فکر اور تامل و تدبر کا تقاضہ کرتا ہے۔

۲۵۔ غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کثیر معجزات سے مدد فرمائی، صحابہ کرام کو عظیم کرامات کے اکرام سے نوازا، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے حضور کی پھینکی ہوئی مٹھی بھر مٹی کو نو سو سے زائد مشرکوں کے چہروں تک پہنچادیا۔ تعداد اور اسلحہ کی کمی کے باوجود مسلمانوں کو قریش پر غلبہ عطا فرمایا ان کے بڑے بڑے سردار ڈھیر کر دیئے گئے۔ ارشاد ربانی ہے :

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ	تم لوگوں نے ان (کفار) کو قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے انہیں قتل کیا۔
وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى	اور (اے محمد) جس وقت تم نے کنکریاں پھینکی تھیں تو وہ تم نے نہیں
وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا	پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں اس سے یہ غرض تھی کہ مومنوں
اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾	کو اپنے (احسانوں) سے اچھی طرح آزمالے بیشک خدا سنتا جانتا ہے (۱۴)

(سورۃ الانفال۔ آیت :۲۵۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود جیسا کمزور انسان ابو جہل کے سینہ پر سوار ہو گیا اور اپنی ہلکی سی تلوار سے اس کا سر کاٹ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے غبار اڑانے والے گھوڑوں پر سوار ملائکہ سے مسلمانوں کو ثابت قدمی بخشی، حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خشک ٹہنی عطا فرمائی جو عکاشہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تلوار بن گئی، غزوہ بدر اور دیگر غزوات میں وہ اسی تلوار سے جنگ کرتے رہے۔

۲۶۔ شہداء کو بغیر غسل اور نماز جنازہ کے ان کی شہادت گاہ میں دفن کرنے کی مشروعیت، ان کی لاشوں کو میدانِ جنگ سے قبرستانوں میں منتقل نہ کیا جائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن شہداء کی لاشوں کو مدینہ طیبہ لے جانے والوں کو انہیں واپس لانے کا حکم دیا تھا تاکہ انہیں میدانِ جنگ میں دفن کیا جائے۔ شہداء کے لئے یہ بارگاہِ رب العزت سے اعزاز و اکرام ہے، ان کے گناہوں سے پاک صاف ہونے اور رضوانِ الٰہی سے فیض یاب ہونے کی دلیل ہے، وہ راہِ خدا میں جہاد کے دوران جام شہادت نوش کرنے کی وجہ سے غسل اور نماز جنازہ کے محتاج نہیں رہے۔ اللہ تعالیٰ قرض کے علاوہ شہید کے ہر گناہ کی مغفرت فرمادیتا ہے۔ (حدیث

شریف میں ہے قرض معاف نہیں ہوتا) شہید اپنے رب کے حضور زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ آیات قرآنیہ اور احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

۲۷۔ کفار کی لاشوں کو ایک گڑھے یا کنوئیں میں ڈالنے کی مشروعیت، اس میں ان کی مزید ذلت واہانت ہے کیونکہ ان کا کفر اور ظلم عظیم پر خاتمہ ہوا ہے انہوں نے اپنے خالق کا انکار کیا اس کی نعمتوں کا کفران کیا اس کے رسُولوں کی تکذیب کی، اللہ کے دوستوں سے جنگ کی، باطل کی تائید میں ان کا خون بہایا حالانکہ حق ان کے سامنے پوری وضاحت سے آچکا تھا۔

۲۸۔ عذاب قبر حق ہے، کفار دنیا سے نکلتے ہی اس کے حقدار ہو جاتے ہیں، ان سے قبر میں باز پرس ہوتی ہے انہیں آخرت میں ملنے والا عذاب دکھایا جاتا ہے، دفن کے وقت ان سے جو کہا جائے اسے سنتے ہیں لیکن جواب نہیں دے سکتے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے کنوئیں میں پھینکے گئے کافروں کے نام لے کر ان سے سوال کیا تھا "تمہارے رب نے تم سے جو وعدہ فرمایا تھا کیا تم نے اسے سچ پایا میں نے تو اپنے رب کے وعدے کو جو اس نے مجھ سے فرمایا تھا سچ پایا ہے"۔

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسُول اللہ! آپ مُردوں سے مخاطب ہیں؟ فرمایا "میں ان سے جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اسے ان سے زیادہ نہیں سن رہے لیکن انہیں جواب دینے کی طاقت نہیں" رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرمایا "تم اپنے نبی کے برے رشتہ دار تھے تم نے مجھے جھٹلایا لوگوں نے میری تصدیق کی، تم نے مجھے نکالا لوگوں نے مجھے پناہ دی، تم نے مجھ سے جنگ کی لوگوں نے میری نصرت کی"۔

۲۹۔ قیدیوں سے حسن سلوک، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو قیدیوں سے حسن سلوک کا حکم دیا ارشاد فرمایا "قیدیوں کے ساتھ نیک سلوک کرو" آپ نے قیدیوں کو اپنے صحابہ میں تقسیم کر دیا، مسلمانوں نے قیدیوں کے مفادات کا خاص خیال رکھا، جو قیدی فدیہ ادا کرنے کے قابل نہ تھا، دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھانا اس کا فدیہ قرار دیا گیا، اس سے تعلیم کی اہمیت عیاں ہوتی ہے، امت مسلمہ سے اُمیّت (ناخواندگی) کے خاتمہ کی کوششوں کا پتہ چلتا ہے، معاشرے کی ترقی اور استحکام کے لئے طاقت بشری کے مطابق کاوشیں جاری رکھنے کا ثبوت ملتا ہے، آپ نے قیدیوں کا مادی اور معنوی مرتبہ بلند فرما دیا، انہیں نہ صرف عمدہ سلوک کا مستحق گردانا بلکہ انہیں استاد کے معزز و مکرم رتبے سے نوازا، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے بھائی ابو عزیز قیدیوں میں شامل تھے وہ بیان کرتے ہیں جب کھانے کا وقت آتا وہ لوگ مجھے روٹی دیتے اور خود کھجوروں پر گذارا کرتے تھے، کیونکہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قیدیوں سے حسن سلوک کرنے کی نصیحت فرمائی تھی مجھے شرم آتی تھی۔

اس حسن سلوک کی ایک حکمت یہ بھی تھی کہ قیدیوں کو حکمت اور بہترین نصیحت سے اللہ کے دین کی جانب راغب کیا جا رہا تھا تاکہ وہ مسلمانوں کے اخلاق عالیہ دیکھیں، اسلام کے اصول اور قرآنی آیات سنیں اور ان کے قلوب و اذہان اسلام کی طرف مائل ہوں اور وہ صدق دل سے اسلام قبول کرلیں، تاریخ عالم میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی۔ قرآن مجید میں اس امت کے صالحین کی توصیف میں ارشاد ہے :

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا	اور باوجودیکہ اُن کو خود طعام کی خواہش (اور حاجت) ہے
وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ⑧	فقیروں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں ⑧
إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ	(اور کہتے ہیں کہ) ہم تم کو خالص خدا کے لئے کھلاتے ہیں، نہ تم
جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ⑨	سے عوض کے خواستگار ہیں نہ شکرگزاری کے (طلب گار) ⑨

(سورۃ الدھر۔ آیت : ۸۔۹)

کہاں قیدیوں سے یہ حسن سلوک اور کہاں اقوام متحدہ اور حقوق انسانی کی عالمی تنظیموں کے قیدیوں کے حقوق کے متعلق نمائشی چارٹر اور نعرے (؎ چہ نسبت خاک را باعالم پاک) گذشتہ پچاس برس سے یہ حقوق صرف خوبصورت الفاظ کی شکل میں موجود ہیں عملی دنیا میں کہیں نظر نہیں آتے۔

۳۰۔ ان قیدیوں کو قتل کردینا مناسب تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قیدیوں کے بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے رائے طلب کی اللہ نے ان کے دل میں نرمی پیدا کردی اور انہوں نے قیدیوں کو قتل نہ کرنے کا مشورہ دیا اور کہا یہ آپ کے عزیز و اقارب ہیں شاید کہ اللہ انہیں اسلام کی سعادت عطا فرمادے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کا مشورہ دیا کیونکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی اور آپ کو مکہ مکرمہ چھوڑنے پر مجبور کردیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے قیدیوں کو جلادینے کا مشورہ دیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ! بخدا یہ اہل شرک سے آپ کا اولین معرکہ ہے میرے خیال میں ان لوگوں کو قیدی بنانے سے ان کا قتل کردینا زیادہ اچھا ہے۔ رؤف و رحیم نبی نے انہیں قتل نہ کرنا اور ان سے فدیہ لینا مناسب سمجھا، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں :

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ	پیغمبر کو شایاں نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں جب تک
حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ	(کافروں کو قتل کرکے) زمین میں کثرت سے خون (نہ) بہادے
الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ	تم لوگ دنیا کے مال کے طالب ہو اور خدا آخرت (کی بھلائی)
عَزِيزٌ حَكِيمٌ ⑥٧	چاہتا ہے اور خدا غالب حکمت والا ہے ⑥٧

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ — اگر خدا کا حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو جو (فدیہ) تم نے لیا ہے اس کے بدلے تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا ۝

(سورۃ الانفال۔ آیت : ۶۷-۶۸)

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر سخت عتاب فرمایا، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر خشیت الٰہی سے خوب روئے، حضرت عمر نے آپ کو روتے دیکھ کر دریافت کیا "یارسُول اللہ آپ اور آپ کے ساتھی کیوں رو رہے ہیں۔ مجھے بتایئے تاکہ میں بھی روؤں اور اگر رونا نہ آئے تو آپ کے رونے سے رونے جیسی شکل بنالوں" رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے ساتھیوں کے قیدیوں سے فدیہ لینے پر میں رو رہا ہوں، ان پر آنے والا عذاب مجھے اس درخت سے بھی قریب نظر آیا۔

میرے خیال میں قتل کو اس لئے ترجیح دی گئی (واللہ اعلم بالصواب) کہ معرکہ بدر شرک و ایمان کے درمیان پہلا فیصلہ کن معرکہ تھا، مشرک کثیر التعداد تھے ان کو قتل کرنا ان کی شان و شوکت کا مٹانا اور انہیں ذلیل و رسوا کرنا تھا، اور یہ اس لئے بھی مناسب تھا تاکہ انہیں معلوم ہو جائے مسلمانوں کی نظر میں دنیا حقیر ہے، ان کے دلوں میں کافروں کے لئے کسی قسم کی محبت اور شفقت نہیں خواہ وہ ان کے قریبی عزیز ہوں، اس سے دشمنوں کے دل مرعوب ہوتے اور وہ دوبارہ ایسی حرکت سے باز رہتے، اگر مسلمان ان لوگوں کو قتل کر دیتے تو پھر انہیں احد میں لاؤ لشکر لے کر آنے کی جراءت نہ ہوتی، اور وہ انتقام لینے کے لئے مدینہ طیبہ پر حملہ آور نہ ہوتے اور وہ مسلمانوں کا ان کے وطن میں استیصال کرنے کا خواب نہ دیکھتے۔ لیکن حکمتِ الٰہی کے اپنے تقاضے تھے وہی ہوا جو ہونا تھا اس سے عبرتیں اور نصیحتیں حاصل ہوئیں، معرکہ احد بھی برپا ہونا تھا اور اس کا وہی فیصلہ مقدر تھا جو منصۂ شہود پر آیا، مسلمانوں کو غور و فکر کا موقع ملا اور انہوں نے اپنی کوتاہیوں کا جائزہ لیا۔ بدر اور احد میں مسلمانوں کو خوشی اور دکھ سے آزمایا گیا انہیں فتح و نصرت اور آزمائش سے دوچار کیا گیا تاکہ اللہ اس کام کو پورا کر دے جو اس کے نزدیک کیا ہوا ہے۔ تاکہ جو ہلاک ہو وہ دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل سے زندہ رہے، تاکہ بدر میں سورۃ الانفال کی پچھتر (۷۵) آیات نازل ہوں اور احد میں سورہ آل عمران کی باسٹھ (۶۲) آیات کا نزول ہو، سورۃ الانفال اور سورۂ آلِ عمران کی ہر آیت میں قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لئے سبق اور عبرت کا سامان ہے۔

۳۱۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ایسے قیدیوں کو جن کا شمار جنگی مجرموں میں ہوتا تھا قتل کر دیا، یہ کفر و عناد، سرکشی اور فساد میں مشرکوں کے سرغنے تھے، غزوہ بدر سے واپسی پر نضر بن الحارث کی صفراء میں اور عقبہ بن ابی معیط کی عرق الظبیہ میں گردن اڑا دی گئی، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض قیدیوں سے فدیہ لے

کررافت ورحمت اوران دوقیدیوں کو قتل کرواکر شدت وسختی کا مظاہرہ فرمایا۔

۳۲۔ خوشی ومسرت کے اظہار کے لئے جنگ سے کامیاب وکامران واپس لوٹنے والوں کے استقبال اور مبارک باد دینے کی مشروعیت، تاکہ مجاہدین کی قدر شناسی اور حوصلہ افزائی ہو اور ان کی خدمات کا اعتراف کیا جائے، اللہ تعالیٰ نے صبر، ثابت قدمی اور جراءت وبہادری کے جس جذبے سے نوازا ہے اس پر انہیں شاباش دی جائے۔ اس طرح اللہ کے نام کی سربلندی کے لئے میدان جہاد میں ایک دوسرے سے بڑھ کر کارنامے سرانجام دینے والے مجاہدین کی بہادری اور جراءت کو مہمیز ملتی ہے۔

۳۳۔ اہم امور میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد فرمایا کرتے جس کی تصویب بذریعہ وحی کی جاتی، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے مسئلہ میں اجتہاد سے کام لیا انہیں قتل نہیں کیا ان پر فدیہ ڈال دیا، وحی الٰہی نے ان کے قتل کو احسن واولیٰ قرار دیا، بدر میں حضرت حباب بن المنذر رضی اللہ عنہ کے مشورے پر آپ نے لشکر کی جگہ بدل دی، وحی الٰہی نے بھی حباب کی رائے کی تائید کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مجھے مشورہ قبول کرنے کا اشارہ ملا ہے"۔

☆ قیدیوں کے قتل کا جواز معلوم ہوا خصوصاً جب قیدی جنگی مجرم، فسادی اور دھوکہ باز فریبی ہو، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے بعد عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن الحارث جیسے فسادیوں کو اور غزوہ احد کے بعد ابوعزہ الجمحی شاعر جیسے فریب کار کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

☆ مال غنیمت۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے مال غنیمت کو حلال کر دیا اور اسے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا، پھر خمس کی آیت نازل ہوئی، مال غنیمت میں سے خمس آیت میں مذکور حقداروں کے لئے نکال کر باقی مجاہدین میں برابر تقسیم کیا گیا۔ البتہ گھڑ سواروں کو دو حصے ملے، دوسرا حصہ گھوڑے کا تھا، امیر کے حکم اور جماعت کے مفاد اور مصلحت کی خاطر جو مجاہد معرکہ میں شریک نہ ہوا اسے بھی حصہ ملا۔

☆ جس مجاہد نے کسی کافر کو قتل کیا اس کا اسلحہ اور سواری وغیرہ اسے ملی، قیدی، قیدی بنانے والے کو ملا۔

☆ اہل بدر کے لئے آخرت میں مغفرت کی بشارت ہے لیکن دنیا میں ان پر حدود کا اجراء ہوگا۔ انہیں آخرت میں عذاب نہیں ہوگا۔ حدیث شریف "تجھے کیا معلوم اللہ تعالیٰ اہل بدر پر جلوہ فگن ہوا......" اسی کی مؤید ہے۔

☆ شہداء کو میدان جنگ میں دفن کیا جائے۔

☆ اونٹوں کی گردنوں میں گھنٹیاں ڈالنا جائز نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا کی روایت کے مطابق رسُول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر میں اونٹوں کی گردنوں سے گھنٹیاں کاٹ ڈالنے کا حکم دیا۔

☆ مشرکوں کی لاشیں، پرانے کنوئیں میں ڈال دی گئیں اس میں یہ دلیل ہے کہ دشمن کو دفن کرنا واجب نہیں۔

☆ جس معاملے میں وحی نازل نہ ہوئی ہو اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اجتہاد کرنا جائز ہے۔ آپ نے خباب رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں فرمایا "بلکہ یہ میری رائے ہے"

☆ نیکی اور احسان کرنے والوں کی رعایت کرنا جائز ہے، مطعم بن عدی کی حدیث اس کی واضح دلیل ہے۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کے یہ کہنے پر کہ "میں مسلمان ہوں" ارشاد فرمایا اللہ بہتر جانتا ہے کہ تم صحیح کہہ رہے ہو...... ہم تو لوگوں کے ظاہری حال کے مطابق معاملہ کرتے ہیں اور لوگوں کے باطن کو اللہ کے محاسبے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔

☆ قیدیوں سے فدیہ لینے کے فیصلہ پر عتاب غزوۂ بدر کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔ ورنہ قبل ازیں آپ نے عثمان بن مغیرہ اور حکم بن کیسان سے فدیہ لیا اور اللہ تعالیٰ نے عتاب نہیں فرمایا۔

قیامت تک ہر مسلمان کے لئے غزوہ بدر در حقیقت عظیم درس ہے یہ غزوہ قیامت تک اجالوں کا نقیب جگمگاتا چراغ ہے۔

غزوہ بدر اور شعراء

شعر اور اس کے اثرات :

اہلِ عرب دور جاہلیت میں بڑے فصیح وبلیغ تھے، ان کی زندگی میں شعر وشاعری کا گہرا اثر تھا یہی ان کا ادب، تاریخ، فخر ومباہات کا خزینہ، زندگی کے تلخ وشیریں ایام کی داستان، ان کی کامیابیوں کا نوشتہ، ان کے جی داروں، بہادروں کی رزمیہ کہانی، دشمنوں سے ان کی پنجہ آزمائی کی دستاویز، دکھ سکھ، حرب وضرب میں ان کی شجاعت وبسالت اور صبر وثبات کا دفتر تھا۔

اہل عرب شعر وشاعری کے فریفتہ تھے، اشعار ان کے احساس ووجدان کو مہمیز کرتے، انہیں مسرت وشادمانی سے شاد کام کرتے اور انہیں مثالی کارنامے انجام دینے پر برانگیختہ کرتے تھے۔ کتنے شاعر ہیں جن کی شاعری نے ان کے قبیلہ کے افراد کو دیوانہ وار جنگ میں کودنے پر آمادہ کر دیا اور انہوں نے بڑی مردانگی سے دشمنوں کو ناکوں چنے چبوادیئے۔ دور جاہلیت کی شاعری اہل عرب کی عادات واطوار، جراءت وبہادری کی حقیقی ترجمان ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے "اہل عرب شعر وشاعری نہیں چھوڑ سکتے یہاں تک کہ اونٹنی اپنے (زندہ یا مردہ) بچے کے لئے بلبلانا اور رونا چھوڑ دے" یہی وجہ ہے کہ اہل عرب ایسے عمدہ اشعار کے دیوانے ہیں جن میں حکیمانہ باتیں، سچے تجربات اور ایسے نفیس مفاہیم مذکور ہوتے ہیں جو احساس اور شعور وادراک کو تحریک دیتے ہیں، مسرت وشادمانی کے نقیب ہوتے ہیں، نغمگی اور موزونیت سے متصف ہوتے ہیں شعور و تجربے کی گہرائی اور گیرائی کے امین ہوتے ہیں، ان کے احساسات کے ترجمان ہوتے ہیں۔

قدیم عربی شاعری میں، حسن اسلوب اور گہری تاثیر کا سبب یہ ہے کہ شاعر فوائد کے حصول یا دفع شر کے لئے شاعری نہیں کرتا بلکہ اس کی شاعری اس کے قبائلی اور قومی جذبات واحساسات کی ترجمانی کرتی ہے، آج کے دور کے اکثر شاعروں کی طرح وہ شاعری برائے شاعری نہیں کرتا بلکہ وہ تجربات کی کٹھالی سے حاصل کردہ احساسات کا اظہار کرتا ہے، یہ اس کے دل کی آواز ہوتی ہے وہ مصلحت وقت کا اسیر نہیں اس لئے اس کی شاعری میں پتھروں سے پھوٹنے والے چشموں کی سی روانی اور دامن کوہ اور وادیوں میں رواں دواں پانی جیسی نغمگی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت نے قریش کے معتقدات کی عمارت میں زلزلہ برپا کردیا آپ کے حسنِ بیان نے ان کے فصحاء وبلغاء کو عاجز ووامانده کردیا، صفات محمودہ میں بے نظیر ولاثانی قرآن مجید کی سماعت نے ان کی زبانیں گنگ اور حواس شل کردیئے، یہ حقیقت ان کے شعور وادراک پر روزروشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ قرآن شعر وشاعری نہیں، اس کا مقابلہ کرنا ان کے بس کی بات نہیں، وہ بغلیں جھانکنے لگے اور آخر کو قرآن کے مکذب بن گئے اور کہنے لگے :

فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ﴿۲۴﴾ — پھر کہنے لگا کہ یہ تو جادو ہے جو اگلوں سے منتقل ہوتا آیا ہے ﴿۲۴﴾

اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾ — (پھر بولا) یہ (خدا کا کلام نہیں بلکہ) بشر کا کلام ہے ﴿۲۵﴾

(سورۃ المدثر۔ آیت : ۲۴۔۲۵)

انہیں احساس ہوگیا قرآن مجید ان کے وجود کے لئے سنگین خطرہ ہے۔یہی احساس بڑی شدت سے ان کے قبائلی روساء، سرداروں اور قائدین میں بھی رونما ہوا، نتیجتاً شاعر اور سردار حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیغام سے کھلی دشمنی پر اتر آئے۔

قریش پورے طمطراق، کروفر اور شان وشوکت سے اپنے بہادروں اور سرداروں کے ساتھ بدر کی طرف روانہ ہوئے، شعراء اور خطیبوں کی بڑی تعداد ان کے ہمراہ تھی حارث بن ہشام، ضرار بن الخطاب، عبداللہ بن الزبعریٰ اور معاویہ بن زہیر وغیرہ ان کے ہم سفر تھے۔بدر کی شکست نے ان کے کس بل نکال دیئے یہ مہلک ضرب تھی، آناً فاناً سب کیا کرایا خاک میں مل گیا، اللہ کی تلواروں نے قریش اور ان کے سرداروں کو خاک چاٹنے پر مجبور کردیا، اور وہ ذلت آمیز ہزیمت سے دوچار ہوکر میدان سے فرار ہونے پر مجبور ہوگئے۔

شکست کا داغ برداشت کرنے کے بعد ان کے شعراء نے آنسو بہانا شروع کیے۔بدر کے اندھے کنوئیں میں ڈالے گئے اپنے سرداروں اور احباب کے مرثیے لکھنے لگے۔خود بھی روتے دوسروں کو بھی رلاتے، انہیں انتقام لینے پر اکساتے، شکست نے اہل مکہ کی نیندیں حرام کردیں، بدر میں شریک اور پیچھے رہنے والے تمام شعراء نے مقتولین بدر کے بکثرت مرثیے لکھے، پھر قریش نے گریہ وزاری، نوحہ وماتم کی مجالس یکسر ختم کرنے کا اعلان کردیا تاکہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے صحابہ کو ان کی بے بسی اور آہ وفغاں کی خبروں سے خوش ہونے کا موقع نہ ملے، اور یہ کہ قیدیوں کو چھڑانے میں جلدی نہ کی جائے تاکہ مسلمان ان کی مجبوری سے فائدہ اٹھاکر فدیہ کی رقم میں اضافہ نہ کردیں اور انہیں مزید مشکلات وآلام میں نہ مبتلا کردیں......

غزوہ بدر میں شریک مجاہدین اسلام میں بھی کئی شعراء شامل تھے مثلاً حضرت عبیدہ بن الحارث بن المطلب، حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم،

حضرت حسان بن ثابت اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہما جیسے عظیم مسلمان شاعر غزوہ بدر میں شریک نہ تھے، تاہم مجاہدین اسلام سے انہوں نے بدر کے تمام واقعات سنے، مسلمانوں کی نصرت کے لئے ملائکہ کا نزول اور دیگر ایمان پرور خبریں ان کے علم میں آئیں، ان معلومات کی روشنی میں انہوں نے بدر کے متعلق نفیس ترین اشعار کہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا دفاع کیا، شعراء قریش کے مزعومات اور شاعری کا دندان شکن جواب دیا، جب قریش کے حزن والم کے مارے ہوئے شعراء اپنی شاعری میں مسلمانوں کے خلاف دل کے پھپھولے پھوڑتے یا مجاہدین انہیں اللہ کے فضل وکرم اور فتح ونصرت کی داستانیں سناتے یا قرآن مجید کی بدر کے متعلق آیات کی تلاوت کرتے یا معرکہ کارزار میں مسلمانوں کی جراءت وبہادری کی ایمان افروز مناظر سے آگاہ ہوتے اور اللہ اور اس کے رسول کے حضور مسلمانوں کی آزمائش میں کامیابی کا تذکرہ سنتے تو ان کے احساسات اور جذبات اشعار کا روپ دھارنے لگتے۔

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ	جب تمہارا پروردگار فرشتوں کو ارشاد فرماتا تھا کہ میں تمہارے
فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ	ساتھ ہوں تم مومنوں کو تسلی دو کہ ثابت قدم رہیں میں ابھی
الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ	ابھی کافروں کے دلوں میں رعب وہیبت ڈالے دیتا ہوں تو
الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿١٢﴾	ان کے سر مار (کر) اڑا دو۔ اور ان کا پور پور مار (کر) توڑ دو ﴿١٢﴾

(سورۃ الانفال۔ آیت : ۱۲)

۔ اس طرح بدر کے متعلق شاعری کا ذخیرہ بڑھتا رہا، قریش کے شعراء اپنے مقتولوں کا عبرتناک انجام یاد کرتے، اپنی ذلت آمیز شکست کو یاد کرکے آہیں بھرتے اور اس تلخ حقیقت کی یاد میں شاعری کرتے، مدینہ منورہ میں مسلمان یوم الفرقان...... دو لشکروں کے باہم ٹکرانے کے دن...... اور نصرت الٰہی کے عظیم دن کو یاد کرتے تو الفاظ اشعار کا جامہ پہننے لگتے۔

محترم قارئین کی خدمت میں جانبین کے شعراء کے بعض اہم قصائد پیش کر رہا ہوں، اس سے بدر کے فیصلہ کن معرکہ پر مزید روشنی پڑے گی اور واضح ہوگا کہ مسلمانوں اور مشرکوں پر اس کے کیا اثرات ظاہر ہوئے؟

مسلمان شعراء کے قصائد اسلامی تعلیمات، ایمان باللہ، یوم آخرت اور اعلیٰ انسانی اقدار کے ترجمان ہیں، ان کے مطالعہ سے انسان کے قلب ونظر کو جلا ملتی ہے، دوسری طرف قریش اور ان کے حلیف شعراء کے کلام میں قبائلی عصبیت، جاہلانہ عقائد واطوار اور دقیانوسی قسم کے فاسد خیالات کی بھرمار نظر آتی ہے۔

میں نے طوالت سے بچتے ہوئے صرف ان قصائد کے اندراج کو ترجیح دی ہے جن کی غزوہ بدر کے حوالے سے خاص اہمیت ہے۔

غزوہ بدر سے متعلق اشعار :

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ معرکہ بدر کے بہادروں کے سر خیل ہیں عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ کی مبارزت کے جواب میں لشکر اسلام سے نکلنے والے تین بہادروں میں تیسرے آپ تھے، آپ نے اپنے مقابل ولید بن عتبہ کو آناً فاناً موت کے گھاٹ اتار دیا، میدانِ کارزار میں آپ نے مشرکوں پر قیامت ڈھادی، ابن ھشام کے مطابق دس سے زیادہ مشرکوں کو تنہا آپ نے جہنم رسید کیا، آپ اللہ تعالیٰ کی نصرت پر بے انتہا خوش تھے، درج ذیل اشعار میں آپ نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کے لئے نصرت الٰہی، قریش کی ہزیمت، ان کا قتل اور گرفتاری اور اسلام کی ہدایت ونور کا تذکرہ کیا ہے۔

۱۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسُول کی آزمائش کی ہے
ایسی آزمائش جو عزت، اقتدار اور صاحب فضل لوگوں کا حصّہ ہوتی ہے۔

۲۔ ایسی آزمائش جس کے سبب کافروں کی ذلت کے گھر میں میزبانی کی گئی
اور انہوں نے قتل اور اسیری کی اہانت سے ملاقات کی۔

۳۔ رسُول اللہ کے مددگاروں کو عزت نصیب ہوئی اور
رسُول اللہ ﷺ تو عدل و انصاف کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے۔

۴۔ آپ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ حق و باطل میں امتیاز کرنے والی
چیز لائے ہیں جس کی آیات عقل والوں کے لئے واضح ہیں۔

۵۔ تو کچھ لوگوں نے اسے مان لیا اور یقین کرلیا پھر وہ
بحمد اللہ منتشر قوتوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے والے ہوگئے۔

۶۔ اور بعض لوگوں نے انکار کردیا تو ان کے دلوں میں کجی آگئی
اور مالک عرش نے ان کے فساد کو اور زیادہ کردیا۔

۷۔ اللہ نے بدر کے روز اپنے رسُول کو ان پر حاوی کردیا
اور ایسی قوم کو جن کا کام بہترین تھا اور وہ (مشرکوں پر) غضبناک تھے۔

۸۔ ان کے ہاتھوں میں سفید، سبک تلواریں تھیں جن سے انہوں نے وار کئے
انہوں نے ان تلواروں کو جلا دینے اور صیقل کرنے میں وقت صرف کیا تھا۔

۹۔ سو انہوں نے ان میں سے کتنے با حمیت جوانوں اور با رعب ادھیڑ عمروں کو پچھاڑ دیا۔

۱۰۔ ان پر رونے والیوں کی آنکھیں رم جھم اور موسلا دھار بارش سے رات بھر سخاوت کرتی رہتی ہیں (روتی ہیں)۔

۱۱۔ ان (مشرکوں) میں سے بہتوں کو گمراہی نے دعوت دی اور انہوں نے قبول کرلی گمراہی کے بہت سے اسباب ہیں اگرچہ ان میں باہمی کشش کمزور ہے۔

۱۲۔ آخر وہ بھڑکتے ہوئے گھر کے پاس ظلم و زیادتی اور چیخ و پکار سے الگ تھلک زیادہ مصروف رکھنے والے شغل میں دن چڑھے پہنچ گئے۔

حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ اس فیصلہ کن معرکہ کی منظر کشی کرتے ہیں، قریش کے لشکر جرار کا ذکر کرتے ہیں، اس عظیم معرکے کے شکار اندھے کنوئیں کے مقتولوں کا تذکرہ کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مہاجرین وانصار مسلمان مجاہدین کی فدا کاری، جاں نثاری، جوانمردی، بہادری، اور راہِ خدا میں ان کے شوقِ شہادت کو اشعار کا حسین پیراہن عطا کرتے ہیں...... اور یہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنوئیں کے کنارے پر کھڑے مقتولوں کے نام لے کر ان سے خطاب فرمارہے تھے حالانکہ وہ ذلت وادبار کی گہرائیوں میں پہنچ چکے تھے، صحابہ کرام تعجب کا اظہار کرتے ہیں تو آپ ارشاد فرماتے ہیں "جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں، تم اسے ان سے زیادہ نہیں سن رہے"۔

۱۔ ان جھوٹے قصوں کو چھوڑ کر سچی بات سنا جس کے سنانے میں کوئی حرج نہیں۔

۲۔ سنا کہ بدر کے دن خدائے مقتدر نے ہمیں مشرکوں پر کامیابی نصیب فرمائی۔

۳۔ وہ دن جب ان کا گروہ کوہِ حرا کی طرح معلوم ہوتا تھا، جس کی بنیادیں زوال آفتاب کے وقت جھک گئیں۔

۴۔ ہم نے ایک ایسی جماعت سے ان کا مقابلہ کیا جن کے بوڑھے اور جوان سب جنگل کے شیر تھے۔

۵۔ بنو اوس کے سردار جنہیں دین میں مضبوط اور قوت والے بنو نجار نے مدد فراہم کی تھی۔

۶۔ ان کے ہاتھوں میں تیز تلواریں تھیں اور موٹی موٹی گرہوں والے نیزے۔

۷۔ ان لوگوں نے جنگ کے شعلوں میں محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت کی۔

۸۔ پھر ہم نے ابو جہل کو پچھڑا ہوا اور عتبہ کو سخت زمین پر پڑا ہوا چھوڑا۔

۹۔ اور شیبہ کو ایسے لوگوں میں چھوڑا جن کے نسب اگر بتائے جائیں تو بڑے نسب والے نکلیں۔

۱۰۔ جب ہم نے ان کے جتھے کے جتھے گڑھے میں ڈالے تو رسول اللہ ﷺ انہیں پکار کر فرماتے تھے۔

۱۱۔ کیا تم نے نہیں جان لیا کہ میری بات سچی تھی اور اللہ کا حکم دلوں کو پکڑ لیتا ہے۔
۱۲۔ انہوں نے کوئی بات نہ کی اگر وہ بات کرتے تو کہتے کہ آپ نے سچ کہا تھا اور صحیح رائے آپ کی ہی تھی۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بدر کے دن کی تقدیر الٰہی پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کمزور اور کم تعداد گروہ کو قریش کے عظیم لشکر پر فتح و نصرت سے نوازا حالانکہ ان کے پاس ہتھیاروں اور سامان کی کمی نہ تھی۔ یہ فتح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صابر و شاکر اہل ایمان کے صدق کی عظیم نشانی ہے۔

۱۔ یوم بدر نے فیصلہ دیا کہ ہم باغیوں کے لشکر سے ٹکرائیں
حالانکہ لوگوں پر زیادتی ظلم ہے (اور قریش یہی کرتے تھے)
۲۔ وہ سب جمع ہوئے اپنے حلیفوں کو ساتھ لیا اور بڑا لشکر بنا ڈالا۔
۳۔ وہ ہمیں کچلنے کے ارادے سے چلے، بنو کعب، اور بنو عامر بھی ان کے ساتھ تھے۔
۴۔ ہمارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور
اوس آپ کے اردگرد مضبوط اور منصور جائے پناہ کی طرح تھے۔
۵۔ اور بنو نجار کی جماعت آپ کے جھنڈے تلے ہتھیار سجائے غبار اڑاتی جا رہی تھی۔
۶۔ جب ہم ان سے ملے ہر مجاہد اپنے ساتھیوں کے لئے جان قربان کرنے والا صابر تھا۔
۷۔ ہم نے گواہی دی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

۱۔ سفید چمکدار تیز تلواریں میانوں سے نکلیں
جن کی چمک آگ کے شعلوں کی طرح بلند ہوتی نظر آ رہی تھی۔
۲۔ انہی تلواروں سے ہم نے لشکر سے معاملہ کیا تو وہ بکھر گئے
اور ہر فاجر نے ہلاکت کا منہ دیکھا۔
۳۔ وہ اپنے ٹھکانوں میں آگ کا ایندھن بن گئے
اور ہر کافر جہنم کی طرف لوٹنے والا ہے۔
۴۔ ان پر جہنم کی آگ بھڑکی جس کی شدت کو لوہے کے ہتھوڑوں
اور بطور ایندھن جلنے والے پتھروں نے اور زیادہ کر دیا ہے۔

۵۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا،
انہوں نے پیٹھ پھیری اور کہا "تم جادوگر ہو"۔
۶۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی ہلاکت کا ارادہ فرمایا اور
اللہ کے مقدر فرمودہ کو کوئی روکنے والا نہیں۔

بدر کے دن کفار کے مقابلے کا چیلنج قبول کرنے والے تین مجاہدین میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا قصیدہ کی طرح حضرت حمزہ بھی اس غیر معمولی فتح ونصرت پر اظہار مسرت کرتے ہیں۔ قریش کی ذلت، ہزیمت اور رسوائی کا ذکر کرتے ہیں، مسلمانوں کی شجاعت، صبر، ثابت قدمی اور بے مثال بہادری اور فتح یا شہادت پر ان کے غیر متزلزل یقین کا حسین تذکرہ فرماتے ہیں، اس قصیدہ میں سورۃ الانفال میں مذکور شیطان کی روش کا حوالہ دیتے ہیں، شیطان نے قریش سے کہا میں تمہارے ساتھ ہوں، ان کی گمراہی اور عناد کو مزین کر کے پیش کیا لیکن جب ملائکہ کا نزول دیکھا تو انہیں چھوڑ بھاگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَ	اور جب شیطانوں نے انکے اعمال ان کو آراستہ کر دکھائے اور کہا کہ آج کے دن
قَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَ	لوگوں میں کوئی تم پر غالب نہ ہوگا۔ اور میں تمہارا رفیق ہوں لیکن جب
اِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ	دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل (صف آرا) ہوئیں تو پسپا ہو کر
نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ	چل دیا۔ اور کہنے لگا کہ مجھے تم سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں تو ایسی
مِّنْكُمْ اِنِّیْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْٓ اَخَافُ	چیزیں دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے، مجھے تو خدا سے ڈر لگتا ہے۔
اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۴۸	اور خدا سخت عذاب کرنے والا ہے ۝۴۸

(سورۃ الانفال۔ آیت: ۴۸)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

۱۔ کیا تو نے زمانے کے عجیب ترین واقعہ پر غور نہیں کیا حالانکہ موت کے بھی ظاہری اسباب ہوتے ہیں۔
۲۔ وہ واقعہ بجز اس کے کچھ نہ تھا کہ قوم کو نصیحت وخیر خواہی نے ہلاک کر دیا تو انہوں نے نافرمانی اور انکار سے عہد شکنی کی۔
۳۔ جس شام وہ اپنے لاؤ لشکر سمیت بدر کی طرف چلے ہیں تو وہ ہمیشہ کے لئے بدر کے کنوئیں میں رہ گئے۔
۴۔ ہم تو قافلے کی تلاش میں تھے ہمارا اس کے سوا کوئی مقصد نہ تھا
وہ ہماری طرف چلے اور ہم دونوں تقدیر کے مقررہ مقام پر آمنے سامنے آگئے۔

۵۔ پھر جب ہم ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو ہمارے لئے گندم گوں سیدھے نیزوں سے نیزہ زنی کے سوا واپسی کی کوئی صورت نہ تھی۔

٦۔ اور بجز چمکدار تلواروں کے جن کی دھاریں گردنوں کو الگ کردیتی ہیں، جن کے رنگ سفید اور جوہر نمایاں ہیں۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

۱۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی گمراہی میں مارے گئے اور
پرچم ایسی حالت میں چھوڑا کہ مرتے دم تک اس تک مدد نہ پہنچی۔

۲۔ گمراہی کا پرچم، جس کے حاملین کی قیادت ابلیس نے کی اور
ان سے بے وفائی کی وہ خبیث بے وفائی ہی کی طرف جاتا ہے۔

۳۔ جب اس نے اس معاملے (مسلمانوں کی نصرت) کو واضح دیکھا
تو ان سے کہا میں تم سے بری ہوں، آج مجھ میں صبر کا یارا نہیں۔

۴۔ کیونکہ میں ایسی چیزیں دیکھ رہا ہوں جنہیں تم نہیں دیکھ رہے اور
میں اللہ غالب و قاہر اور اس کی سزا سے ڈرتا ہوں۔

۵۔ وہ انہیں موت کے لئے بڑھا لایا یہاں تک کہ وہ بھنور میں پھنس گئے
اور اس نے انہیں جس بات کی خبر دی وہ اسے خوب جانتا تھا۔

٦۔ وہ بدر کے کنوئیں میں پہنچنے کی صبح تک ایک ہزار تھے اور
ہماری جماعت سفید نر اونٹوں کے مثل تین سو تھی۔

۷۔ ہم میں اللہ کا لشکر تھا جب وہ وہاں کسی مقام میں
ہماری مدد کرتا تھا تو لوگ سوال کرتے تھے وہ کون تھے؟

۸۔ ہمارے پرچم تلے جبریل نے ایک تنگ مقام میں ان پر سختی کی
اور ان لوگوں پر موتوں نے دھاوا بول دیا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کا مفہوم تین اشعار میں اس طرح بیان کیا ہے۔

۱۔ ہم بھی چلے اور وہ بھی بدر کی طرف اپنی ہلاکت کے لئے چلے
اگر انہیں موت کا یقینی علم ہوتا تو وہ نہ چلتے۔

۲۔ وہ فریب سے انہیں لے آیا پھر انہیں چھوڑ دیا
یہ خبیث جس سے یارانہ گانٹھتا ہے اسے دھوکہ دیتا ہے۔
۳۔ اور اس نے کہا میں تمہارا حمایتی ہوں اور انہیں
ایسے بدترین گھاٹ پر لایا جس میں ذلت ورسوائی تھی۔

مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب مکہ میں رہتی تھیں، قریش کی بدر کی طرف روانگی سے قبل عاتکہ ہی نے خواب دیکھا تھا جس نے قریش کو خوف وہراس میں مبتلا کر دیا تھا، عاتکہ نے مسلمانوں کے مقابلے میں قریش کی بزدلی اور کمزوری پر انہیں خوب ڈانٹا، وہ اپنے صادق وامین بھتیجے کی تکذیب پر قریش کا مذاق اڑاتی ہیں اور انہیں یہ کہہ کر ڈراتی ہیں کہ عنقریب قبائل عرب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لئے تیار ہوں گے۔

۱۔ تو تم نے بدر میں محمدؐ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے
صبر کیوں نہ کیا، جنگ جو کو تو صبر لازم ہے۔
۲۔ تم نے اہل ایمان کے ہاتھوں میں موجود تیز، پتلی،
آگ کے شعلے جیسی کاٹنے والی تلواروں کا سامنا نہیں کیا۔
۳۔ تم نے سفید تلواروں کے سامنے ثابت قدمی نہ دکھائی،
مومنوں کے مقابلہ میں تمہارے حواس جواب دے گئے۔
۴۔ اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگے، وہ بہادر نہیں جو
ہتھیار ٹکرانے کے وقت بھاگ نکلے۔
۵۔ وہ تو تمہارے پاس اپنے سے پہلے پیغمبران گرامی کا سا
پیغام لائے ہیں، میرا صادق وامین بھتیجا شاعر نہیں۔
۶۔ تم نے اپنے نبی کو ضائع کر دیا ہے عنقریب بنو عمرو اور
بنو عامر جیسے قبائل ان کی اعانت ونصرت میں سرگرم ہوں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شعراء نے بدر کے متعلق صرف ایک قصیدہ کہنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر شاعر نے اس موضوع پر متعدد قصیدے کہے، حضرت حسان بن ثابت اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہما اسلام کے دفاع میں ہمیشہ پیش پیش رہے، انہوں نے بدر کے متعلق کئی قصیدے لکھے، جس میں غزوات میں مسلمانوں کی فتح ونصرت کو نہایت حسین اور دل نشین الفاظ کا پیرایہ دیا ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے سنیے آپ ابلیس کی طرف سے قریش کی مدد کے وعدے کا ذکر کرتے ہیں، ابلیس بنو شجع کے شیخ کی شکل وصورت میں قریش کے پاس آتا ہے انہیں اپنی حمایت اور مدد کا یقین دلاتا ہے اور قریش اس کی اتباع میں سرگرم عمل ہوتے ہیں۔

۱۔ رب رحمٰن نے اس جماعت پر لعنت فرمائی، محمد ﷺ کے خلاف جنگ کے لئے
جس کی قیادت مشکوک نسب والا بنو شجع کا شخص (ابلیس) کر رہا تھا۔

۲۔ منحوس، ملعون، قدیمی غضب یافتہ جس کی قیادت کرے وہ لشکر بھی ملامت زدہ ہوتا ہے۔

۳۔ اس نے قریش کو گمراہی میں برباد کر دیا اس کا کام ہی گمراہ کن ہوتا ہے، ہدایت یافتہ نہیں ہوتا۔

۴۔ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لشکر نازل فرمائے اور آپ کی ہر میدان میں نصرت فرمائی۔

۵۔ یقیناً ہر مؤمن موحد کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ رہنے والی جنت فردوس کا اجر مقدر ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ قریش کے غرور و تکبر اور خود سری وخود بینی کا مذاق اڑاتے ہیں، وہ ان کی عبرت ناک شکست کا ذکر کرتے ہیں، قریش کے سردار ابو سفیان کو مسلمانوں کی مزید کامیابیوں اور کامرانیوں سے خبردار کرتے ہیں، نصرت وثبات قدمی کے لئے ملائکہ کے نزول کا تذکرہ کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ ملائکہ کی قیادت امین وحی جبریل اور بارش ورحمت کے امین میکائیل کرتے ہیں۔

۱۔ اے بنو لوئی کے دونو لڑکو! تمہارے باپ کی قسم باوجودیکہ تم میں گھمنڈ اور تکبر تھا۔

۲۔ بدر میں تمہارے سواروں نے تمہاری حفاظت نہ کی اور نہ ہی وہ مقابلے کے وقت وہاں جم سکے۔

۳۔ پس اے ابو سفیان! جلدی نہ کر اور مقام کداء سے بہترین گھوڑوں کے چڑھ آنے کا انتظار کر۔

۴۔ وہ سوار خدائی مدد ساتھ لئے ہوں گے۔ ان میں روح القدس اور میکائیل ہوں گے۔ سو یہ کیسی بہترین جماعت ہے۔

قریش نے احابیش سے مدد طلب کی، حضرت حسان رضی اللہ عنہ اس پر قریش کو ملامت کرتے ہیں اور ان کے سرداروں اور سرغنوں کا ذکر کرتے ہیں جن کے لاشے بدر کے کنوئیں میں پھینکے گئے اور وہ سیدھے جہنم رسید ہوئے لیکن قریش نے عبرت حاصل نہیں کی، پھر آپ قریش کے قیدیوں پر مسلمانوں کے احسانات کا تذکرہ فرماتے ہیں۔ اور کہتے ہیں شرم وحیاء کا تقاضا یہی ہے کہ اس رسوائی کے بعد مشرک کبھی بھی مسلمانوں کے مقابلے میں نہ نکلیں، سنیئے تو حسان کیا کہہ رہے ہیں :-

۱۔ بنو کنانہ بھی جہالت سے عداوت میں تمہارا ساتھ دینے کے لئے
رسُول اللہ کے خلاف آئے، اللہ کا لشکر انہیں رسوا کرنے والا ہے۔

۲۔ تم انہیں علانیہ موت کے گھاٹوں پر لے آئے جہاں آگ
ان کی جائے وعدہ اور موت ان سے ملاقات کرنے والی ہے۔

۳۔ اے احابیش! تم بغیر رشتہ داری اور نسب کے کفر کے سرغنوں کے
ساتھ جمع ہو گئے ان کے بدنہادوں نے تمہیں دھوکے میں ڈال دیا۔

۴۔ تم نے اللہ کے لشکر سے عبرت کیوں حاصل نہ کی جب تم نے
گڑھے میں پڑے ہوئے سرکشوں کے لاشے دیکھے۔

۵۔ ہم نے تمہارے کتنے قیدیوں کو بلا معاوضہ رہا کر دیا،
اور اپنی مملوکہ پیشانیوں کو آزادی دی۔

بدر میں ملائکہ کا نزول اور ان کا مسلمانوں کی مدد کرنا اور انہیں ثابت قدم رکھنا اللہ کی عظیم نشانی تھی ان اشعار میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت و رسالت اور خلق عظیم سے موصوف ہونے کی مدح کرتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آدم علیہ السلام کی تمام اولاد پر فضیلت کا ذکر کرتے ہیں۔ اور ملائکہ کی صورت میں آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کی تائید میں رطب اللسان ہیں:

۱۔ اے قابل بھروسہ، باعث تقویت و عزت، محفوظ پناہ،
فیضان کے طلبگار کا مرکز اور پناہ کے طلب گار کی جائے پناہ۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لئے آپ کا انتخاب فرمایا اور
آپ کو پاکیزہ اور عمدہ ترین اوصاف سے مزین فرمادیا۔

۳۔ آپ اللہ کے نبی اور بنو آدم کے بہترین فرد ہیں آپ کا جود و کرم
سمندر کی موجوں کی طرح کناروں سے نکل رہا ہے۔

۴۔ اللہ غالب اور قدرت والے کی طرف سے جبرائیل اور میکائیل
دونوں آپ کی مدد کے لئے ساتھ رہتے ہیں۔

غزوہ بدر میں مہاجرین اور انصار میں سے چودہ خوش نصیبوں نے جام شہادت نوش کیا، ان کے گھر خالی ہو گئے اور مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کی محافل ان سے محروم ہو گئیں، جن کے بہترین اعمال اور حسن خلق سے یہ محافل سجی رہتی تھیں، حضرت حسان بن ثابت ان شہداء کا ذکر کرتے ہیں ان کا دل غمگین اور آنکھیں نمناک ہیں...... وہ سچے باوفا لوگ تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا، راہِ خدا میں حسین قربانیوں کی تابندہ مثال چھوڑ کر جنت نعیم کو سدھارے، ان کی شہادت نے اہل ایمان کے لئے کامیابی اور فوز و فلاح کی راہیں روشن کر دیں اور بے نظیر راہِ عمل متعین کر دی۔ حضرت حسان مدحت سرا ہوتے ہیں:

۱۔ اے میری قوم کے لوگو ! کیا مقدر ٹلتا ہے؟
کیا زندگی کے گذرے ہوئے بہترین دن واپس آتے ہیں؟
۲۔ میں نے گذشتہ زمانے کو یاد کیا جسے گردش لیل و نہار نے
ختم کردیا اور آنکھوں سے آنسو کی جھڑی لگ گئی۔
۳۔ دکھ کی گھڑی نے مجھے احباب کی یاد دلائی
نفیع، رافع اور سعد جیسے بدر کے شہیدوں کی۔
۴۔ وہ جنت کے مکین ہوئے اور ان کے گھر اور
زمین ان سے خالی اور ویران ہوگئے۔
۵۔ انہوں نے بدر کے دن رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا کی
جبکہ ان کے سروں پر موتوں کے سائے اور چمکتی تلواریں تھیں۔
۶۔ رسُول اللہ ﷺ نے بلایا اور سب نے آپ کے ہر حکم کو
توجہ سے سنا اور اس کی اطاعت کا حق ادا کردیا۔
۷۔ ان کے قدم نہ ڈگمگائے یہاں تک کہ انہوں نے حق وفا ادا کردیا
مدت حیات کو تو صرف بچھڑنے کی جگہیں ہی منقطع کرتی ہیں۔
۸۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے امیدوار تھے
جس روز انبیاء کرام کے سوا کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

۱۔ اے اللہ کے بہترین بندے ! ہمارے یہ مصائب اور
موت کا سامنا اور موت کی بلند آوازیں۔
۲۔ ہمارا آپ کی طرف پہلا قدم ہے اور ہمارا دوسرا قدم
بھی اللہ کی اطاعت میں پہلے قدم کی طرح ہے۔
۳۔ ہم جانتے ہیں ملک و سلطنت اللہ واحد کی ہے
اور قضائے الٰہی یقیناً واقع ہوکر رہتی ہے۔

شعراء قریش اور غزوہ بدر :

"بدر" کے متعلق اسلامی شعراء کے بعض اشعار اور قصائد کے بعد ہم محترم قارئین کی خدمت میں

قریش کے شعراء کے کلام کے نمونے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ شعراء قریش کا انداز معذرت خواہانہ ہے، وہ بدر میں قیدی بننے والوں پر رنج والم کا اظہار کرتے ہیں، وہ اپنے قائدین اور مقتولوں کو یاد کر کے روتے ہیں، اہل مکہ کے دلوں میں امیدوں کے چراغ روشن کرتے ہیں انہیں اس دن کی آس دلاتے ہیں جب وہ مسلمانوں سے اپنے مقتولوں کا بھرپور انتقام لیں گے اور جزیرۃ العرب میں رہائش پذیر قبائل میں ان کی ہیبت، شوکت ودبدبہ پھر لوٹ آئے گا۔

قریش کے ہمراہ بدر میں شریک شعراء میں بنو مخزوم کا حلیف ابو اسامہ معاویہ بن زہیر بن قیس بن الحارث بھی تھا وہ بدر سے واپسی پر قریش کی مہلک شکست کی تصویر کشی کرتا ہے، کہ مسلمانوں نے کس طرح قریش کے خوف زدہ لشکر کو تتر بتر کر دیا تھا، ایسا محسوس ہو رہا تھا مسلمانوں کا لشکر سمندر کی موجوں کی طرح بلا روک ٹوک بڑھتا چلا آرہا ہے۔

۱۔ اور جب میں نے دیکھا لوگ ہلکے پڑ چکے ہیں
اور بھاگنے کے لئے ان کے تلوے اٹھ چکے ہیں۔

۲۔ اور قوم کے سردار پچھڑے ہوئے چھوڑ دیئے گئے ہیں گویا ان کے
بہترین افراد بتوں کے لئے ذبح کئے ہوئے جانوروں کی طرح پڑے ہیں۔

۳۔ اور قرابت داروں نے موت سے مواقفت کر لی
- اور موتیں بدر کے روز ہمارے سامنے آگئیں۔

۴۔ ہم راہ سے پلٹے جارہے تھے اور انہوں نے ہمیں پالیا تھا
ان لوگوں کی کثرت سمندر کے طوفان کی سی تھی۔

۵۔ میں اس ذات کی قسم کھاتا ہوں جو میرا پروردگار ہے
اور ان بتوں کی جو جمرات کے پاس (خون سے) سرخ ہیں۔

۶۔ عنقریب جب کھالیں (بہادری کے سبب) چیتوں کی کھالوں سے
بدل جائیں گی تو تم دیکھو گے میرا شریفانہ برتاؤ کیسا ہے۔

حارث بن ہشام اپنے بھائی ابو جہل کا مرثیہ کہتا ہے، اس کے اخلاق اور کثرت شراب نوشی کا تذکرہ کرتا ہے، قریش کی ہزیمت پر معذرت کرتا ہے، کنوئیں والوں کے انتقام پر ابھارتا ہے اور بتاتا ہے کہ کبھی کے دن بڑے کبھی کی راتیں، فتح وشکست ساتھ ساتھ چلتی ہیں، وہ اپنے اشعار میں کمزور مسلمانوں پر اپنے بھائی کی زیادتیوں کا معترف ہے اور اپنے خاندان والوں اور قریش کو اپنے بھائی کا انتقام لینے پر برانگیختہ کرتا ہے۔

۱۔ اے قوم! سن عشق و فراق، میرے غم اور سینے کی جلن کا حال سن۔
۲۔ میری آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگنے کا حال سن، جس کا ہر آنسو گویا دُرِ یتیم ہے جو پرونے والے کی لڑی سے تیزی سے نکل کر گرا جا رہا ہے۔
۳۔ (یہ آنسو) اس شیریں خصال بہادر پر جو بدر کے کنوئیں میں ہمیشہ کے لئے پیوند خاک ہو گیا۔
۴۔ اے عمرو (ابو جہل) تو بڑا وسیع اخلاق والا تھا تو قرابت داروں اور ہم مجلسوں سے دور نہ ہو۔
۵۔ اگر کسی قوم نے اتفاقاً تجھ پر غلبہ پا لیا ہے تو زمانے میں انقلابات کا ہونا تو ضروری ہے۔
۶۔ اگلے دور میں گردش زمانہ کی یہ حالت تھی کہ تو انہیں (مسلمانوں کو) ذلت کی سخت راہیں دکھاتا رہا ہے
۷۔ شاید کہ تم اپنے بھائی کا بدلہ لے سکو اگر تم نے بدلہ نہ لیا تو تمہارا عمرو سے کوئی تعلق نہیں۔

حارث بن ہشام بدر کے دن اپنے فرار پر معذرت کرتے ہوئے کہتا ہے وہ اس لئے بھاگا تھا کہ مسلمان اسے قتل کر کے خوش نہ ہوں اور وہ اپنی زندگی کو اس جنگ کے لئے بچا کر رکھے جس میں مسلمانوں کو شکست سے دوچار ہونا ہے۔ لیکن اس کی یہ غلط بہانہ سازی اور جھوٹا دعویٰ ہے، وہ مرعوب تھا بزدلی سے فرار ہوا تھا اس کی شاعری اسے جعلی جراءت اور بہادری پر اکسا رہی ہے، اور نا کردہ کارنامے اسے اپنے کھاتے میں ڈالنے کی ترغیب دے رہی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾	کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں سر مارتے پھرتے ہیں ﴿۲۲۵﴾
وَ اَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾	اور کہتے وہ ہیں جو کرتے نہیں ﴿۲۲۶﴾
اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ	مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے اور خدا کو بہت یاد
ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّ انْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ	کرتے رہے اور اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد انتقام لیا اور
مَا ظُلِمُوْا ؕ وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا	ظالم عنقریب جان لیں گے کہ کون سی جگہ لوٹ کر
اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾	جاتے ہیں ﴿۲۲۷﴾

(سورۃ الشعراء۔ آیت: ۲۲۵، ۲۲۷)

۱۔ اللہ بہتر جانتا ہے میں نے مسلمانوں سے اس وقت تک جنگ بند نہیں کی جب تک انہوں نے میرے پچھیرے کو خون آلود نہ کر دیا۔
۲۔ اور میں نے ان کی طرف سے موت کی بو سونگھ لی۔
۳۔ اور میں نے جان لیا اگر میں اکیلا جنگ کرتا رہا تو قتل ہو جاؤں گا اور میری میدان میں موجودگی دشمن کو کوئی نقصان نہیں دے گی۔

۴۔ پس میں پلٹ گیا اور میرے پیارے ان پر ابدی دن کے عذاب کی امید پر وہیں رہ گئے۔

در حقیقت ان اشعار میں حارث بن ہشام اپنی مہارت، ذہانت اور منطقی استدلال سے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اس قصیدہ کا جواب دینا چاہتا ہے جس میں حسان رضی اللہ عنہ نے حارث کو فرار ہونے پر ملامت کی ہے، اپنے اس طویل عقیدہ کے مطلع میں حسان فرماتے ہیں :

۱۔ کوئی ہے جو نادان ملامت گر (خاتون) کو روکے،
حالانکہ محبت کے متعلق میں نے ملامت گروں کی کبھی نہیں مانی۔

۲۔ اس کا خیال ہے کہ اونٹوں کے گلوں کے ہجوم کا نہ ہونا
آدمی کی عمر کو غم و اندوہ کا شکار بنا دیتا ہے۔

۳۔ میں نے کہا اگر تو اپنی بات میں جھوٹی ہے تو تو مجھ سے
اس طرح بچ کر نکل جا جس طرح حارث بن ہشام نکل بھاگا۔

۴۔ اس نے اپنے دوستوں کے سامنے سینہ سپر ہونے کے بجائے انہیں
چھوڑ دیا اور تیز رفتار گھوڑے کی لگام اور سر تھامے بھاگ نکلا۔

ابن الزبعرای بدر کے دن کنوئیں میں پھینکے جانے والوں کا مرثیہ کہتا ہے، ان کے فضائل بیان کرتا ہے، ان کی بہادری کا ذکر کرتا ہے، آنسو بہاتا ہے ان کے مشہور و معروف اوصاف کا تذکرہ کرتا ہے ان کی برتری اور سیادت یاد دلاتا ہے اور ان مسلمانوں کے لئے اپنے کینے اور غیظ و غضب کا اظہار کرتا ہے جنہوں نے ان سرداروں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔

۱۔ بدر اور اس کے ارد گرد پر کیا آفت آگئی کہ خوبصورت چہروں والے شریف نوجوانوں نے

۲۔ شُیبَہ، عُتبہ کو اور ربیعہ کے دونوں بیٹوں کو جو لوگوں کی (ان) جماعتوں کے دشمن تھے پیچھے چھوڑ دیا۔

۳۔ اور فیاص حارث کو چھوڑ دیا جس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا جو اندھیری رات کو روشن کر دیتا ہے۔

۴۔ اور منبہ کے بیٹے عاصی کو جو بے عیب، قوی، پورے لمبے نیزے کی طرح تھا۔

۵۔ جب کوئی رونے والا روئے اور بہ آواز بلند اپنے غم کا اظہار کرے تو (سمجھ لو) عزت و شان والے سردار ابن ہشام پر آواز بلند کر رہا ہے۔

۶۔ اللہ ابو الولید اور اس کی جماعت کو زندہ رکھے مخلوق کا پروردگار انہیں سلامتی سے مخصوص فرمائے

ضرار بن الخطاب بدر میں مسلمانوں کی فتح پر دل کی بھڑاس نکالتا ہے اور قریش کو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی مدد کرنے والے اوس وخزرج سے بدلہ اور انتقام لینے پر بھڑکاتا ہے۔

۱۔ میں اوس کے فخر کرنے پر حیران ہوں حالانکہ کل ان پر بھی
موت کا پھیرا ہونے والا ہے اور زمانے میں عبرتیں موجود ہیں۔

۲۔ اور بنو نجار کے فخر پر مجھے تعجب ہے (ان کا فخر اس پر ہے) کہ بدر میں ایک
پورا خاندان مبتلائے مصیبت ہوگیا وہ ثابت قدم رہے۔

۳۔ اگر اس خاندان کے مردوں کی لاشیں بربادی کے لئے پڑی ہوئی ہیں
(تو کیا ہوا) ان کے بعد ہم لوگ ہیں جو عنقریب بربادی لانے والے ہیں۔

۴۔ اے بنو اوس! چھوٹے بالوں والے تیز لمبے لمبے گھوڑے ہمیں اپنی پیٹھوں پر
لئے تمہارا وسطی حصہ پامال کریں گے یہاں تک کہ بدلہ لینے والوں کے دل کو تسکین ملے۔

۵۔ اور عنقریب ہم ان گھوڑوں کے ذریعے بنو نجار کے درمیانی حصہ پر
حملہ آور ہوں گے جس کے لئے نیزوں اور زرہ پوشوں کے باربردار بھی ہوں گے۔

۶۔ اور ان پر یثرب کی عورتیں روتی ہوں گی، ان عورتوں کیلئے
اس مقام پر نیند سے بیدار رکھنے والی رات ہوگی۔

شداد بن اسود کنوئیں والوں کی خوبیاں گنتا ہے، رقص و نغمہ اور شراب وکباب کے عشاق کو ان پر رونے کی دعوت دیتا ہے، ان کے فضائل و مناقب کا تذکرہ کرتا ہے، امیہ بن خلف، اس کے بیٹے علی وغیرہ کا ذکر کر کے کہتا ہے وہ آنسو بہائے جانے کے مستحق ہیں وہ اس قابل ہیں کہ دل میں ان کی حسرتیں موجود ہوں۔ آخر میں شداد موت کے بعد جی اٹھنے کے عقیدے کا مذاق اڑاتا ہے۔

۱۔ بدر کے گڑھے کے پاس گانے والی لونڈیاں اور کیسے کیسے شراب پینے والے معزز افراد موجود تھے۔

۲۔ اور شریف ابو علی کے کتنے ساتھی تھے جو بہترین شرابی اور بہترین ہم نشین تھے۔

۳۔ اے کاش! تو نے ابو عقیل اور "نعام" کے دو پہاڑوں کے درمیان رہنے والوں کو دیکھا ہوتا۔

۴۔ تو اونٹ کے بچے کی ماں کی طرح حصول مقصد کی امید میں توان پر وجد کرنے لگتا۔

۵۔ رسول ہمیں خبر دیتا ہے کہ ہم عنقریب زندہ کئے جائیں گے۔ کھوپڑی اور اس سے نکلے ہوئے پرندے کی ملاقات کیوں کر ہوگی؟

ہند بنت عتبہ اپنے باپ عتبہ، اپنے بھائی ولید اور اپنے چچا شیبہ پر نوحہ کرتی ہے، ان تینوں نے معرکہ کی ابتداء میں مبارزت طلب کی تھی اور مقابلے میں مارے گئے، ہند اپنے قبیلہ میں سے بنو ہاشم اور بنو المطلب پر

ناراضگی کا اظہار کرتی ہے۔ جن میں سے حمزہ، علی اور عبیدہ بن الحارث بن المطلب رضی اللہ عنھم نے اسلامی لشکر سے نکل کر انہیں قتل کر دیا تھا۔

۱۔ اے میری آنکھو! بنو خندف کے بہترین شخص پر جو پلٹا نہیں اپنے آنسوؤں لٹاؤ۔

۲۔ اس کی جماعت کو بنو ہاشم اور بنو المطلب نے صبح کے وقت بلایا۔

۳۔ تاکہ اسے تلواروں کی دھار کا مزہ چکھائیں اور اس کے ہلاک ہونے کے بعد دوبارہ اسے اس کا گھونٹ پلائیں۔

۴۔ وہ اسے اس حالت میں کھینچ رہے تھے کہ وہ ننگا تھا اور اس کے چہرے پر غبار تھا اور اس کا سامان چھین لیا گیا تھا

۵۔ حالانکہ وہ ہمارے لئے ایک مضبوط پہاڑ تھا، خوش منظر اور بہت گھاس والا (فائدہ پہنچانے والا)۔

قُتیلہ بنت الحارث (نضر بن الحارث کی بہن) اپنے بھائی کے قتل کئے جانے کی خبر سن کر اس کی قبر کو سلام بھیجتی ہے۔ مقتول کے لئے رنج و غم کا اظہار کرتی ہے، اپنے بکثرت رونے اور مسلسل آنسو بہانے کا بتاتی ہے، اور یہ کہ روتے روتے غم و غصہ سے اس کے آنسو خشک ہو گئے ہیں، سوال کرتی ہے کیا اس کا بھائی اس کی فریاد اور رونا سنتا ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کرم اور خلق عظیم کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ سے ناراضگی کا اظہار کرتی ہے، اور حیرت سے کہتی ہے قریبی رشتہ دار ہونے کے باوجود آپ نے اس کے قتل پر اصرار کیوں کیا اور نضر کی بے بسی کا ذکر کرتی ہے جب وہ تھکا ماندہ بیڑیوں میں جکڑا ہوا مشکل قدم اٹھا رہا ہے۔

۱۔ اے سوار "اثیل" کے متعلق مجھے پانچویں صبح سے
بدگمانی ہے اور تو بڑے اچھے وقت پر آیا ہے۔

۲۔ وہاں (وادی اثیل) کی ایک میت کو میرا سلام کہنا
جس کی شرافت کے پھریرے لہراتے رہیں گے۔

۳۔ میری طرف سے مسلسل خون کے آنسو بہانے والی آنکھوں
اور روتے روتے رندھ جانے والی حلق کا ہدیہ حاضر ہے۔

۴۔ اگر میں نضر کو آواز دوں تو کیا وہ میری آواز کو سنے گا
جو مردہ بول نہیں سکتا وہ کیسے سنے گا؟

۵۔ اے محمدؐ! (ﷺ) آپ موروثی شریف،
قابل تعریف اور اپنی قوم کے معزز فرد ہیں۔

۶۔ اگر آپ نضر پر احسان کرتے آپ کا کیا نقصان ہوتا،
باحوصلہ جوانمرد شدت غضب میں بھی دوسروں پر احسان کرتا ہے۔

۷۔ یا آپ فدیہ قبول کرتے وہ آپ کو سب سے زیادہ فدیہ پیش کرتا۔

۸۔ قیدیوں میں نضر آپ کا قریبی رشتہ دار تھا، آپ نے دوسروں کو آزادی دی وہ اس آزادی کا سب سے زیادہ مستحق تھا۔

۹۔ افسوس اس کے بھائیوں کی تلواروں نے اللہ کے نام پر قرابت کے رشتے کاٹ دیئے۔

۱۰۔ اسے اس حالت میں موت کی جانب کھینچا جاتا ہے کہ وہ زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑا ہوا تھکا ماندہ بمشکل قدم اٹھا رہا ہے۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ اشعار سنے ارشاد فرمایا "اگر اس کے قتل سے پہلے میں یہ شعر سن لیتا اس پر احسان کرتا"

بدر کے قیدیوں میں شاعر ابو عزہ بھی شامل تھا، یہ تنگدست آدمی تھا اس کی کئی لڑکیاں تھیں اس نے بچیوں کا واسطہ دے کر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آزادی کی درخواست کی، آپ نے اس پر احسان فرمایا، رہا کر دیا اور وعدہ لیا کہ آئندہ آپ کے مقابلہ میں کبھی نہیں آئے گا۔ ابو عزہ نے آپ کی شان میں یہ اشعار کہے۔

۱۔ میری طرف سے اللہ کے رسُول محمد کو یہ پیغام کون پہنچائے گا کہ آپ سچے ہیں اور اللہ ہر تعریف کا مستحق ہے۔

۲۔ آپ ایسے انسان ہیں جو حق اور سیدھی راہ کی دعوت دیتے ہیں آپ کی سچائی پر عظمت والے خدا کی طرف سے گواہ موجود ہیں۔

۳۔ اور آپ ایسے ہیں کہ آپ نے ہم سب میں اونچا مقام حاصل فرمالیا ہے جس کی سیڑھیوں پر چڑھنا آسان بھی ہے اور مشکل بھی۔

۴۔ آپ جس سے جنگ کریں بلاشبہ وہ بدنصیب ہے اور جس سے صلح کرلیں وہ خوش نصیب ہے۔

۵۔ لیکن جب مجھے بدر اور بدر والوں کی یاد دلائی جاتی ہے تو حسرت اور میری کم ہمتی مجھے گھیر لیتی ہے۔

ابو عزہ نے اپنا عہد توڑ ڈالا، غزوہ احد میں قریش کے ساتھ شریک ہوا اور مسلمانوں کا قیدی بنا، اس نے پھر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احسان کرنے کی درخواست کی آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا کہ تو اپنے گالوں پر ہاتھ پھیر کر یہ کہتا پھرے کہ میں نے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دوسری بار دھوکہ دیا ہے، مؤمن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا" آپ نے حکم دیا، اسے قتل کر دیا گیا۔

قریش اپنے مقتولوں پر گریہ وماتم میں مصروف تھے پھر انہوں نے طے کیا کہ رونا دھونا بند کردیں۔ تاکہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے ساتھیوں کو ہماری مصیبت پر خوش ہونے کا موقع نہ ملے، اپنے قیدیوں کے پیچھے نہ جاؤ، انہیں وہیں رہنے دو محمد ﷺ اور ان کے اصحاب کو فدیہ لینے میں کامیاب نہ ہونے دو۔

اسود بن عبد المطلب کے دو بیٹے زمعہ بن اسود، عقیل بن اسود اور پوتا حارث بن زمعہ جنگ بدر میں کام آگئے، وہ ان پر گریہ وزاری کرنا چاہتا تھا لیکن قریش کی پابندی سے ڈرتا تھا اسی دوران ایک رات اس نے کسی رونے والی کی آواز سنی، اسود اندھا ہوچکا تھا اس نے اپنے غلام کو بھیجا جاؤ معلوم کرآؤ کیا بدر کے مقتولوں پر رونے کی اجازت مل گئی ہے؟ تاکہ میں اپنے بیٹے ابو حکیمہ یعنی زمعہ پر روؤں، میرا کلیجہ شق ہونے کو آیا ہے، میرا دل جل رہا ہے، غلام نے واپس آکر کہا ایک عورت کا اونٹ گم ہوگیا ہے وہ اس کے لئے رورہی تھی۔

اسود بن عبد المطلب نے کہا!

۱۔ کیا وہ اپنے گم شدہ اونٹ پر روتی ہے اور ☆ بے خوابی اسے سونے نہیں دیتی

۲۔ اے خاتون! جوان اونٹ کے کھوجانے پر مت رو ☆ بلکہ بدر کے دن پر رو جب نصیبے پھوٹ گئے

۳۔ بدر پر رو بنو ہصیص اور بنو مخزوم کے فرزندوں ☆ پر رو ابو الولید کی جماعت پر ماتم کر

۴۔ اگر تجھے رونا ہے تو عقیل پر رو ☆ اور حارث پر رو جو شیروں کا شیر تھا

۵۔ ان سب پر رو اور رونے سے بیزار نہ ہو، ☆ اور ابو حکیمہ کا تو کوئی مد مقابل ہی نہ تھا

۶۔ سنو! ان لوگوں کے بعد ایسے لوگ سردار بن گئے ☆ کہ اگر جنگ بدر نہ ہوئی ہوتی تو وہ ہرگز سردار نہ بن سکتے

جنگی قیدیوں میں عمرو بن ابی سفیان بن حرب بھی شامل تھا، اس کی ماں عقبہ بن ابی معیط کی بیٹی یا بہن تھی، اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قیدی بنایا تھا، ابو سفیان سے کہا گیا تم بھی اپنے بیٹے عمرو کا فدیہ ادا کرو، کہنے لگا کیا میرا خون بھی بہے اور مال بھی جائے۔ انہوں نے بدر میں حنظلہ کو قتل کردیا اب میں عمرو کا فدیہ دوں؟ یہ مجھ سے نہیں ہوگا، عمرو کو ان کے پاس اسیر رہنے دو وہ اسے اپنے پاس رکھ لیں، انہی دنوں اتفاق سے حضرت سعد بن نعمان بن اکال انصاری رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے ہمراہ عمرہ کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوئے، آپ عمر رسیدہ شخص تھے اپنے ریوڑ سمیت نقیع میں رہتے تھے، انہیں کسی قسم کا اندیشہ نہیں تھا نہ ہی انہیں یہ گمان تھا کہ اہل مکہ انہیں قید کرلیں گے۔ قریش عمرہ یا حج کے لئے آنے والے کسی شخص سے تعرض نہیں کرتے تھے، جب آپ مکہ مکرمہ پہنچے ابو سفیان نے اپنے بیٹے عمرو کے بدلے میں ان کو محبوس کرلیا، اور کہا!

۱۔ اے بنو اکال کی جماعت! جو تمہارے ہاتھ سے نکل گیا اس کی پکار کا جواب دو
ایسے سن رسیدہ سردار کو دشمن کے ہاتھوں میں نہ چھوڑو۔
۲۔ کیونکہ بنو عمرو ذلیل اور کم ظرف شمار ہوں گے اگر انہوں نے
سخت قید میں محبوس قیدی کو رہائی نہ دلائی۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا:

۱۔ مکہ میں اپنی گرفتاری کے روز اگر سعد آزاد ہوتا تو
قید ہونے سے پہلے وہ تم میں سے بہتوں کو قتل کر ڈالتا۔
۲۔ اپنی تیز تلوار سے قتل کرتا یا نبعہ کی زرد کمان سے جسے
تیر پھینکتے وقت کھینچا جائے تو اس میں زناٹے کی آواز آتی ہے۔

حضرت سعد بن نعمان بن اکال کے اہل خانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے آپ کو اس کی اطلاع دی، اور استدعا کی کہ عمرو بن ابی سفیان کو ان کے حوالے کیا جائے تاکہ اس کے بدلے وہ اپنا آدمی چھڑا لیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی استدعا منظور فرمالی، انہوں نے عمرو کو ابو سفیان کے پاس روانہ کیا اور اس نے سعد رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔

عرصہ تک بدر کا اثر رہا قریش عبرت ناک شکست پر پیچ و تاب کھاتے رہے، ان کے سینے بدر کے انتقام کے لئے جلتے رہے، شام سے آنے والے قافلے کے منافع کو انہوں نے انتقام کے لئے وقف کر دیا، احد کے دن مسلمانوں پر قریش کے وقتی غلبہ کو انہوں نے انتقام کی تکمیل سمجھا، ان کے کلیجوں میں ٹھنڈک پڑ گئی اور ان کے شعراء نے اپنی نظموں میں بڑی مسرت کا اظہار کیا اور مسلمانوں پر طعنہ زنی کی۔

عبداللہ بن الزبعری کہتا ہے!

۱۔ اے جدائی کی آواز لگانے والے کوے! تو نے آکر آواز لگائی ہے
تو اپنی بات کہہ تو جو کچھ کہتا ہے ہو کر رہتا ہے۔
۲۔ ہر عیش و عشرت اور نعمت زائل ہونے والی ہے اور
حوادث زمانہ ہر شخص سے کھیل کھیلتے ہیں۔
۳۔ اے قاصد! حسان کو میری طرف سے یہ نشانی (شعر) پہنچا دے
کیونکہ پیاسوں کی پیاس شعر کے ٹکڑے ہی بجھا سکتے ہیں۔

۴۔ ہم نے کتنے شریف سرداروں کو مار ڈالا، جو نجیب الطرفین اور جنگ میں پیش پیش رہنے والے بہادر تھے۔

۵۔ کاش ! ہمارے بزرگ جو بدر میں حاضر تھے تیروں کی بارش کے وقت خزرجیوں کا واویلا دیکھتے۔

۶۔ جب وادی قنات میں ان کے اونٹ زمین سے سینہ لگا کر بیٹھ رہے تھے اور بنو عبدالاشہل میں سرگرمی سے قتل ہونے لگا تھا۔

۷۔ ہم نے ان کے دوگنے اشراف کو قتل کر دیا اور ان کے بدر میں بڑھے ہوئے حوصلے کو ختم کر دیا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

گذشتہ صفحات میں مذکور اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے عربی شاعری میں زبردست اثرات مرتب کئے ہیں، اب شاعری غزل، نسیب، لہو ولعب، سیر وشکار، اجڑے دیار، عمر رفتہ کی بازگشت، کھنڈرات اور راکھ کے ڈھیر جیسے محدود دائروں سے نکل کر آفاقی پیغام کی نقیب بن گئی۔ شاعری اعلیٰ اقدار کی ترجمان ہو گئی، اسلام کے پیغام کے بعد شاعری کے دو مکتبِ فکر نظر آتے ہیں، مسلمان شعراء جن کی شاعری کا مقصد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے بنیادی عقائد اور اعلیٰ روحانی اقدار کا دفاع تھا، انہیں اپنے ہدایت یافتہ ہونے کا یقین تھا، وہ اپنی شاعری میں شعراء مکہ کی احمقانہ، جذباتی باتوں کی تردید کرتے ہیں، ان کی ہجویات کا منہ توڑ جواب دیتے ہیں، ان کے جھوٹ فریب کا پردہ چاک کرتے ہیں، انہیں دنیا اور آخرت کے عبرتناک انجام سے ڈراتے ہیں، ان کی گمراہی، بت پرستی، بے راہ روی، خود غرضی پر انہیں ملامت کرتے ہیں، انہیں ہر میدان میں شکست یاد دلاتے ہیں، بدر میں اللہ کی طرف سے ان کی رسوائی، ان کے سرغنوں کے میدانِ جنگ سے فرار کا ذکر کرتے ہیں۔ نیز مستقبل قریب میں انہیں مزید ہزیمتوں سے دوچار کرنے کے وعدے کرتے ہیں۔

دوسری طرف قریش کے شعراء اسلام، اس کے بنیادی عقائد، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان شعراء کا معارضہ کرتے دکھائی دیتے ہیں، دور جاہلیت کے رسم ورواج اور عادات واطوار کا دفاع کرنے میں مصروفِ عمل ہیں، اپنے بتوں، زعماء اور سرداروں کی بڑائی اور عظمت کے گیت گاتے ہیں، مقتولوں کے مرثیے کہتے ہیں، انتقام کی باتیں کرتے ہیں، یہ عمومی فضا اور گرمیٔ گفتار بدر اور احد کے بعد آہستہ آہستہ رخصت ہونے لگی، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویت بخشی، اہل ایمان کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا، ان کی مملکت مستحکم ہونے لگی، اللہ تعالیٰ نے کافروں کے دلوں کو مرعوب کر دیا، ہدایت کا آفتاب جگمگانے لگا، ظلمت رخت

سفر باندھنے لگی، اہل مکہ کی بڑی تعداد اور ان کے شعراء نے مدینہ منورہ کا رخ کیا اسلام کی دولت سے سرفراز ہوئے اور اپنے گذشتہ کردار پر معذرت خواہ ہوئے۔

جب اللہ تعالیٰ کی نصرت و فتح آگئی لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوگئے، مکی شعراء اسلام، اس کی اقدار، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کے دفاع میں شاعری کرنے لگے، ان کی تلواریں راہِ خدا میں بے نیام ہوگئیں، بے شک حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ یقیناً باطل کو مٹنا اور جانا ہی تھا۔
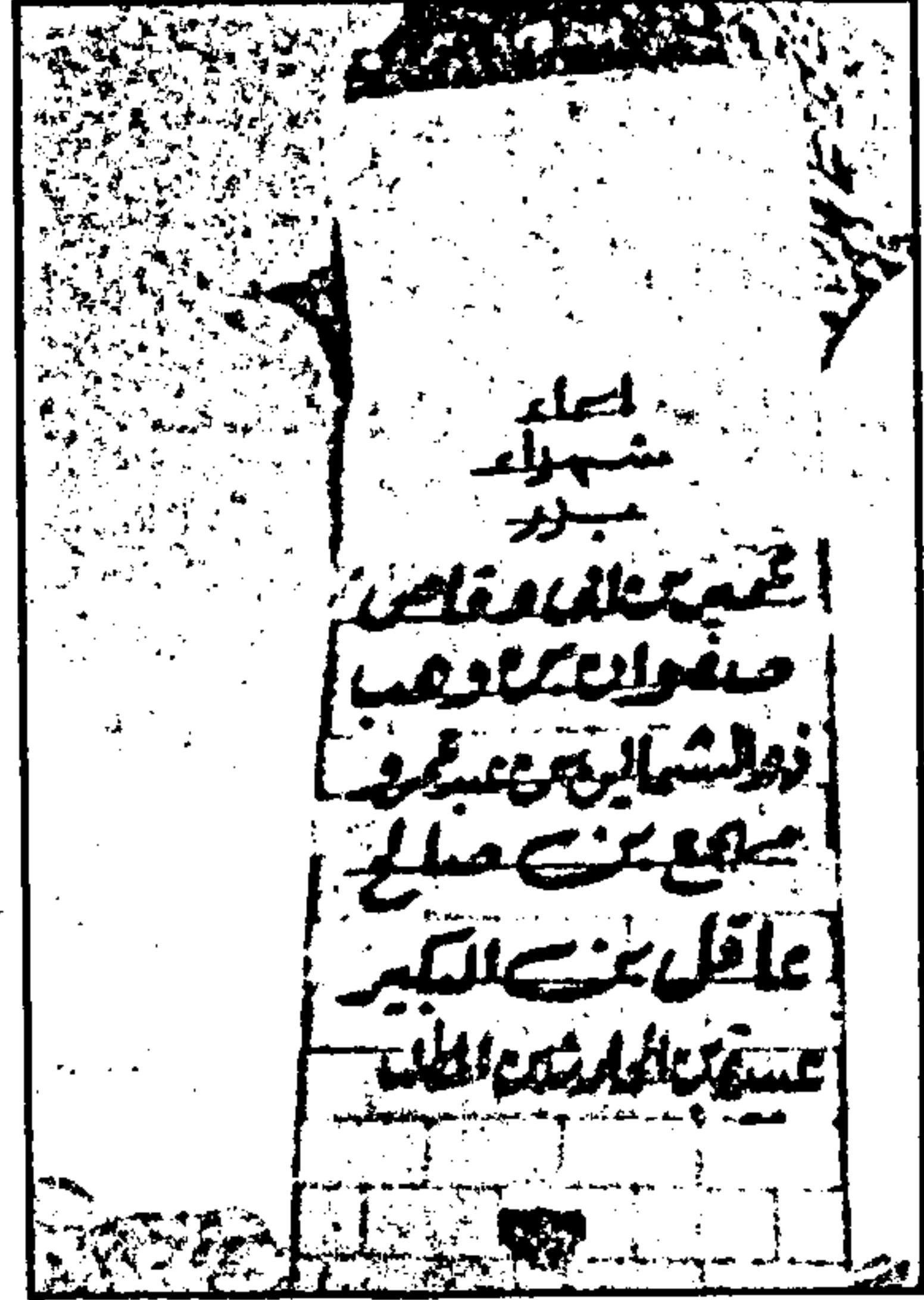
گنج شہیداں کے کتبات پر شہداء بدر کے اسماءِ گرامی

مقابر شہداء پر نصب نیا کتبہ

مقابر شہداء
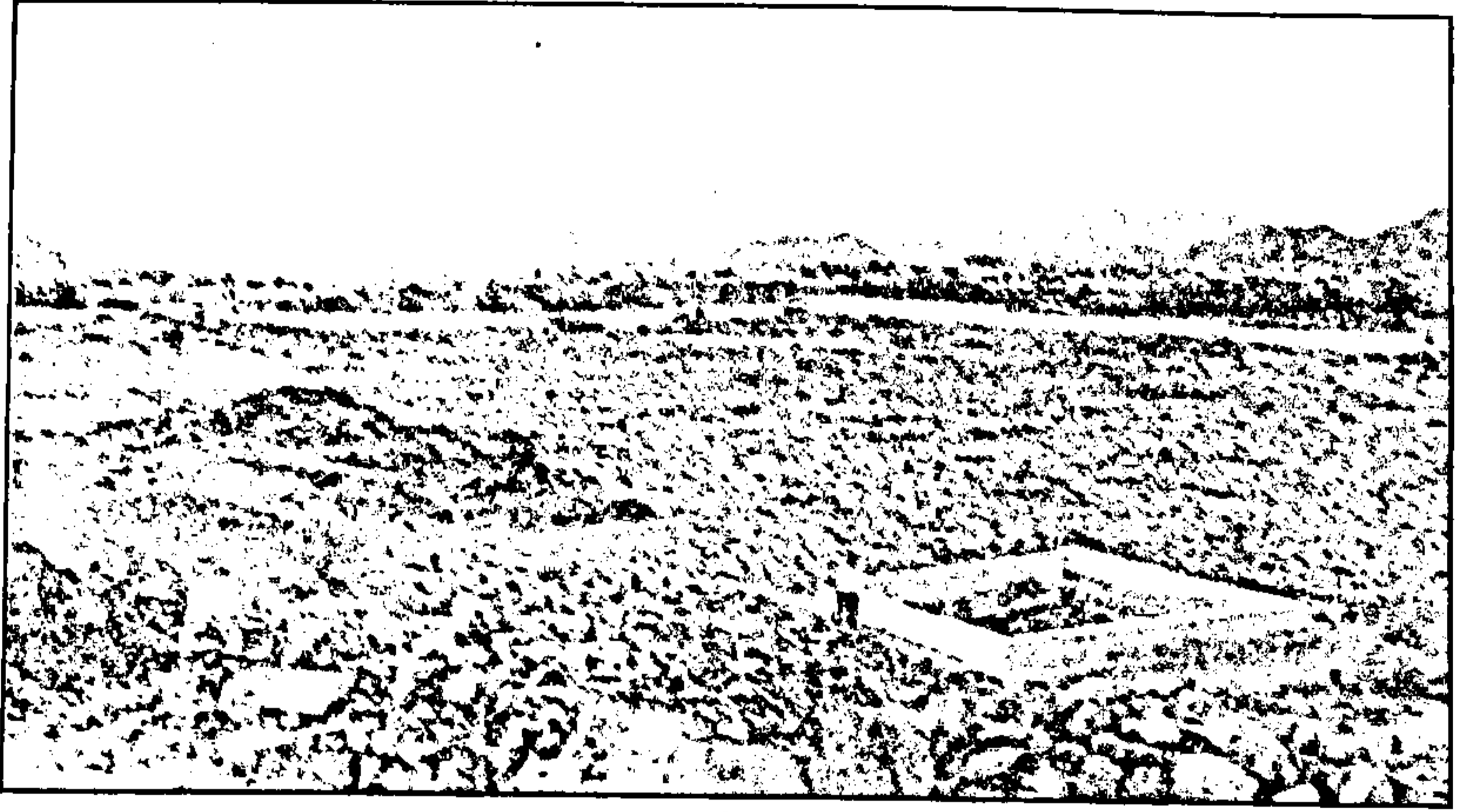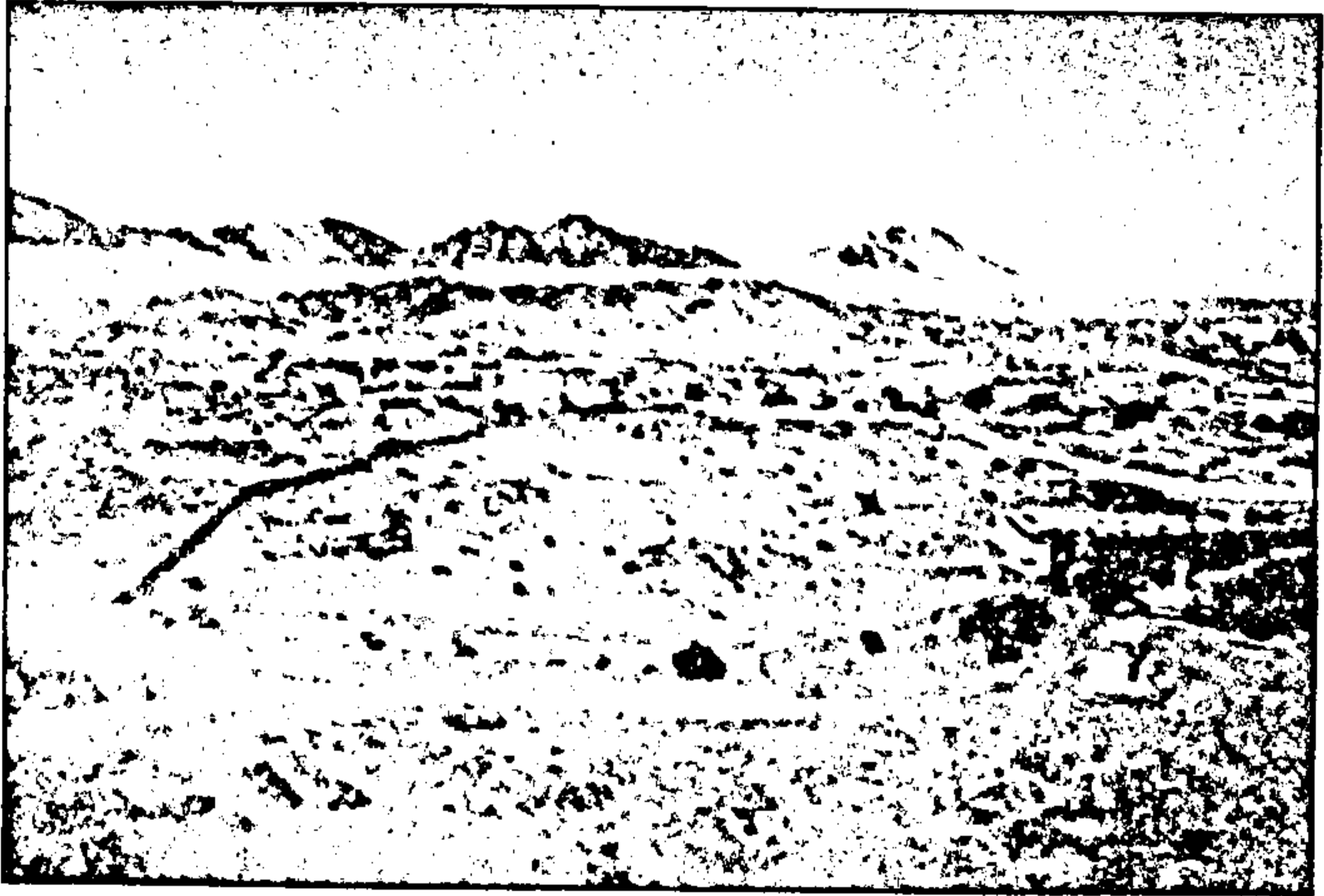
مقابر شہداء کا ایک اور منظر

ضمیمہ

اسماءِ اہل بدر (بہ ترتیب حروف تہجی)

- حضرت محمدّ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم
- حضرت ابی بن کعب النجاری
- حضرت ارقم بن ارقم مخزومی (مہاجر صحابی)
- حضرت اسعد بن یزید بن الفاکہ بن یزید عجلانی
- حضرت اسود بن زید بن ثعلبہ (آپ کے اور آپ کے والد کے نام میں اختلاف ہے)
- حضرت اسیر بن عمرو انصاری ابو سلیط۔
- حضرت انس بن قتادہ بن ربیعہ اوسی
- حضرت انس بن معاذ نجاری
- حضرت انسہ حبشی خادم رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم
- حضرت اوس بن ثابت نجاری
- حضرت اوس بن خولی خزرجی
- حضرت اوس بن الصامت خزرجی (حضرت عبادہ بن الصامت کے بھائی)
- حضرت ایاس بن بجیر بن عبدیالیل (بنو عدی بن کعب کے حلیف)
- حضرت بجیر بن ابی بجیر (بنو نجار کے حلیف)
- حضرت بحاث بن ثعلبہ (انصار کے حلیف)
- حضرت بسبس بن عمرو (حلیف بنو ساعدہ)
- حضرت بشر بن البراء خزرجی۔
- حضرت بشیر بن عبد المنذر ابو لبابہ اوسی، حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے آپ کو مقام روحاء سے مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرما کر واپس بھیجا، مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔

- حضرت تمیم بن یعار خزرجی
- حضرت تمیم، خادم خراش بن صمہ
- حضرت تمیم مولیٰ غنم بن السلم
- حضرت ثابت بن اقرم عجلانی
- حضرت ثابت بن ثعلبہ از بنو سلمہ
- حضرت ثابت بن خالد نجاری
- حضرت ثابت بن خنساء نجاری
- حضرت ثابت بن عمرو نجاری
- حضرت ثابت بن ھزال خزرجی
- حضرت ثعلبہ بن حاطب اوسی
- حضرت ثعلبہ بن عنمہ سلمی
- حضرت ثقف بن عمرو (حلیف بنو کثیر)
- حضرت جابر بن خالد نجاری
- حضرت جابر بن عبداللہ سلمی
- حضرت جبار بن صخر سلمی
- حضرت جبر بن عتیک انصاری
- حضرت جبیر بن ایاس خزرجی
- حضرت حارث بن انس بن رافع خزرجی
- حضرت حارث بن اوث بن معاذ اوسی (حضرت سعد بن معاذ کے بھتیجے)
- حضرت حارث بن حاطب اوسی، حضور ﷺ نے آپ کو واپس بھیج دیا، اجر اور مال غنیمت سے حصہ دیا۔
- حضرت حارث بن خزمہ (حلیف بنو عبدالاشہل)
- حضرت حارث بن صمہ خزرجی (ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی حضور ﷺ نے اجر اور مال غنیمت کا حقدار قرار دیا)
- حضرت حارث بن عرفجہ اوسی
- حضرت حارث بن قیس خزرجی

- حضرت حارث بن نعمان انصاری
- حضرت حارثہ بن سراقہ نجاری
- حضرت حارثہ بن نعمان انصاری
- حضرت حاطب بن ابی بلتعہ لخمی (مہاجر صحابی)
- حضرت حاطب بن عمرو (آپ بنو دھمان سے ہیں نسب میں اختلاف ہے)
- حضرت حباب بن منذر خزرجی
- حضرت حبیب بن اسود خزرجی
- حضرت حریث بن زید انصاری
- حضرت حصین بن حارث بن المطلب (مہاجر)
- حضرت حمزہ بن عبدالمطلب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم)
- حضرت خالد بن بکیر بن عبدیالیل (حلیف بنو عدی بن کعب)
- حضرت خالد بن زید (ابو ایوب انصاری)
- حضرت خالد بن قیس انصاری
- حضرت خارجہ بن الحمیر (حلیف بنو الخنساء از خزرج)
- حضرت خالد بن زید خزرجی
- حضرت خباب بن الارت (مہاجر)
- حضرت خبّاب مولیٰ عتبہ بن غزوان (مہاجر)
- حضرت خراش بن صمّہ سلمی
- حضرت خبیب بن اساف خزرجی
- حضرت خزیم بن فاتک (امام بخاری نے آپ کو اصحاب بدر میں ذکر کیا ہے)
- حضرت خلیفہ بن عدی خزرجی
- حضرت خُلید بن قیس انصاری سلمی
- حضرت خنیس بن حذافہ سہمی (مہاجر صحابی)
- حضرت خوات بن جُبیر انصاری (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مال غنیمت سے حصّہ عطا فرمایا اور اجر کی بشارت دی)

- حضرت خولی بن ابی خولی (مہاجر صحابی)
- حضرت خلاد بن رافع خزرجی
- حضرت خلاد بن سوید خزرجی
- حضرت خلاد بن عمرو بن الجموح خزرجی
- حضرت ذکوان بن عبد قیس خزرجی
- حضرت ذوالشمالین (عمیر) بن عبد عمرو (مہاجر صحابی)
- حضرت رافع بن الحارث اوسی
- حضرت رافع بن عنجدہ (عنجدہ آپ کی والدہ کا نام ہے)
- حضرت رافع بن معلیٰ بن لوذان خزرجی
- حضرت ربعی بن رافع العجلان
- حضرت ربیع بن ایاس خزرجی
- حضرت ربیعہ بن اکثم بن سخبرہ (مہاجر صحابی)
- حضرت رخیلہ بن ثعلبہ خزرجی
- حضرت رفاعہ بن رافع زُرقی
- حضرت رفاعہ بن عبد المنذر اوسی (حضرت ابو لبابہ کے بھائی)
- حضرت رفاعہ بن عمرو بن زید خزرجی
- حضرت زبیر بن العوام (یکے از عشرہء مبشرہ)
- حضرت زیاد بن عمرو جُہنی
- حضرت زیاد بن لبید زرقی
- حضرت زیاد بن المزین خزرجی
- حضرت زید بن اسلم عجلانی
- حضرت زید بن حارثہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام)
- حضرت زید بن خطاب (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھائی)
- حضرت زید بن سہل ابو طلحہ انصاری
- حضرت سالم بن عمیر اوسی

❁ حضرت سالم بن غنم بن عوف خزرجی
❁ حضرت سالم بن معقل مولیٰ ابو حذیفہ
❁ حضرت سائب بن عثمان بن مظعون جمحی
❁ حضرت سبیع بن قیس خزرجی
❁ حضرت سبرہ بن فاتک
❁ حضرت سراقہ بن عمرو نجاری
❁ حضرت سراقہ بن کعب نجاری
❁ حضرت سعد بن خولہ مولیٰ بنو عامر
❁ حضرت سعد بن خیثمہ اوسی
❁ حضرت سعد بن ربیع خزرجی
❁ حضرت سعد بن زید اوسی
❁ حضرت سعد بن سہیل نجاری
❁ حضرت سعد بن عبید انصاری
❁ حضرت سعد بن عثمان بن خلدہ خزرجی
❁ حضرت سعد بن عبادہ خزرجی
❁ حضرت سعد بن معاذ اوسی
❁ حضرت سعد بن ابی وقاص (یکے از عشرہ مبشرہ)
❁ حضرت سعد بن زید بن عمرو بن نفیل۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اجر اور مال غنیمت کا حقدار قرار دیا۔
❁ حضرت سفیان بن بشر خزرجی
❁ حضرت سلمہ بن اسلم اوسی
❁ حضرت سلمہ بن ثابت بن وقش
❁ حضرت سلمہ بن سلامہ بن وقش
❁ حضرت سلیم بن حارث نجاری
❁ حضرت سلیم بن عمرو سلمی
❁ حضرت سلیم بن قیس بن فہد خزرجی

- ❁ حضرت سلیم بن ملحان نجاری
- ❁ حضرت سماک بن خرشہ (ابو دجانہ)
- ❁ حضرت سماک بن سعد خزرجی
- ❁ حضرت سنان بن ابی سنان (حلیف بنو عبد شمس)
- ❁ حضرت سنان بن صیفی سلمی
- ❁ حضرت سہیل بن حنیف اوسی
- ❁ حضرت سہل بن عتیک نجاری
- ❁ حضرت سہل بن قیس سلمی
- ❁ حضرت سہیل بن رافع نجاری
- ❁ حضرت سہیل بن وہب فہری ابن بیضاء
- ❁ حضرت سواد بن غزیہ بلوی
- ❁ حضرت سویط بن سعد عبدری
- ❁ حضرت سوید بن مخشی (حلیف بنو عبدالشمس)
- ❁ حضرت شجاع بن وہب بن ربیعہ اسدی
- ❁ حضرت شقران مولیٰ رسول اللہ ﷺ۔ قیدیوں کی نگرانی پر متعین تھے مال غنیمت سے حصہ نہیں ملا
- ❁ حضرت شماس بن عثمان مخزومی
- ❁ حضرت صخر بن امیہ بن خنساء
- ❁ حضرت صفوان بن وھب بن ربیعہ فہری
- ❁ حضرت صہیب بن سنان رومی
- ❁ حضرت ضحاک بن حارثہ سلمی
- ❁ حضرت ضحاک بن عبد عمرو نجاری
- ❁ حضرت ضمرہ بن عمرو جہنی
- ❁ حضرت طفیل بن الحارث بن المطلب (حضرت عبیدہ کے بھائی ہیں)
- ❁ حضرت طفیل بن مالک بن خنساء سلمی
- ❁ حضرت طفیل بن نعمان بن خنساء سلمی

- حضرت طلحہ بن عبید اللہ (یکے از عشرہ مبشرہ)
- حضرت طلیب بن عمیر بن وھب
- حضرت ظہیر بن رافع اوسی
- حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح حمی الدبر
- حضرت عاصم بن عدی (حضور نے ان کو روحاء سے واپس بھیج دیا تھا، اجر اور مال غنیمت میں سے حصہ کا حقدار قرار دیا)۔
- حضرت عاصم بن قیس بن ثابت خزرجی
- حضرت عاقل بن بکیر
- حضرت عامر بن امیہ بن زید نجاری
- حضرت عامر بن ربیعہ (حلیف بنو عدی)
- حضرت عامر بن سلمہ البلوی
- حضرت عامر بن عبید اللہ ابو عبیدہ بن الجراح (یکے از عشرہ مبشرہ)
- حضرت عامر بن فہیرہ مولیٰ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
- حضرت عامر بن مخلد نجاری
- حضرت عائذ بن ماعص خزرجی
- حضرت عباد بن بشر بن وقش اوسی
- حضرت عباد بن قیس بن عامر خزرجی
- حضرت عباد بن قیس بن عبسہ خزرجی
- حضرت عباد بن خشخاش قضاعی
- حضرت عبادہ بن صامت خزرجی
- حضرت عبد اللہ بن قیس بن کعب
- حضرت عبد اللہ بن امیہ بن عرفطہ
- حضرت عبد اللہ بن ثعلبہ البلوی
- حضرت عبد اللہ بن جحش اسدی
- حضرت عبد اللہ بن جبیر اوسی

- حضرت عبداللہ بن جد بن قیس سلمی
- حضرت عبداللہ بن حق ساعدی
- حضرت عبداللہ بن الحمیر (حلیف بنو حرام)
- حضرت عبداللہ بن ربیع بن قیس خزرجی
- حضرت عبداللہ بن رواحہ خزرجی
- حضرت عبداللہ بن زید خزرجی
- حضرت عبداللہ بن سراقہ عدوی
- حضرت حضرت عبداللہ بن سلمہ (حلیف انصار)
- حضرت عبداللہ بن سہل (بنو زعوراء کا بھائی)
- حضرت عبداللہ بن سہیل بن عمرو، اپنے والد کے ہمراہ مشرکوں کے لشکر میں آئے پھر مسلمانوں کی طرف بھاگ آئے اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں حصہ لیا۔
- حضرت عبداللہ بن طارق قضاعی (اوس کے حلیف تھے)
- حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی ابن سلول۔ آپ کا باپ منافقوں کا سردار تھا
- حضرت عبداللہ بن عبدالاسد ابو سلمہ
- حضرت عبداللہ بن عبد مناف سلمی
- حضرت عبداللہ بن عبس
- حضرت عبداللہ بن عثمان ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
- حضرت عبداللہ بن عرفطہ خزرجی
- حضرت عبداللہ بن عمرو سلمی
- حضرت عبداللہ بن عمیر خزرجی
- حضرت عبداللہ بن قیس نجاری
- حضرت عبداللہ بن قیس سلمی
- حضرت عبداللہ بن کعب نجاری
- حضرت عبداللہ بن مخرمہ بن عبدالعزی
- حضرت عبداللہ بن مسعود ہذلی

❁ حضرت عبداللہ بن مظعون جمحی
❁ حضرت عبداللہ بن نعمان سلمی
❁ حضرت عبدالرحمٰن بن جبیر خزرجی
❁ حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ البلوی
❁ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہری۔ یکے از عشرہ مبشرہ
❁ حضرت عبس بن عامر بن عدی
❁ حضرت عبید بن تیہان
❁ حضرت عبید بن ثعلبہ از بنو غنم
❁ حضرت عبید بن زید عجلانی
❁ حضرت عبید بن ابی عبید
❁ حضرت عبیدہ بن حارث بن المطلب
❁ حضرت عتبان بن مالک خزرجی
❁ حضرت عتبہ بن ربیعہ بن خالد بہرانی
❁ حضرت عتبہ بن عبداللہ سلمی
❁ حضرت عتبہ بن غزوان، اولین مہاجرین میں سے ہیں۔
❁ حضرت عثمان بن عفان، اپنی اہلیہ محترمہ سیدہ رقیہ کی تیمارداری کے لئے پیچھے رہ گئے تھے، اجر اور مال غنیمت سے حصّہ کے حقدار قرار پائے۔
❁ حضرت عثمان بن مظعون جمحی
❁ حضرت عدی بن ابی الرغباء
❁ حضرت عصمہ بن حصین عجلانی
❁ حضرت عصیمہ (حلیف بنو حارث بن سوار)
❁ حضرت عطیہ بن نویرہ خزرجی
❁ حضرت عقبہ بن عامر سلمی
❁ حضرت عقبہ بن عثمان خزرجی
❁ حضرت عقبہ بن وہب بن ربیعہ اسدی

- حضرت عقبہ بن وہب بن کلدہ (حلیف بنو غطفان)
- حضرت عکاشہ بن محصن
- حضرت علی بن ابی طالب
- حضرت عمار بن یاسر عنسی
- حضرت عمارہ بن حزم نجاری
- حضرت عمر بن الخطاب
- حضرت عمر بن عمرو بن ایاس (حلیف بنو لوذان)
- حضرت عمرو بن ثعلبہ عامری
- حضرت عمرو بن جموح بن حرام انصاری
- حضرت عمرو بن حارث فہری
- حضرت عمرو بن سراقہ عدوی
- حضرت عمرو بن ابی سرح (ایک روایت میں آپ کا نام معمر مذکور ہے)
- حضرت عمرو بن طلق از بنو حرام
- حضرت عمرو بن قیس بن مالک بن عدی
- حضرت عمرو بن معبد اوسی
- حضرت عمرو بن معاذ اوسی (حضرت سعد بن معاذ کے بھائی ہیں)
- حضرت عمیر بن حارث بن ثعلبہ
- حضرت عمیر بن الحمام بن الجموح
- حضرت عمیر بن مالک بن خنساء
- حضرت عمیر بن عوف (یا عمرو بن عوف) مولیٰ سہیل بن عمرو۔
- حضرت عمیر بن ابی وقاص (حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی)
- حضرت عنترہ مولیٰ بنو سلیم
- حضرت عوف بن حارث (ابن عفراء)
- حضرت عویم بن ساعدہ انصاری
- حضرت عیاض بن غنم فہری

- حضرت فاکہ بن بشر خزرجی
- حضرت فروہ بن عمرو بن ودفہ
- حضرت قتادہ بن نعمان اوسی
- حضرت قدامہ بن مظعون جمحی
- حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ سلمی
- حضرت قیس بن سکن نجاری
- حضرت قیس بن ابی صعصعہ مازنی، بدر میں لشکر کے ساقہ پر متعین تھے۔
- حضرت قیس بن محصن خزرجی
- حضرت قیس بن مخلد نجاری
- حضرت کعب بن حمان۔ خزرج کے حلیف
- حضرت کعب بن زید نجاری
- حضرت کعب بن عمرو (ابوالیسر) سلمی
- حضرت کناز بن حصین (ابو مرثد) غنوی
- حضرت مالک بن دخشم خزرجی
- حضرت مالک بن ابی خولی جحفی
- حضرت مالک بن ربیعہ (ابواسید ساعدی)
- حضرت مالک بن قدامہ اوسی
- حضرت مالک بن مسعود خزرجی
- حضرت مالک بن ثابت مزنی
- حضرت مبشر بن عبدالمنذر اوسی
- حضرت مجذر بن زیاد البلوی
- حضرت محرز بن عامر نجاری
- حضرت محرز بن نضلہ اسدی
- حضرت محمد بن مسلمہ۔ حلیف بنو عبدالاشہل
- حضرت مدلج (یا مدلاج) بن عمرو

- حضرت مرثد بن ابی مرثد غنوی
- حضرت مسطح بن اثاثہ
- حضرت مسعود بن اوس نجاری
- حضرت مسعود بن خلدہ خزرجی
- حضرت مسعود بن ربیعہ القاری
- حضرت مسعود بن سعد
- حضرت مصعب بن عمیر عبدری
- حضرت معاذ بن جبل خزرجی
- حضرت معاذ بن حارث نجاری (ابن عفراء)
- حضرت معاذ بن عمرو بن الجموح خزرجی
- حضرت معاذ بن عائض خزرجی
- حضرت معبد بن عباد
- حضرت معبد بن قیس سلمی
- حضرت معتب بن قشیر اوسی
- حضرت معقل بن منذر سلمی
- حضرت معمر بن حارث جمحی
- حضرت معن بن عدی اوسی
- حضرت معوذ بن حارث جمحی (ابن عفراء برادر معاذ)
- حضرت معوذ بن عمرو بن جموح
- حضرت مقداد بن عمرو (مقداد بن اسود) بہرانی
- حضرت ملیل بن وبرہ خزرجی
- حضرت منذر بن عمرو بن خنیس ساعدی
- حضرت منذر بن قدامہ خزرجی
- حضرت منذر بن محمدؐ انصاری
- حضرت مہجع (حضرت عمر کے آزاد کردہ غلام)

- حضرت نصر بن الحارث
- حضرت نعمان بن عبد عمرو نجاری
- حضرت نعمان بن مالک بن ثعلبہ
- حضرت نعمان بن یسار
- حضرت نوفل بن عبید اللہ خزرجی
- حضرت ہانی بن نیار البلوی
- حضرت ہلال بن امیہ واقفی
- حضرت ہلال بن معلّی خزرجی
- حضرت واقد بن عبد اللہ تمیمی (مہاجر) حلیف بنو عدی
- حضرت ودیعہ بن عمرو بن جراد جُہنی
- حضرت وہب بن سعد بن ابی سرح
- حضرت یزید بن اخنس سلمی
- حضرت یزید بن حارث خزرجی
- حضرت یزید بن عامر بن حدیدہ (ابو المنذر سلمی)
- حضرت یزید بن منذر سلمی
- حضرت ابو الاعور بن حارث نجاری
- حضرت ابو حبہ بن عمرو انصاری
- حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ
- حضرت ابو الحمراء مولیٰ حارث بن رفاعہ
- حضرت ابو خزیمہ بن اوس نجاری
- حضرت ابو سبرہ مولیٰ ابو رُہم (مہاجر)
- حضرت ابو سنان بن محصن (عکاشہ کے بھائی)
- حضرت ابو الصباح بن نعمان (راستہ سے لوٹ آئے)

- حضرت ابو عرفجہ (حلیف بنو جحب)
- حضرت ابو کبشہ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
- حضرت ابو ملیل بن ازعراوسی

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت یا عذر کے باعث غزوہ بدر میں شرکت نہ کرنے اور اجر و غنیمت پانے والے صحابہ کرام:

- حضرت عثمان بن عفان۔ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ کی تیمارداری کی وجہ سے پیچھے رہ گئے۔
- حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، حضور ﷺ نے انہیں قافلے کی خبر لانے کے لئے شام بھیجا تھا۔
- حضرت طلحہ بن عبید اللہ۔ آپ بھی سعید بن زید کے ہمراہ شام گئے تھے۔
- حضرت ابو لبابہ بشیر بن عبد المنذر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو روحاء سے مدینہ پر اپنا نائب بنا کر واپس بھیج دیا۔
- حضرت حارث بن حاطب، رسول اللہ ﷺ نے انہیں کسی کام کیلئے راستہ سے واپس بھیج دیا تھا۔
- حضرت حارث بن صمۃ، روحاء میں ان کی ہڈی ٹوٹ گئی، رسول اللہ ﷺ نے واپس بھیج دیا۔
- حضرت خوات بن جبیر، غزوہ بدر میں شریک نہیں تھے۔
- حضرت ابو الصباح بن نعمان۔ پتھر لگنے سے آپ کی پنڈلی زخمی ہو گئی، واپس آ گئے۔
- حضرت سعد ابو مالک۔ بدر کے لئے نکلنے کو تیار تھے کہ فوت ہو گئے۔

اہل حرمین اور تذکرۂ بدر

غزوہ بدر اور یوم بدر کے عظیم مرتبے اور مقام کا تقاضہ ہے کہ جب بھی سال میں غزوہ بدر کے وقوع کی تاریخ آئے اس بے مثال دن کی یاد تازہ کی جائے ہم حرمین شریفین میں اس فرصت کو غنیمت سمجھتے ہوئے مناسب اہتمام کرتے ہیں اور بدر کے حوالے سے دعوت الی اللہ، خیر و فلاح کی راہوں اور اس مبارک دن کے ثمرات، فوائد، اسرار و حکمتوں، نصائح اور علمی، روحانی اور تاریخی حقائق تک رسائی کے طریقوں کو اپنانے کی فکر کرتے ہیں۔ ایسے اعمال ہی انسان کی زندگی کے لئے نہایت مناسب ہیں، اس سے دلوں کو حیات ملتی ہے، مطمح نظر واضح ہوتا ہے اور حقیقی طور پر وہ راہ، عمل اقتدا اور اتباع ہاتھ آتے ہیں جو مقصود تک پہنچانے میں معین و مددگار ہیں۔

اسی مقصد کے حصول کے لئے حرمین شریفین میں بعض حضرات ایسی محافل کا انعقاد کرتے ہیں، یہ محافل صرف بدر کی یاد اور تذکرہ کے لئے منعقد نہیں کی جاتیں بلکہ تمام اہم دینی ایام کے سلسلہ میں انعقاد پذیر ہوتی ہیں۔ خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت، اسراء اور معراج، نزول قرآن، لیلۃ القدر اور عاشورہ کی محافل سرفہرست ہوتی ہیں۔

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور غزوہ بدر کے تذکار کی محافل خصوصاً ہر سال نہایت اہتمام سے منعقد ہوتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے ذکر کی مجالس ہی ان مجالس کی اساس اور بنیاد ہیں کیونکہ آپ کی آمد ہی دراصل ہر خیر کا سرچشمہ ہے، سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہی اللہ تعالیٰ نے دنیا کو تباہی، بربادی اور ہلاکت سے بچایا ہے۔ لوگوں کو کفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر ایمان کا نور عطا فرمایا ہے۔ آپ ہی انسانیت کے لئے عظیم بھلائی لائے ہیں اور بلاشبہ انہیں راہِ راست کی ہدایت بخشی ہے۔

"بدر" کا دن ایسا باعظمت دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت سے نوازا ہے۔ اپنی وحی اور قرآن کو غلبہ عطا فرمایا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے چہروں کو روشن و تاباں فرمایا اور شیطان اور اس کے چیلے چانٹوں کو ذلیل و رسوا کیا، بدر کے دن کی برکت سے امتِ مسلمہ کے لئے عظیم فتوحات اور کامرانیوں کے طویل سلسلوں کے در کھلے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو ایسے مخصوص فضائل و مناقب اور اعزاز و اکرام سے نوازا ہے کہ کوئی دوسرا ان کا شریک و سہیم نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل بدر کے فضائل و مناقب میں بکثرت کتب اور رسائل تالیف ہوئے۔

اہل ایمان نے نظم و نثر میں انہیں ہر دور میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔لوگ ان کتب و رسائل کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ان کے درجات کی بلندی کی دعا کرتے ہیں اور جیسے ہی مناسب موقع ملتا ہے ان کی یاد میں عمومی اور خصوصی محافل منعقد کرتے ہیں اور ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ان سے توسل کرتے ہیں۔

صاحب علم حضرات کی ایک جماعت نے خصوصی طور پر خوبصورت اشعار، حسین الفاظ اور نغمگی سے مالامال انداز میں اصحاب بدر کے قصائد رقم کیے ہیں مثلاً :

بَدْرِيَّةٌ وَافَتْ بِبُرهَانٍ بَهَرْ -- أُحُدِيَّةٌ فِيْ سَرْدِ هَا سِرٌّ ظَهَرْ

یہ مشہور بدری قصیدے کا مطلع ہے جو علامہ، مورخ، سید جعفر بن حسن بن عبد الکریم برزنجی مفتی شافعیہ در مدینہ منورہ کا نتیجہ فکر ہے۔اس قصیدہ میں علامہ نے غزوہ بدر اور غزوہ احد کے شرکاء صحابہ کرام کا نہایت نفیس انداز میں ذکر کیا ہے۔اس میں شہداء اور غازیوں کے ناموں کے ساتھ ان کی بہادری اور جراءت کے خصوصی پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔یہ قصیدہ بہادری کی داستان بھی ہے اور تاریخ بھی۔شروع میں فرماتے ہیں :

☆ صحابہ یہ وہی ہیں جنہوں نے بدر کے دن
رسُول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر کافروں سے جہاد کیا

پھر وہ بالترتیب خلفاء راشدین کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے خصوصی وصف کا بیان کرتے ہیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں :

☆ اور آپ کے دوست سیدنا ابو بکر صدیق جو آپ کے پہلے خلیفہ تھے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق کہتے ہیں :

اپنے غزوات میں ملکوں کو فتح کرنے والے، اہل جنت کے چراغ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

☆ ذی النورین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جس کی مدح میں قرآن نازل ہوا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ

☆ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ذی افتخار شہر علم کے دروازے اور لڑائی میں پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے والے جوان (کرار)

حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ

☆ رسُول مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حمزہ رضی اللہ عنہ شیرِ خدا، جی دار اور بہادر حملہ آور۔

اس کے بعد اصحاب بدر و احد کے اسماء اور ان کے اوصاف و مناقب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

وبثقفهم وبجابر وجبيرهم   وبجابر وأنيسهم أسد الظفر
وبعامر وبعائذ وبعامر   من جرعوا الأعداء كأساً ما أمر
والحارثَ الأوسي ثم حريثهمَ   والحارث المولى وعتبة من بتر
وسنانهم وبسهلهم وبسبرةالـ   أبطال أرباب الأعنة والوتر
والنضر والنعمان والنعمان من   شهدت لهم ثم المشاهد والأثر
ويزيدهم وزيادهم وبمعبد   وأبي خُزيمة من لهنديٍّ شهر
وبسهلهم وخداشهم وحراشهمَ   من أثخنوا بالسمر وخزاً من دبر
والمنذر الأوسي ثم بزيدهم   وبرافع مع رافع العضب الذكر
ومحمد ومحرر وبثابت   ورخيلَةَ الصيد الجحاجيح الغرر
وبزيدهمَ وبوهبهم ويزيد من   كسب الشهادة وهي أربح ما تجر
وكذا بمسعود وعتبة مع عبيـ   ـدهم وخارجة الذي بدم نثر
وكذا بفروة مع يزيد وثابت   يوم التقى الجمعان والكفر انزجر
وسنانهم والحارث البدري ثـ   ـم سوادهم وصبيحهم صيد الظفر
وكذا عبادة مع خليفة منهم   وأبي لبابة قاصمي أهل الدعر
وبعمرهم وخنيسهم وإياسهم   صحب الذي سبعين كالقتلى أسر
وبزيدهم وبسعدهم وزيادهم   من صيروا الباغي أذل من البقر
والحارث الأوسي ثم بعاقل   من بالشهادة حل أحسن مستقر
وكذا أبو قيس وعبد الله ثـ   ـم الحارث الزحَّاف في يوم المفر
وكذا بعبد الله ثم برافع   وكذا بعبد الله ذي البأس الأمر
وأب لسبرة ثم عبد الله ثـ   ـم بحمزة المردي إذا الحرب استمر
وكذا بمسعود وعبد الله مع   عبّادكَ الشهم الذي ليلاً جأر
وأب لكبشه ثم عبد الله ذا   ك اللَيث ذمرٌ للصفوف إذا فطر
وبعامرٍ ثم الطفيل وعامرٍ   من أثخنوا الأعداء وخزاً ما أمر

وبقيسهـم وعميرهـم وبكعبهـم وأبي سنانٍ من لظى الهيجا سجر
ويـزيـد مـع عمـرو وعبـد الله ثـ م الحارث الأوسي مردي من دحر
وعميرهم وعبيدهم وكذا بعبـ ـد الله مع سلمة مُصَيِّرهم عِبر
وكـذا بعبـد الله ثـم عُبيـدهـم خدن الشهادة وهي أفضل ما ادخر
وأبِ لخـارجـة الـذي دانـت لـه قنـن المفـاخـر فـامتطـاهـا وانتبر
وبعبـد ربـه والطفيـل وقيسهـم وكذا بعقبة للعدا من قد نحر
وكـذا بضمـرة مـع أبي خـلادِ الـ ـمطعان قرمِ هزبَري ضار زفر
أيضاً وبالنعمان والنعمان والـ نعمان مع سلمة ببدرِ من ظفر
وكـذا بعبـد الله ثـم معـاذهـم وبعمرهم من كر يوم الكفر فر
وبعمـرهـم وكـذا بعبـد الله مـن أردى أبـا جهـلٍ فصـار إلى سقـر
وكـذا عبيـدة ثـم ثعلبـة الـذي بالعضب بدد جيشهم فغدا شذر
وسهيلهم وحرامهم وبسعدهم وكـذا بثعلبـة الهـزبـر المشتهـر
وبعبـد رحمـن كـذا وبعـامـرٍ وسراقة البدري قاصم من فجر
وأبـو حبيـبٍ ثـم عقبـة والفتـى عتبان من صرعوا الأعادي في الحفر
وبنـوفـلٍ وبـراشـدٍ وكـذا أبـو صبـاحِ الفتـاك فيهـم مـن أصر
وأب لصرمـة ثـم عبـد الله مـع سفيان مع عمروٍ ببدرِ من ثأر
وكذاك بالأملاك من قد أُحضروا بدراً لنصر المصطفى هادي البشر

ترجمہ کتاب

بدر الکبریٰ

المدینۃ والغزوۃ

ناشر

خادم علی شاہ بخاری فاؤنڈیشن، کراچی